اسلام

اور

دہشت گردی

طالبان اکیسویں صدی کا چیلنج؟

مکمل معلومات پر مشتمل

حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد بشیر القادری
ایم اے اسلامیات وخطیب سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی

ادارہ ورلڈ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

حقوق طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب: .... اسلام اور دھشتگردی

تقریظ جمیل: .... مفتی جمیل احمد نعیمی

مؤلف: .... حضرت علامہ مفتی محمد بشیر القادری

پروف ریڈنگ: .... ڈاکٹر محمد جاوید اختر قادری

کمپوزنگ: .... محمد ضمیر قادری عطاری

طابع وناشر: .... ادارہ ورلڈ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

طباعت: .... 2009ء جون

قیمت: .... 100 روپے

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تحقیقات امام شاہ احمد نورانی، دارالعلوم جامعۃ الاسلامیہ منہاج الفرقان S.T-16 بلاک 13 گلستان جوہر کراچی 03212907739

☆ ادارہ ورلڈ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی مرکزی جامع مسجد سبحانی سیکٹر C-15 اورنگی ٹاؤن کراچی

☆ مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی نزد فیضان مدینہ محلہ فرقان آباد کراچی۔

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالاسلام گجرانوالہ

☆ ادارہ معارف نعمانیہ 323 شاد باغ لاہور

☆ فرید بک اسٹال 38 اردو بازار لاہور۔

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش لاہور۔

☆ مکتبہ کنز الایمان نزد گیلانی مارکیٹ حاصل پور ضلع بہاولپور

☆ مکتبہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

☆ مکتبہ قادریہ میلاد مصطفےٰ چوک سرکلر روڈ گوجرانوالہ

☆ نعیمی کتب خانہ الحمد مارکیٹ اردو بازار، دکان نمبر 83,5 لاہور۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تقریظ جمیل	5
2	مقدمہ	6
3	اسلام کا نظریہ "جہاد" اور جہادی تنظیمیں	12
	دین اسلام "نظام رحمت ہے"	12
4	"سب نقاب اتریں گے"	15
5	طالبان یا امریکہ	18
6	آستین کے سانپ	20
7	صوفی محمد کا "اسلام" روزن دیوار سے	24
8	اسلام کا نظام امن سب کے لیے	27
9	طالبان 21 ویں صدی کا چیلنج	28
10	حقیقت حال کچھ اس طرح ہے کہ	31
11	صوفی محمد کے "شیخ الاسلام" ہونے کا لبادہ اتر گیا۔ (مفتی منیب الرحمن)	32
12	پرانی تاریخ، موجودہ سیاسی حالات	34
13	دنیا کو دہشت گردی کی لعنت سے کیسے بچایا جائے؟	41
14	دہشت گردی	41
15	دنیا میں جب تک اسرائیل کا وجود ہے، دہشت گردی کا خاتمہ ناممکن ہے	49
15	اس کی جڑیں تو کہیں اور سرایت کی ہوئی ہیں۔	49
16	ایسی سنگین صورت حال میں اس بھیانک خوف وخون ریزی سے دنیا کو آزاد کرانے کا کوئی قابل فہم فارمولا اور نسخہ کیا ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے	53
17	اسلام اور دہشت گردی "دو متضاد حقیقتیں"	59
18	صوفی اسلام سے میڈیا کی محبت کا راز..... آخری بات	68
19	کارٹون سے "فتنہ" تک	71
20	سچ یہ ہے کہ پوپ کا یہ کلام عرب عیسائی جو عیسائیت کی اصل ہے پر جارحانہ حملہ ہے	76
21	مسلمان ہے تو دہشت گرد نہیں	79
22	دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں	79
23	اسلامی آتنک واد کے مضمرات اور غیر مسلم دہشت گردی کا تاریخی جائزہ	79

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25	عالم اسلام دو حصوں میں منقسم	81
26	دہشت گرد صرف مسلمان نہیں	88
27	مغرب میں آزادی اظہار کا دوہرا پیمانہ	93
28	کارٹون کی اشاعت کا مقصد آزادی اظہار کا استعمال یا کچھ اور؟	102
29	ایٹمی اثاثوں کے خلاف سازش	105
30	جنگجوؤں کے خلاف فیصلہ کن برتری کے لیے تمام وسائل استعمال کریں گے (جنرل کیانی)	109
31	عسکریت پسندی کے خاتمے کے لیے فوج طلب	110
32	عالم اسلام میں بیک وقت "خوف کے سائے اور اُمید کی کرنیں"	113
33	مابعد جنگ افغان و عراق	118
34	عالم اسلام کی عمومی ذہنیت	120
35	کیا دہشت گردی کا عالمی مسئلہ نظر ثانی کا تقاضا کرتا ہے؟	123
	افغانستان میں دہشت گردی کا موجد امریکہ ہے؟	123
36	دہشت گردی	123
37	جب تک انصاف کا سلوک اور تمام انسانوں کو مساویانہ انسانی حق حاصل نہ ہوگا، تب تک امن و سلامتی کی باتیں اور اس کا تصور محض خام خیالی ہے۔"	130
38	دُنیا کا واحد ملک امریکہ دہشت پسندی کا موجد	132
39	دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر	138
40	نیت میں کھوٹ	138
41	دہشت گردی کا محرک	139
42	بربریت کی تاریخ	140
43	احساس برتری	143
44	اسلوب میں خامی	144
45	عرض آخر	144
46	۱۸۵۷ء کی ۱۵۰ سالہ تاریخ اور عصری تصورات	147
47	نقابوں میں چھپنے والوں کو ذرا جھانک کے دیکھ لے	147
48	رائے بریلوی صاحب کے جہاد کا مقصد	148
49	۱۸۵۷ء کی یاد، غفلت اور شکایت	151

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
50	اسلام اور عصر جدید	156
51	اسلام کی داخلی صورت حال	158
52	عبرت کی دو صدیاں	159
53	خطرات کی طرف	163
54	11 مذہبی جماعتوں نے امریکی جماعت اہلسنت پاکستان کے پلیٹ فارم پر صوفی محمد کو شریعت اور آئین کا باغی قرار دے دیا	167
55	دار القضاء کا قیام اور طالبان کی سرگرمیاں	168
56	اصل خطرہ	170
57	کراچی میں گزشتہ ہفتے پرتشدد واقعات میں ۳۰ سے زائد انسان لقمہ اجل بن گئے	171
58	پاکستانی طالبان اور ان کے حمایتی،	173
59	در اصل محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکری اولادیں	173
60	وقت کا تقاضا	175
61	محمد بن عبدالوہاب نجدی شیطان کا سینگ (الحدیث)	176
62	شیطانی گروہ کی علامات	179
63	نجدی گروہ بدترین مخلوق ہے	186
64	پر نجدی وہابی طالبان کی یہود نوازی	187
65	قتل وقتال مسلمین	188
66	جزیرہ عرب سے اسلامی تشخص کے مٹانے میں آل سعود کا کردار	189
67	مدینہ منورہ کے آثار ومعالم کو مٹانا	195
68	آل سعود نے مدینہ منورہ میں جن آثار کو ملیامیٹ کیا ہے	196
69	مسلمانوں میں بے اتفاقی پیدا کرنا	205
70	وہابی مذہب اور آل سعود کی عملیات پر عالم اسلام کے علماء کا ردعمل	207
71	وہابیت کے خلاف علماء حق کے فتوے	211
72	موت العالم موت العالم	213
73	سعادت کی زندگی..... شہادت کی موت	213
74	جید عالم..... عظیم انسان	214
75	فرقہ واریت پھیلانے کی امریکی سازش کو جمعیت علمائے پاکستان نے ناکام بنادیا	217
76	دہشت گردی اور قتل ناحق حکم	225
77	اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، عیسائیت اور یہودیت کی عالمی دہشت گردی و بربریت کا منہ بولتا ثبوت	232 236

تقریظِ جمیل

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج تک اقوامِ متحدہ کے سقراط و بقراط اور دُنیا کے دانشور اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ دہشت گردی اور حریت و آزادی میں کیا فرق ہے۔ اقوام عالم کے اپنے نقطۂ نظر اور قوام متحدہ کے منشور کی روشنی میں اپنی آزادی اور اپنی ناموس وعزت کے تحفظ کے لیے لڑنا مظلوم قوموں کا حق ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس ورلڈ ٹریڈ سینٹر (9/11) کے واقعہ کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے بعض مسلمان ملکوں اور مسلمان قوم پر جو ظالمانہ اور سفاکانہ حملے شروع کیے ہیں، اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ بالخصوص اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر حملہ، مارچ 2003ء میں عراق پر حملہ اور اب پاکستان کے بعض سرحدی اور قبائلی علاقوں میں حملے امریکہ کی بربریت اور وحشت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ صومالیہ، سوڈان اور ایران پر تازہ ظلم وتشدد اس کا بیّن ثبوت ہے۔ شاید انہی حالات سے متاثر ہو کر مشہور و معروف دانشور اور شاعر فراز احمد نے کہا تھا۔

برباد کر کے بصرہ و بغداد کا جمال

اب نظر بد ہے جانب خیبر گگی

کبھی قوم کے پڑھے لکھے اور دانشور طبقے نے اس پر بھی غور فرمایا کہ دنیا میں آج جو اضطراب و بے چینی اور تشدد کا دور دورہ ہے اس کے اصل وجوہ و اسباب کیا ہیں؟ عزیز و اس کے بہت سے اسباب ہیں، من جملہ ان میں سے سردست دو سپر پاور طاقتوں میں سے روس کا پسپا ہونا اور امریکہ کا صرف میدان میں رہ جانا ہے۔ انسانیت کے لیے عظیم المیہ ہے کیونکہ اب امریکہ ویسے بھی اپنے ذرائع و وسائل نیز کثیر تعداد میں فوج اور ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے "اناولاغیری" کا راگ الاپ رہا ہے اور جو چند ممالک ایٹمی طاقت ہیں ان میں سے بھی اس کی نظر صرف اور صرف پاکستان پر لگی ہوئی ہے، نہ اس کو اپنے لے پالک اسرائیل سے کوئی سروکار ہے، بلکہ اس کی ہر حالت میں حمایت بھی کرتا ہے، نیز اگر اقوام متحدہ میں اس کے خلاف قرارداد آتی ہے تو اس کو بھی ویٹو کر دیتا ہے۔ تو امریکہ کا بے پناہ دولت مند ہونا نیز کثیر تعداد میں فوج اور بے شمار اسلحہ کے بل بوتے پر غریب ملکوں کے ذخائر و معدنیات بالخصوص پیٹرول کے کنوؤں پر للچائی ہوئی نظریں رکھنا ہی نہیں بلکہ اس کے ایجنڈے میں قبضہ کرنا بھی ہے۔ اسی وجہ سے غریب ملکوں اور قوموں کے دلوں میں اس سے نفرت روز بروز بڑھ رہی ہے، لہذا امریکہ کو اپنی اس پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے، اور بے جا اپنی ناجائز اولاد (اسرائیل) کی ہر ناجائز خواہش سے اپنے کو بچانا چاہیے۔ تاکہ آئندہ غریب و کمزور اور بے وسائل قوموں کے غیظ و غضب کا وہ شکار نہ ہو سکے۔

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر

وہ بھی گرا نہیں جو گرا اور سنبھل گیا

احقر نے فاضل خبیر عالم شہیر علامہ **محمد بشیر القادری** دامت برکاتہم العالیہ کی مرتب کردہ کتاب "اسلام اور دہشت گردی" کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ احقر مولانا کو اس کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہے کہ موصوف نے عصر حاضر کے اس سلگتے ہوئے مسئلے پر قلم اٹھایا جبکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ ہر طرف خوف اور دہشت کا عالم ہے اور بتایا کہ اسلام اور مسلم قوم دہشت گرد نہیں۔

اسلام اور مسلمانوں نے ہمیشہ پیار و محبت امن و سلامتی کا درس دیا۔ قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عالمی تبلیغی دورے اور بیانات و تقاریر اس پر شاہد عدل ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والے خود

عالمی دہشت گرد ہیں۔ ہمارے علماء کرام اور صوفیاء عظام کی پوری پوری زندگیاں پیار و محبت اتحاد و اتفاق نیز امن و سلامتی پر روشنی کے مینار ہیں۔

دہشت گردی انفرادی ہو یا اجتماعی یا کسی نام نہاد سپر پاور ریاست کی طرف سے ہو قابلِ صد مذمت اور لائقِ صد نفرت ہے۔ اس وقت جنوبی و شمالی وزیرستان اور سرحد و فاٹا کے علاقوں میں جو قتل و خونریزی ہو رہی ہے یہ بھی بڑی طاقتوں کی سازش ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ و برطانیہ نیز بھارت و اسرائیل کی ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ ان بڑی طاقتوں نے اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا پاکستان کو آماجگاہ بنایا ہوا ہے، تاکہ ایک تیر سے کئی شکار کیے جاسکیں۔ جس طرح دنیائے عرب کے سینے پر اسرائیل کو بٹھا رکھا ہے، اسی طریقے سے وہ پاکستان کے دل پر بیٹھ کر اپنی سازشیں کر رہا ہے۔ اور اس طریقے پر وہ کسی مقدس مقام پر بھی نظر رکھ سکتا ہے۔ آج تک کی بڑی طاقتیں بالخصوص اقوام متحدہ کے جیالے نہ عرب و اسرائیل کے مسائل کو حل کر سکے اور نہ ہی مظلوم اور بے بس کشمیری مسلمانوں کا مسئلہ حل کر سکے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ ہمارے مسلم ممالک کے سربراہ متحد و متفق ہوں اور بڑی طاقتوں کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن سے تاریں، اور مسلم قوم کا ایک ادارہ قائم کر کے مسلم قوم کی بقاء و تحفظ اور استحکام پر کام کریں۔

باقی یہ جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے حضرت علامہ مولانا محمد بشیر القادری نے حقائق کو حقیقت کی کسوٹی پر رکھ کر مدلل اور دلنواز اور پُر اثر اسلوب تحریر، منفرد انداز، بے باک اور دلچسپ طریقہ جہاں دہشت گردوں کو بے نقاب کیا وہاں سے طالبان کی اقسام، کون سا گروہ کس کے لیے کتنا کام کر رہا ہے۔

اسلام اور عصر جدید دُنیا کو دہشت گردی کی لعنت سے کیسے بچایا جائے، جیسے مسائل سے جامع حوالہ جات کی روشنی میں پردہ اٹھایا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مغربی استعمار نے پچھلی تین صدیوں سے عالم اسلام میں جو تباہی مچا رکھی ہے، اس کے مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنی جگہ اہم دور رس اثرات کا حامل ہے۔ مسئلہ سیاسی ہو یا معاشی، فکری ہو یا ثقافتی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، بگاڑ کے ہر نقشے میں استعمار کی فسوں کاری کارفرما نظر آتی ہے۔ مغربی قوتوں کا حملہ ہر اس چیز پر ہے جو ہماری مسلمانوں کی شناخت ہے اور جس میں ہماری زندگی اور بقاء کا راز ہے۔ حضرت علامہ بشیر القادری نے اس کتاب میں جن موضوعات کو اپنی تحریر اور توجہ کا مرکز بنایا، اُن کو عصری تقاضوں کی روشنی میں اور اُن کے مختلف پہلوؤں پر جامع اظہار خیال فرمایا ہے اور یہ اُن ہی کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے آمین!

دعا گو احقر جمیل احمد نعیمی

ناظم تعلیمات دار العلوم نعیمیہ کراچی

یہ اُن کا کرم بس اُن کا کرم ہے
ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ

لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر مت دو۔ القرآن

مقدمہ

طالبان یا آستین کے سانپ

طالبان کون لوگ ہیں: ان کے کتنے گروہ ہیں، کس گروہ کے پیچھے کون سی طاقت ہے، اور کس نے مسلمانوں کے خلاف دشمن قوتوں سے شرمناک اور خفیہ معاہدے کیے ہوئے ہیں، اور کون کس گروہ کی کتنی مدد کر رہا ہے، اُن میں کون اسلام کے لیے لڑ رہا ہے اور کون امریکہ اور بھارت کے لیے لڑ رہا ہے؟

قارئین کرام! مابعد آنے والی تحریر ان تمام سوالات کے جوابات لے کر آ رہی ہے، جس سے سب کچھ معلوم ہو جائے گا، مگر یہاں جو اصل حقیقت آپ لوگوں کے گوش گزار کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ طالبان جو بھی ہیں، وہ اپنی جگہ، مگر یہ سارے کا سارا کیا دھرا ہمارے سیاسی حکمرانوں، فوجی جرنیلوں اور مذہبی انتہا پسندوں، نام نہاد، جہادی تنظیموں اور لیسانیت وقومیت پرست قوتوں کا ہے. جو آج طالبان کی صورت میں اکیسویں صدی کا چیلنج بن کر سامنے آئے ہیں، اور بے گناہ مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے، فوج کو بدنام اور اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ کچھ ہمارے مذہبی اور سیاسی لیڈران کے اب بھی بات سمجھ میں نہیں آ رہی، اور وہ طالبان کی وحشی اور شرمناک حرکتوں، امریکی ایجنڈے کی تکمیل کی طرف جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی، جیسے بلی کو دیکھ کر خرگوش آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ وہ بلی سے محفوظ ہو چکا ہے۔'' کی طرح جان بوجھ کر چشم پوشی سے کام لے رہے ہیں، یا خطرناک منافقت کی چال چل رہے ہیں، پاکستان کے بنیادی دشمن'' اپنے سلف وخلف کی ارواح خبیثیہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں جو پاکستان کے قیام کے دشمن تھے۔ اور بھارت کا پرانا احسان چکانا چاہتے ہیں، امریکہ دشمن اسلام اور دہشت گرد ہے، اُس نے ہمیشہ دہشت گردوں کا ساتھ دیا ہے، اس لیے اُس نے اسرائیلی کتا پال رکھا ہے۔'' امریکہ نے ہمارا کبھی ساتھ نہیں دیا، اس نظریہ کا اظہار جناب میجر جنرل اطہر

عباس جو کہ سوات آپریشن Spoke sman ہیں، انہوں نے اپنے انٹرویوں میں واضح الفاظ میں کہا ہے کہ ہم نے جب بھی امریکہ کو دہشت گردوں کی نشاندہی کی ہے۔ امریکہ نے ہمیشہ نظر انداز کیا ہے۔'' میجر جنرل اطہر عباس نے مزید کہا کہ امریکہ اپنے اسلحہ کی حفاظت کرے اُن کا اسلحہ ہمارے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔'' مگر امریکہ اس آواز پر کان نہیں دھر رہا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان جیسے دہشت گرد امریکہ ہی کا کھیل ہے ورنہ جنگ اتنی طول نہ پکڑتی چند گھنٹوں بلکہ منٹوں میں ختم ہو جاتی...... ڈاکٹر شاہد مسعود کے پروگرام ''میرے مطابق'' جو کہ ''جیو، ٹی وی'' پر نشر ہوتا ہے اتوار کی رات ۱۱ بجے حمید گُل اور بھارتی صحافی بھرت ورما کے درمیان گفتگو ہوئی، حمید گُل نے اُنکے سامنے جہاں کئی حقائق سے پردہ اٹھایا وہاں انہوں نے یہ بھی کہا کہ بھارت اور امریکہ دونوں ملکر پاکستان کو ڈی اسٹیبل کر رہے ہیں اور پاکستان کو اقتصادی طور پر تباہ کر کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، جو کہ ہم ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے، اور بھارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، انہوں نے بھارتی صحافی بھرت ورما کے سامنے اُن سے سوال کیا کہ بھارت نے افغانستان میں سترہ چیک پوسٹیں پاکستان کے بارڈر کے ساتھ افغانستان کی سرحدوں پر بنا رکھیں ہیں، اُن کا کیا جواز بنتا ہے، اور وہ سترہ چیک پوسٹیں بنانے کا مطلب کیا ہے؟

اس کے جواب میں بھارتی صحافی بھرت ورما نے کہا کہ اُن چیک پوسٹوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم افغانستان میں ترقیاتی پروگرام چلا رہے ہیں، افغانستان کی تعمیر کے ساتھ ساتھ افغان لوگوں کو تعلیم کے لیے بھارت بھیج رہے ہیں، مگر جنرل حمید گُل جیسے لوگوں کو بھارت فوبیا ہو گیا ہے، حمید گل نے کہا کہ نہیں اُن کے ذریعے پاکستان میں تخریب کاری ہو رہی ہے اور طالبان جیسی دہشت گرد تنظیم کو اسلحہ دیا جا رہا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ مئی ۲۰۰۹ء بروز پیر)

قارئین کرام! آج جو انکشاف جنرل حمید گُل صاحب کر رہے ہیں، اس جیسے ہزاروں خدشات وانکشافات مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کر دیئے

تھے، جو آج بھی اُن کے انٹرویوز، لیکچروں، تقریروں اور بیانات کی صورت میں موجود ہیں۔

کئی بار آپ نے حکمرانوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی سرحدیں محفوظ نہیں ہیں۔ بھارت تخریب کاری کر رہا ہے، وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر مسلم ممالک نے عراق کی طرف توجہ نہ دی تو اس کے بعد ایران اور پھر پاکستان کا نمبر آئے گا...... لیکن حکمرانوں کو اقتدار کا نشہ طاری رہا۔ اور آج پاکستان پر سخت وقت آچکا ہے۔

سوچنے کی ضرورت ہے، سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ قبائلی علاقوں میں عسکریت مقامی لوگوں کی پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ یہ عسکریت، اسلام آباد اور راولپنڈی نے پاکستانی جہادی تنظیموں سے مل کر قومی مفادات کے تحفظ کے نام پر شروع کی تھی، اکثر لوگ قبائلی علاقوں میں حالیہ عسکریت کو افغانستان میں روسی فوج کی آمد کے باعث پیدا ہونے والے حالات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

مگر یہ ذوالفقار علی بھٹو کا دورِ حکومت تھا جب نئی دہلی نے کابل کے ساتھ مل کر صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مداخلت شروع کی۔ پیپلز پارٹی کے رہنما حیات شیرپاؤ کو پشاور میں ایک بم دھماکے میں شہید کیا گیا اور پھر بھارت نے ایٹمی دھماکہ بھی کر دیا، افغانستان کے راستے سے بھارت کی پاکستان میں مداخلت کو روکنے کے لیے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے فرنٹیئر کانسٹیبلری کے آئی جی نصیر اللہ بابر کے ذریعہ ۱۹۷۵ء میں افغان حکومت کے مخالفوں گلبدین حکمت یار، برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود کو پاکستان بلایا اور قبائلی علاقوں میں اُن کے تربیتی کیمپ قائم کروائے۔

دوسری طرف بھارتی پنجاب میں سکھ علیحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ نصیر اللہ بابر نے خود کئی بار اس بات کا اظہار کیا ہے کہ افغانستان باغیوں کی کاروائیوں کے باعث کابل کے حکمرانوں کی عقل صرف ایک سال میں ٹھکانے پر آگئی اور ۱۹۷۶ء میں سردار داؤد ڈیونڈر لائن کا مسئلہ طے کرنے کے لیے راضی ہو گیا۔ ۱۹۷۷ء میں بھٹو صاحب کی حکومت ختم نہ ہوتی تو وہ ڈیورنڈ لائن کا مسئلہ شاید حل کر چکے ہوتے، جنرل ضیاء الحق نے جبری اقتدار

سنبھالنے کے بعد کافی عرصہ تک افغان باغیوں کو فراموش کیے رکھا اس دوران نصیر اللہ بابر ان باغیوں کو سنبھالنے کے لیے کبھی شاہِ ایران رضا پہلوی اور کبھی امریکی حکومت سے رابطے کرتے رہے، ۱۹۷۹ء میں روسی فوج افغانستان میں داخل ہوئی تو امریکہ نے جنرل ضیاء الحق کے ذریعہ افغان باغیوں کی مدد شروع کر دی۔ یہ وہ دور تھا جب شمالی وزیرستان، جنوبی وزیرستان مہمند، باجوڑ اور خیبر میں ان مجاہدین کے مراکز قائم کیے گئے اور عربوں کو یہاں خوش آمدید کہا گیا۔ ۱۹۸۹ء میں روسی فوج شکست کھا کر افغانستان سے نکلی تو پورے پاکستان میں بھی ضیاء الحق کے ذریعے کلاشنکوف کلچر پھیل چکا تھا۔ اُس دوران بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے اِس کے رَدّ میں بہت تقاریر کیں، کہ پاکستان میں افغانستان کے راستے کلاشنکوف کلچر پھیل رہا ہے۔ قارئین کرام پاکستان...... میں اور سندھ کے اکثر شہروں اور بلخصوص شہر کراچی کے ایک مخصوص گروہ کو اسلحہ دے کر طالبان بنایا گیا۔

اب طالبان جنم لیتے ہیں:

روسی فوج کی واپسی کے بعد گلبدین حکمت یار اور احمد شاہ مسعود نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ یہ لڑائی کئی سال تک جاری رہی اور اس خانہ جنگی کے بطن سے افغانستان کے طالبان نے جنم لیا......

۱۹۹۴ء میں اسپین بولاک سے طالبان تحریک شروع ہوئی تو نصیر اللہ بابر پاکستان کے وزیر خارجہ تھے۔ انہیں افغانستان میں پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لیے ایک گروپ کی ضرورت تھی۔ انہوں نے امریکی آئل کمپنی کے نمائندے رابرٹ اوکلے کے ساتھ مل کر افغان طالبان کی سرپرستی شروع کی اور کچھ عرصے میں پاکستانی فوج نے بھی طالبان کو اپنا قیمتی اثاثہ سمجھنا شروع کر دیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب افغان طالبان نے اپنے جنگ زدہ ملک میں امن قائم کر کے اپنے دشمن کو بھی حیران کر دیا۔

نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں افغانستان ایسے عناصر کی پناہ گاہ بننے لگا جو پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کرتے تھے، لیکن پاکستان کی فوجی قیادت طالبان کی

حمایت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جنرل پرویز مشرف نے فوراً اپنی پالیسی تبدیل کی اور امریکی مفاد میں طالبان کو کابل سے نکال دیا۔ طالبان کی حکومت ختم ہونے کے بعد افغانستان کے حالات بہتر ہونے کے بجائے مزید بگڑ گئے اور پاکستان کے قبائلی علاقوں کے نوجوانوں نے بھی افغانستان جا کر امریکی فوج پر حملے شروع کر دیئے ۲۰۰۳ء میں پشاور کے کور کمانڈر علی محمد جان اورکزئی نے پہلی دفعہ شور شرابہ شروع کیا کہ بھارت نے افغانستان کے راستے قبائلی علاقوں میں مداخلت شروع کر دی ہے۔

۲۰۰۴ء میں پاکستانی فوج نے ایک ناقص حکمتِ عملی کے تحت جنوبی وزیرستان میں آپریشن شروع کیا تو ردِ عمل میں قبائلی نوجوانوں نے فوج پر حملے شروع کر دیئے۔ اسی آپریشن نے پاکستانی طالبان کو جنم دیا۔ پاکستانی طالبان کوئی ایک منظم اور مربوط گروپ نہیں بلکہ بہت سی جہادی تنظیموں اور گروپوں کا مجموعہ ہیں۔ بیت اللہ محسود بظاہر خود کو پاکستانی طالبانی تحریک کا سربراہ کہتے ہیں، لیکن ان کے اپنے علاقے میں قاری زین الدین محسود کا گروپ اُن کا شدید مخالف ہے، بیت اللہ محسود کے جنگجوؤں کی تعداد ۲۰ ہزار کے قریب ہے جب کہ علاقے میں مولوی نذیر کے پاس بھی ۱۰ ہزار جنگجو ہیں، مولوی نذیر کے جنگجو حنفی مسلمان ہیں، اور یہ گروپ افغانستان میں سرگرم ہے، امریکی ڈرون حملوں کا نشانہ کئی مرتبہ یہی گروپ بنتا رہا ہے۔ دوسرے جتنے بھی طالبان کے گروپ ہیں امریکہ نے اُن کے خلاف کبھی بھی ڈرون حملے نہیں کیئے۔ یہی سوالیہ نشان ہے؟ آخر کیوں؟ اور سوات میں جن لوگوں (طالبان) نے اسلام کے نقاب لگا رکھے ہیں اُن کے مارے جانے کے بعد اُن کی شناخت کرنے پر پتہ چلا ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں، یہاں تک کہ وزیرستان میں واقع ایک بستی میر علی میں تو یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ دہشت گردوں کے ایک گروپ کو گرفتار کر کے جب تفتیش کی گئی تو پتا چلا کہ انہیں اسلحہ اور پیسہ ایک امام مسجد نے فراہم کیا تھا۔ سیکورٹی فورسز نے اس امام مسجد کو گرفتار کیا اُس کی بھی شناخت کی گئی، تو وہ بھی غیر مختون نکلا، مکمل تفصیل سامنے آئی تو پتا چلا کہ وہ ہندو تھا، اس نے پہلے امامت مسجد کی تربیت حاصل کی اور پھر میر علی میں آ کر ایک مسجد سنبھال لی، گرفتار ہونے سے پہلے وہ دس سال تک امامت کے فرائض سر

انجام دیتا رہا، تو قارئین کرام مندرجہ بالا تحریر کے ذریعے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ طالبان کو ن ہیں ان کے کتنے گروہ ہیں کون کس کے لیے لڑ رہا ہے......

مگر یہ یقین ہے کہ اب پاکستان اور اسلام کی جنگ کوئی طالبانی گروہ نہیں لڑ رہا ہے، ہر طالبانی گروہ کی لگام کسی نہ کسی دوسری طاقت کے ہاتھ میں ہے۔ طالبانی ایک گروہ جس کا موجودہ جنگی بازو ملا فضل اللہ ہے، اور صوفی محمد اُن کا سیاسی کردار ادا کرنے والے ہیں، یہ بدعقیدہ وہابی اور جہادی تنظیموں کی پیداوار ہے، یہی گروہ مزارات کی بے حرمتی کر رہا ہے۔ اور اسی گروہ کے تانے بانے اندرون اور بیرون ملک بدعقیدہ جہادی تنظیموں سے ہیں، ملک اور قوم کو دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کی وجہ سے روایتی اور غیر روایتی جنگ دونوں طرح کے مسائل اور مصائب کا سامنا ہے، جس انداز میں بے گناہ اور معصوم لوگوں کو بم دھماکوں سے مارا جا رہا ہے، اس پر یہ بھی سوال اٹھایا جانے لگا ہے کہ کیا شریعت محمدی کا کوئی بھی حامی ایسے جرائم کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر وہ کون لوگ ہیں اور اُن کے ساتھ شریعتِ محمدی کے نفاذ کے حامیوں کا اتحاد کیوں ہے؟ اس پہلو کو سامنے رکھیں تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شریعتِ محمدی کے نفاذ کے حامی ہی ان علاقوں میں سرگرم عمل ہیں تو کیا ان کے اعمال اس شریعت محمدی سے ذرا برابر بھی مطابقت رکھتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

آل پارٹیز کانفرنس کے بعد مسلم لیگ (ن) جو پارلیمنٹ کی دوسری بڑی جماعت ہے فوجی آپریشن کی مکمل حمایت کر رہی ہے۔ مسلم لیگ (ق) ایوان میں حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت ہے وہ بھی آپریشن کی حمایت کر رہی ہے، حکومت میں شامل جماعتوں میں سے صرف ایک مولانا فضل الرحمٰن کی جمیعت بوجوہ کبھی عدم اتفاق کا اظہار کر دیتی ہے، تو کبھی چھپے لفظوں میں حمایت کرتی ہوئی نظر آتی ہے مگر فوج اس آپریشن سے متفق ہے اور قربانیاں دے رہی ہے۔

قارئین کرام! ہمارے لیے تو ایک پہلے ہی مسئلہ کشمیر درپیش تھا اب دوسرا مسئلہ افغانستان بھی مسئلہ کشمیر ہی بنتا نظر آ رہا ہے۔"

اسلام کا نظریہ ''جہاد'' اور جہادی تنظیمیں''

دینِ اسلام ''نظامِ رحمت ہے''

دینِ اسلام ''نظامِ رحمت ہے'' اس کے نظریہ قتال (جہاد) میں فلسفہ امن و سلامتی مخفی ہے، اسلام کی ''۱۴ سو سالہ تاریخ اس پر شاہد عدل ہے، مگر وہابیائی فرقے کے بطن سے جنم لینے والی نام نہاد جہادی، تنظیمیں، جماعتِ سلفی کی شاخیں، جیشِ محمد، لشکرِ طیبہ، لشکرِ جھنگوی، سپاہِ صحابہ، حرکت المجاہدین، الدعوت ولارشاد'' القاعدہ، اور پاکستانی طالبان نے اسلام کے نظامِ رحمت کو دہشت گردی کا نظام بنا کر، اسلام کو ملزم و مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے، اِن مذکورہ جہادی تنظیموں کی تاریخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے طالبان تک خود گواہ ہے کہ ہر دور میں باطل قوتوں سے ساز باز کر کے اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے رسوائی کے سامان مہیا کرتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر کے صلیبی ممالک، جن کی بربریت کے گواہ، اُن کے عقوبت خانے جہاں انسانوں کو وحشت ناک اور شرمناک سزائیں دی جاتی رہی، کلیسا کے دہشت گرد قوانین کے سامنے انسانوں کو حیوانوں سے بھی بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا۔

وہ یہود و نصاریٰ جن کے سامنے نہ کسی انسان کی عزت محفوظ رہی، نہ جان و مال جو بادشاہ کی خوشنودی اور صحت کے لیے انسانوں کو ذبح کرتے رہے، اور انسانوں کی کھوپڑیوں سے محلات تعمیر کرتے رہے، مورتیوں پر انسانوں کی بھینٹ چڑھاتے رہے اور کہیں چھوت چھات کے نیچے انسانیت کراہ رہی تھی......

انسانیت کو خاک و خون میں تڑپانے والوں درندوں کو اسلام جیسے پُر امن اور انسانیت دوست مذہب پر انگشت نمائی کا موقع دیا۔

اسلام میں جو قتال (جہاد) کا حکم ہے، وہ اس لیے ہے کہ جس محروم و مظلوم انسانوں کو آزادی کی نعمت عدل و انصاف، تمام انسانوں میں مساوات، حقوق کا تحفظ، جان و مال اور عزت کا تحفظ، دینے کے لیے، اور خود ساختہ انسانی خداؤں کے مظالم سے انسانوں کو نجات

دلا کر انہیں بھی زندگی کا حق فراہم کرنے کے لئے، اور اسلام نے اس (قتال) کے لیے جامع اُصول و قوانین عطا فرمائے ہیں۔ مگر نام نہاد جہادی تنظیموں نے بربریت اور ظلم کے ایسے بازار گرم کر کے جہاں، اہل کلیساؤں اور صلیبیوں کی دہشت گردی کو پیچھے چھوڑ دیا، وہاں باطل نظام کی ہڈیوں پر پلنے کا حق نمک بھی ادا کیا، اور کر رہے ہیں، اور آج جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے یہ بھی کسی باطل قوت کا حق نمک ادا کیا جا رہا ہے، پاک فوج سے جنگ لڑنا، پاک فوج کی مخالفت کرنا، قبروں سے لاشے نکال کر درختوں پر لٹکانا، مزارات کی بے حرمتی، اور اُن کو بموں سے اڑانا، مسلمان لڑکیوں سے زبردستی شادیاں کرنا۔ اور اسلام کی سی وضع، قطع بنا کر اہل اسلام پر ظلم اور باطل قوتوں سے اسلحہ لے کر مسلمان فوج کے جوانوں علماء کرام پر چلانا، یہ سب کچھ حق نمک کی ادائیگی کا ثمر ہے اس کے ساتھ ساتھ کسی بڑے منصوبے کی کڑیاں بھی نظر آ رہی ہیں، جب کہ اسلام اور نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کا علم رکھنے والے بربریت پر یقین نہیں رکھتے اور سامراجی طاقتوں کے آلہ کار بن کر مسلمانوں کا جینا حرام نہیں کرتے، اگر طالبان کو شریعت اسلامیہ سے عقیدت و محبت ہوتی تو معاہدہ سوات کے فوراً بعد ہتھیار ڈال دیتے اور اسلامی نظام اسلام کے اصولوں کے مطابق نافذ کرتے، مگر افسوس ایسا نہ ہوا، بلکہ انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے لئے مذید مسائل کھڑے کر دیئے، اور اپنے اُن سلف و خلف کی ارواح خبیثیہ کو خوش کر رہے ہیں، جنہوں نے پاکستان بنانے کی شدید مخالفت کی تھی، اور پھر ملک کی تباہی کے اسباب پیدا کر کے اپنے جھوٹے خوابوں کے ذریعے اپنی ولایت و بزرگی ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک بچے کو خواب میں نبی پاک ﷺ نے خواب میں فرمایا ہے کہ پاکستان پر بُرا وقت آنے والا ہے، لہذا فلاں فلاں سورتوں کا ورد کریں، قارئین کرام اس میں کوئی شک والی بات بالکل نہیں ہے کہ نبی پاک کرم فرماتے ہیں اور خوابوں میں تشریف لاتے ہیں، مگر خواب بیان وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا عقیدہ اُن کو اس طرح کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سراسر دھوکا اور فراڈ اس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ، ایک لڑکی نے کھانے کی میز پر اپنے امی اور ابو کو بتایا کہ کل ہم میں سے کوئی ایک نہیں ہوگا، اور کل دوسرے دن وہ لڑکی اپنے بنائے ہوئے پُروگرام کے مطابق گھر سے بھاگ گئی، اس پر بے غیرت باپ لوگوں کو بتاتے

پھر رہے تھے کہ ہماری بچی تو ولی اللہ تھی اُس نے ایک دن پہلے ہی مجھے بتادیا تھا کہ کل ہم میں سے ایک نہیں ہوگا۔اس طرح پاکستان اور مسلمانوں کی تباہی کے اسباب پیدا کرنے والے اپنے ہی عقیدے کے خلاف خوابوں کے ذریعے اپنی ولایت و بزرگی بتانے جارہے ہیں، اور غیر کی امداد کو شرک و کفر بتانے والے بے گھر ہونے والوں کے کیمپوں میں جاجا کر اُن کی امداد کے بہانے اُن کو پاکستان اور افواج کے خلاف بغاوت پر اُکسا رہے ہیں، تاکہ فوج پریشان ہوکر آپریشن روک دے......اور اس کے ساتھ ساتھ جیو، ٹی وی پر آکر رو رو کر اُن کی ہمدردیاں وصول کررہے ہیں، یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اولاد، یہ لال مسجد کے ہم پلہ اور ہم عقیدہ دیوبند جن کے پاس افغانستان سے لال مسجد کے ذریعے ملک کے بڑے بڑے شہروں کی بڑی بڑی مساجد و مدارس میں ناجائز اسلحہ کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں......جس کے بارے میں انتظامیہ لال مسجد کی طرح خوب باخبر ہے......تو قارئین کرام! اس کتاب میں جہاں ہم نے طالبان کے گروہ بتائے ہیں، وہاں اُن کی سازشیں اور اُن کے پیچھے طاقتوں کا ذکر کیا ہے اور ان دہشت گرد تنظیموں کی تاریخ اور تازیانے اور پھر نظام دہشت گردی پر بحث کی ہے کہ دہشت گردی کس کو کہتے ہیں اور دہشت گرد آخر کون ہیں......؟ اور اس کا اسلام کے ساتھ کتنا تعلق ہے......؟

آخری گذارش:

پوری قوم کا مطالبہ ہے کہ قیام امن کے لئے فوری طور پر امریکی، جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے، کیونکہ امریکی مفادات کی جنگ نہ تو پاکستان کے حق میں ہے اور نہ ہی اس خطے کے امن کے لیے اس سے صرف اور صرف پاکستان کو قربانی کا بکرا بنایا جارہا ہے، لہذا ملکی سلامتی اور خود مختاری کو داؤ پر لگانے کی بجائے امریکی پالیسیوں سے فوری طور پر ہاتھ کھینچا جائے، مگر ملاکنڈ میں فوجی آپریشن جاری رکھا جائے، اس میں مقررہ ہدف کو ہی نشانہ بنایا جائے۔اس سے تشدد کے دیگر واقعات میں بھی نہ صرف کمی آجائے گی بلکہ امید ہے کہ تشدد کی کاروائیاں مکمل طور پر ختم ہوجائیں گی، امریکہ کے جانے کے بعد یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوجائے گا کہ ان طالبان میں کون افغانی، کون امریکی، کون بھارتی، اور کون پاکستانی ہیں۔

''سب نقاب اتریں گے''

میدانِ جنگ میں کودنے کے بعد جس قوم کے کچھ عناصر ڈھلمل یقین ہوں، اسے بدنصیب ہی کہا جاسکتا ہے، ہزاروں بے گناہ ہم وطنوں کی قربانی دینے، مسلح افواج کے سینکڑوں افسروں اور جوانوں کی شہادتیں پیش کرنے اور ملک کے تمام بڑے شہروں میں خودکش دھماکوں سے ہونے والی تباہی سے دوچار ہونے کے بعد آخرکار دشمن کے خلاف کھلی جنگ شروع کی گئی ہے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی اس جنگ سے بچنے کی کتنی کوشش کرتے رہے، وہ اجتماعی نقصان پر انتہائی فکرمند تھے میڈیا کے ساتھ انہوں نے جتنی ملاقاتیں بھی کیں، اپنی اس پریشانی کا تفصیل سے اظہار کیا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ دہشت گردوں کے خلاف کسی کارروائی کے نتیجے میں بے گناہ اور پرامن شہریوں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑے۔ بے گناہ شہریوں کو بچانے کے لیے ان کی آخری کوشش معاہدہ امن کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ بے شک یہ ایک سیاسی اقدام تھا۔ لیکن چیف آف آرمی اسٹاف کی رضامندی کے بغیر یہ معاہدہ نہیں ہوسکتا تھا اور انکی رضامندی کی واحد وجہ یہ تھی کہ وہ شہریوں کو اجتماعی نقصان سے بچانا چاہتے تھے دہشت گردوں کے مخالفین میں شاید میں ہی ایک ایسا قلم کار تھا جس نے اس معاہدے کی حمایت کی، میری بھی یہی خواہش تھی کہ ہمارے بے گناہ ہم وطنوں کو جنگی کاروائیوں کا ہدف نہ بننا پڑے، لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ملا فضل اللہ، طالبان کا جنگی بازو تھے اور صوفی محمد سیاسی، دونوں نے اپنے اپنے شعبے میں انڈراسٹینڈنگ کے ساتھ کام کیا، صوفی محمد نے معاہدہ امن کا کھیل کھیلا اور اس کے پردے میں فضل اللہ کو جنگی تیاریوں کی مہلت لے کردی، اس کا نتیجہ آج ہماری قوم کو بھگتنا پڑرہا ہے۔اس میں اب کوئی شک نہیں رہنا چاہیے کہ پاکستان کے خلاف برسرجنگ طالبان کسی نہ کسی کے ایجنٹ ضرور ہیں، جس تیزی کے ساتھ ملا فضل اللہ مسلح قوت لے کر سامنے آئے ہیں ایسا کرنا مقامی وسائل کی بنیاد پر ممکن نہیں ہے۔اور اب جیسے جیسے فوج پیش قدمی کررہی ہے دہشت گردوں کے بنائے ہوئے مورچوں اور کمین گاہوں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ انہیں خصوصی تربیت اور وسائل میسر رہے ہیں، اس کا تجربہ ہماری فوج کو باجوڑ میں ہوچکا ہے وہاں جب کاروائی شروع کی گئی تو پتا چلا کہ طوطے کی ناک جیسے منہ والے بنکر اتنی

مہارت اور عمدہ میٹریل سے تیار کیے گئے ہیں کہ خود پاک فوج کو اس طرح کے بنکرز دستیاب نہیں، یہ اس طرح کہ بنکرز تھے جن پر راکٹ یا ٹینک کے گلوے کا براہ راست نشانہ نہیں لگ سکتا تھا۔ ان بنکرز میں آمد ورفت کا راستہ سامنے سے پوری طرح بند تھا، اندر جانے اور باہر آنے کے لیے پہلے جھک کر طوطے کی ناک جیسے حفاظتی خول کی پناہ ملتی اور اس کے بعد دہشت گرد اپنی کمین گاہ میں داخل ہوتے یہی طریقہ باہر آنے کا تھا۔ ان بنکرز کو تسخیر کرنے کے لیے فوج کو خصوصی طریقے اختیار کرنا پڑے، میں بھی اس وقت تک ان کمین گاہوں کے حفاظتی انتظام کو نہیں سمجھ سکتا تھا جب تک اس کی ویڈیو نہ دیکھ لیتا، سننے میں آیا ہے کہ سوات اور اس کے گردونواح میں نئی طرز کی بنکرز اور کمین گاہیں دیکھنے میں آ رہی ہیں اور خونخوار جنگجوؤں نے آمد ورفت کے راستوں کو بارودی سرنگوں سے بھر دیا ہے، جن کا نشانہ پاک فوج سے زیادہ بے گناہ شہری بن رہے ہیں یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی، کچھ بے حس لوگ مفتی نعیم جیسے اپنے ہی عوام کی تباہی اور ہلاکتوں کے باوجود قاتلوں کی ہم نوائی کرتے نظر آتے ہیں، اور واضح الفاظ میں جیوٹی وی میں انہوں نے کہا ہے کہ خودکش حملوں میں طالبان شامل نہیں ہیں۔

یہ دہشت گرد سات سالوں سے پاکستانی عوام پر ظلم ڈھا رہے ہیں مگر تب کسی کو نہ احادیث مبارکہ یاد آئیں اور نہ احکامات الٰہی وہ گردنیں کاٹ رہے تھے، وہ قبروں سے لاشیں نکال کر چوراہوں میں ٹانگ رہے تھے، وہ اسکولوں اور ہسپتالوں کو بموں سے اڑا رہے تھے، وہ ہماری فوج کے افسروں اور جوانوں کو شہید کر رہے تھے اس وقت کسی کو نہ کوئی حدیث یاد آئی اور نہ کلام پاک کی کوئی آیت، جس میں مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کی جان لینے سے منع کیا گیا ہو، مگر جیسے ہی طویل صبر کے بعد پاک فوج نے جوابی کاروائی کا فیصلہ کیا اور چند دہشت گرد ہلاک ہوئے تو کالموں کے کالم بھرے جا رہے تھے، جن میں یاد دلایا جا رہا تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل نہ کرے، ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ جو بے گناہ پاکستانی دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہو رہے ہیں کیا وہ مسلمان نہیں تھے، کیا مساجد میں خودکش دھماکوں کا نشانہ بننے والے کافر تھے؟ کیا امام بارگاہوں میں بہایا گیا خون غیر مسلموں کا تھا؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اپنے ہی ملک کو برباد کرنے والوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ کہاں سے آ جاتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف قومی یکجہتی میں دراڑیں ڈالنے

والوں کی جڑیں کہاں ہیں؟ کیا ان کا اسلام صرف دہشت گردی کے فروغ اور تحفظ کا سبق دیا ہے؟ کیا ان کے اسلام میں پر امن شہریوں، عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو کوئی تحفظ حاصل نہیں؟ کیا وحشیانہ دُرّوں کا شکار بننے والی ایک کمزور اور بے بس لڑکی کی چیخیں اور بلبلاہٹیں سن کر ان کی دلوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا کیا وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ سوچنے کی اہلیت نہیں رکھتے کہ اگر یہ منظر حقیقی ہے تو کس قدر ظالمانہ ہے اور وہ بے حس لوگ جو اس منظر کو دیکھ کر بھی اسلامی سزا قرار دیتے ہیں اور اس کے جواز پیش کرتے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ایک خاتون کو سزا دینے کا یہ طریقہ انتہائی وحشیانہ اور غیر اسلامی تھا۔

جنگ شروع ہو چکی ہے، واپسی کا راستہ نہیں، پاک فوج سے لڑنے والے باغیوں کو شکست نہ ہوئی تو پاک فوج کو شکست اٹھانا پڑے گی یہ ہے جنگ کا سیدھا سادہ نتیجہ، ان حالات میں جو بھی پاک فوج کے سامنے بندوق اٹھاتا ہے۔ وہ ہمارے ملک اور ہمارے عوام کا دشمن ہے اسے کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جا سکتا اور جو دشمنی کے اس رشتے کو گدلا کر عوام اور فوج کے جذبے میں کمی لانے کی کوشش کرتا ہے، وہ اپنے ملک اور اپنی عوام کا ساتھی نہیں ہو سکتا، اس طرح کے لوگوں پر نظر رکھنا اور ان سے حساب لینا عوام کا فرض ہے میں نے ایک ٹاک شو میں عرض کیا تھا کہ ہمارے سامنے دو طرح کے طالبان ہیں، امریکی اور پاکستانی امریکا کو شکایت ہے کہ پاکستانی طالبان، افغانستان میں جا کر اس کی فوجوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ہماری حکومت کو تو نہیں، مگر مجھ جیسے کچھ تشکیک پسندوں کو گلا ہے کہ پاکستانی شہریوں اور افواج پر حملہ آور ہونے والے امریکی اور بھارتی طالبان ہیں اور امریکہ دشمنی کا لبادہ اوڑھ کر جو پاکستانیوں کا خون بہانے والے طالبان کی حمایت کرتے ہیں وہ درحقیقت امریکی ایجنٹ ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ جنگ سارے پردے اٹھا دے گی، پردے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے، ہر چہرے سے نقاب اترے گا، ہر سازش کا راز کھلے گا اور دوستی اور دشمنی کے ساری رنگ سامنے آئیں گے۔ اس وقت نہ لفظوں کی جادوگری کام آئے گی، کہ اسلامی حوالے دے کر لوگوں کو فریب دے سکیں گے جب خون بہتا ہے تو..... فریب کاری کے سارے نقشے مٹ جاتے ہیں. مفتی رفیع اور ملا نعیم جیسوں کی چھپے لفظوں طالبانی حمایت اُن کو بے نقاب کر دے گی،

طالبان یا امریکہ

ایک امریکی جھنک ٹینک کے مطابق ۸۴ فیصد پاکستانی خطے میں امریکی فوج کی موجودگی کو خطرہ سمجھتے ہیں، ڈرون حملے بھی پاکستان کی سلامتی کے لیے بڑا خطرہ بن چکے ہیں. جنرل ڈیوڈ پیٹریاس کے مشیر نے امریکا کی پاکستان پالیسی پر کانگریس آرمڈ سروس کمیٹی کو بتایا کہ ڈورن حملے جنگجوؤں کے خاتمے کے بجائے مزید دشمن پیدا کر رہے ہیں، جس سے عوام میں غصہ ہے اور وہ انتہا پسندوں کا ساتھ دے رہے ہیں، مسائل کے حل کے لیے جمہوریت میں پارلیمنٹ اور قبائلی روایات میں جرگے کے سوا کوئی دوسرا فورم موثر ثابت نہیں ہوسکتا، حکومتی رٹ انسانوں کے لیے ہی ہوتی ہے، اگر لوگ انتقام اور ردعمل میں ہتھیار اٹھالیں، گھر اجڑ جائیں تو کھنڈرات اور پہاڑوں پر کیا رٹ قائم ہوگی، ڈرون حملوں کے دوران یہ رٹ کہاں رہتی ہے، جو عناصر حکومت کو اپنی رٹ قائم کرنے کے لیے خونریزی پر اکسا رہے ہیں، انہوں نے پرویز مشرف کو بھی لال مسجد آپریشن میں طاقت آزمانے کی شہ دی تھی، دنیا نے دیکھا مشرف کو رسوا ہو کر اقتدار چھوڑنا پڑا خون کی ندیاں بہانے کے حامی شرپسند عناصر موجودہ حکمرانوں کو بھی مشرف کے حشر سے دوچار کرانا چاہتے ہوں گے، ماضی سے سبق نہ سیکھنا تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، گولی اور بم کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ یہ نئے مسائل کو جنم دیتے ہیں، جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی کو کھا جاتی ہے اسی طرح اصول اور اخلاقی اقدار سے عاری طاقتیں کمزور پر جھپٹنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔

امریکیوں کو لاکھوں پاکستانیوں کی لاشوں کا تحفہ دے دیں ان کا جی نہیں بھرے گا، کیونکہ انہیں دوسرے ممالک میں مداخلت اور قبضہ جمانے کی لت پڑ چکی ہے، پاکستان ایٹمی ملک ہے اس لیے انہیں یہاں آنے کا بہانہ بھی بڑا چاہیے اور اس سے بڑا جواز اور کیا ہوسکتا ہے کہ طالبان یا القاعدہ کے اسلام آباد اور ایٹمی ہتھیاروں پر قبضے کا خطرہ پیدا کیا جائے، افغانستان اور عراق پر جارحانہ قبضے کے لیے اسی طرح کے جواز پیدا کیے گئے تھے

جہاں آج تک تباہی پھیلانے والے ہتھیار تو نہ ملے لیکن ان ملکوں کو تباہ کر دیا گیا. امریکی میڈیا آئے روز دنیا کو پاکستان سے خوف زدہ کرنے کے لیے نئی نئی رپورٹیں شائع کر رہا ہے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ طالبان یا القاعدہ ایسے حالات پیدا کر دیں گے کہ مجبور ہو کر حکومت کو ایٹمی ہتھیار منتقل کرنا پڑیں گے، اس دوران ان پر قبضہ کر لیا جائے گا یا طالبان کسی طرح ایٹمی مواد چرا لیں گے، سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ کے مطابق سی آئی اے موساد را ایم آئی ۶ اور جی این پی نے پاکستان کے خلاف سازشیں تیز کر دی ہیں، حکومت نے بھی بلوچستان میں مداخلت کا الزام ہندوستان پر لگایا ہے، لیکن امریکی پاکستان پر مسلسل زور ڈال رہے ہیں کہ بھارت کو نہیں طالبان کو دشمن سمجھا جائے اور پوری قوت سے طالبان کے خلاف آپریشن کیا جائے، جمہوری حکومت کے بجائے امریکی پاک فوج کی تعریف کر رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ صدر زرداری کے مشاورتی اور جمہوری طرز کے اقدامات سے ان کو شدید ٹھیس پہنچی ہے، اسی لیے عوام کو حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہے، امریکہ کھل کر عوام کو بغاوت پر اکسا رہا ہے، حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہاں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہے ملکی معاملات میں امریکہ کی بے جا مداخلت کا یہ حال ہے کہ سفارتی آداب کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اعلانیہ ڈکٹیشن دی جا رہی ہے، پاکستان کے ناکام ریاست ہونے کا کاؤنٹ ڈاؤن شروع کیا گیا ہے، جو کہ شرمناک بات ہے، فاٹا اور سوات میں طالبان کی سرگرمیوں سے ملک دشمنوں کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع میسر آ گیا ہے.

ڈرون حملے اور معصوم شہریوں کا قتل عام قابل مذہب ہے، اپنے ملک میں خودکش حملے اغوا کاری، دھماکے آتشزنی سرکاری املاک کی تباہی اور رٹ کی بحالی کے لیے فوجی آپریشن مسائل کا حل نہیں. غیر مشروط دوطرفہ سیز فائر کر کے پارلیمنٹ اور جرگہ میں معاملات پر غور و فکر اور حل تلاش کیا جانا چاہیے۔ طالبان بھی امریکی، اسلحہ بھی امریکی اور اُن کے خلاف فوجی آپریشن بھی امریکہ کی مرضی کے مطابق اب نتائج جو کچھ نکلیں گے وہ بھی معلوم ہو رہا ہے۔

آستین کے سانپ

یہ کہانی بہت پرانی ہے نئے حالات میں اس کہانی کے صرف چند کردار بدل گئے ہیں، افسوس کہ آج اس کہانی کے صرف چند نئے کرداروں پر لعن طعن کی جارہی ہے، جب کہ پرانے کرداروں کا نام ہی نہیں لیا جارہا جو ایک دفعہ پھر سرگرم عمل ہیں، آج یہ خاکسار اس کہانی کے ان پرانے کرداروں کے چہرے سے نقاب ہٹانے کی کوشش کرے گا تاکہ نئی نسل کو پتہ چل سکے کہ اس کہانی کا اصل ولن کون ہے؟ اس کہانی کا آغاز ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوا۔تقسیم ہند کے فوری بعد بھارتی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے افغانستان کے راستے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں مداخلت شروع کردی کابل میں بھارتی سفارتخانے کی طرف سے کچھ قبائلی عمائدین کے ذریعے انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کے ہیرو فقیر اپی کے ساتھ رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ قائداعظم محمد علی جناح کے چہرے پر داڑھی ہے اور نہ اسلام کے بارے میں کچھ جانتے ہیں، لہذا آپ وزیرستان کو افغانستان میں ضم کردیں یا علیحدہ ریاست کے قیام کا اعلان کردیں، دوسری طرف ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور میں قبائلی علاقوں کے عمائدین کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ قبائلی کشمیر کی آزادی کے لیے جہاد کریں گی۔ اس جرگے میں قائد اعظم سے درخواست کی گئی کہ قبائلی علاقوں کو براہ راست مرکزی حکومت کے تابع رکھا جائے۔قائداعظم نے یہ درخواست تسلیم کرلی۔اس دوران بنوں میں فقیر اپی کے نام سے یہ پمفلٹ تقسیم ہوا کہ جہاد کشمیر حرام ہے بلکہ قائداعظم کے خلاف جہاد کیا جائے جنہوں نے پاکستان میں شریعت نافذ نہیں کی۔۲۹ جون ۱۹۴۸ء کو پاکستانی اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ ایک ۳۵ سالہ قبائلی اول حسین کو گرفتار کرلیا گیا ہے جو فقیر اپی کے نام پنڈت نہرو کا ایک خط دہلی سے لا رہا تھا۔گیارہ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم وفات پاگئے، نہرو کا خیال تھا کہ پاکستان چھ ماہ میں ٹوٹ جائے گا، لہذا انہوں نے قبائلی علاقوں میں شورش کو مزید ہوا دی، تاریخی دستاویزات بتاتی ہیں کہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۰ء کو میر علی اور وانا کے علاقوں میں آزاد پشتونستان کا

پرچم لہرا کر فقیر اپی کو امیر سلطنت قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ نئی ریاست کا قانون اسلامی شریعت ہوگی۔۲۶ جون ۱۹۵۰ء کو فقیر اپی کے دو ساتھیوں اختر جان اور سعید نے کابل میں افغان حکام سے ملاقاتیں کیں اور آزاد پشتونستان کی فوج بنانے کے لیے وسائل مانگے، یہ وسائل بھارت نے فراہم کیے جس کی تفصیل ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب ''بطل حریت فقیر آف اپی'' میں تفصیل کے ساتھ درج ہے، کچھ ہی عرصے میں میر علی سے وانا تک بغاوت کو کچلنے کے لیے فضائی بمباری شروع کردی گئی، بمباری سے مسئلہ حل نہ ہوا تو مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی کی خدمات حاصل کی گئیں، انہوں نے ۲۲ مارچ کو احمد زئی وزیر، اتمان زئی وزیر، داوڑ اور محسود قبائل کے عمائدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک اسلامی ریاست کے خلاف جہاد جائز نہیں اگر جہاد کرنا ہے تو فلسطین اور کشمیر میں جاؤ سید امین الحسینی کے دورہ وزیرستان سے فقیر اپی کی تحریک کمزور پڑ گئی اور انہوں نے حکومت سے نفاذ شریعت کے لیے مذاکرات شروع کردیئے، فقیر اپی نے سیز فائر کردیا تو بھارت نے ان کی مدد بند کردی۔۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء کو فقیر اپی ابدی نیند سو گئے کئی سال کے بعد بھارت ایک دفعہ پھر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں عسکریت کو ہوا دے رہا ہے، ایک دفعہ پھر کابل میں بھارتی سفارتخانہ اس عسکریت پسندی کو رقم اور اسلحہ فراہم کررہا ہے، پاکستان کے قبائلی علاقوں میں دو طرح کے (طالبان) عسکریت پسند ہیں، ایک قسم وہ ہے جو افغانستان میں غیر ملکی افواج کے خلاف مزاحمت کو جہاد سمجھتے ہیں، دوسری قسم ان کی ہے جو افغانستان میں نہیں بلکہ پاکستان میں کارروائیاں کررہے ہیں، (نجدی وہابی) ان عسکریت پسندوں کے لیڈر مولانا فضل اللہ ہیں جو وہابی عقیدہ رکھتا ہے، جنہوں نے نہ کبھی افغانستان میں جہاد کیا اور نہ کشمیر میں جہاد کیا، حالات وواقعات بتاتے ہیں کہ شمالی وزیرستان، جنوبی وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقوں میں پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ امریکہ کے خلاف زیادہ نفرت ہے، یہ طالبان صرف حنفی مسلمان ہیں، جنرل پرویز مشرف کے منظر سے ہٹنے کے بعد ان علاقوں میں پاکستانی فوج کے خلاف مزاحمت کمزور پڑ گئی کیونکہ پاکستانی فوج نے ان ان علاقوں کے قبائلی عمائدین اور علماء کے ذریعے کئی مزاحمتی گروپوں کے ساتھ سیز فائر کرلیا

لیکن وادی سوات میں ایسا نہ ہوسکا، وجہ یہ تھی کہ وادی سوات میں قبائلی نظام کمزور ہے، یہ علاقہ صوبہ سرحد کے شہری علاقوں سے متصل ہے اور مقامی لوگ باہر سے آنے والوں پر زیادہ نظر نہیں رکھتے کیونکہ یہاں سیاحوں کی آمدرفت بھی رہتی تھی، مقامی لوگوں کے کان اس وقت کھڑے ہوئے جب باجوڑ کے راستے سے ازبک اور تاجک اسلحہ بردار بونیر میں داخل ہونے لگے، یہ اسلحہ بردار بظاہر تو شریعت کی بات کرتے تھے لیکن نہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے اور نہ ہی روزہ رکھتے تھے، ان میں سے اکثر کو پشتو زبان بھی نہ آتی تھی بلکہ وہ فارسی بولتے تھے، راولپنڈی سے مسلم لیگ (ن) کے رکن قومی اسمبلی حنیف عباسی ایک ایسے شخص کو جانتے ہیں جس کی تین بیٹیاں تھیں، ایک دن یہ اسلحہ بردار اس کے گھر پہنچے اور مطالبہ کیا کہ وہ اپنی تینوں بیٹیوں کا نکاح ان نام نہاد مجاہدین کے ساتھ کردے. اس شخص نے حکمت سے کام لیتے ہوئے کہ کہا کہ اسے شادی کی تیاری کے لیے ایک دن دیا جانا چاہیے، اسلحہ بردار دوبارہ شادی کے لیے آئے تو ان کی تاک میں بیٹھے ہوئے مقامی لوگوں نے انہیں گولیوں سے بھون ڈالا، وادی سوات میں ایسے کئی واقعات ہوئے جن میں غیر مقامی اسلحہ برداروں نے زبردستی مقامی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کیں۔ مولانا فضل اللہ ان غنڈوں کے سامنے بے بس تھے یا پھر ان کی ملی بھگت سے یہ سب ہورہا تھا، یہ شواہد بھی سامنے آنے لگے کہ یہ غیر مقامی اسلحہ بردار باجوڑ کے ہمسائے میں واقع افغان صوبے کنڑ سے رقم اور افرادی قوت حاصل کرتے ہیں اور مولانا فضل اللہ نے انہی عناصر کے دباؤ پر مولانا صوفی محمد اور سرحد حکومت کے درمیان امن معاہدہ کو ناکام بنایا یا پھر فضل اللہ اور صوفی محمد کی ملی بھگت سے سب کچھ ہوا۔

دوسری طرف افغان طالبان کے رہنما ملا محمد عمر نے خوست کے راستے سے شمالی وزیرستان کے عسکریت پسندوں کو حال ہی میں پیغام بھیجا کہ پاکستانی فوج کے خلاف لڑنا جہاد نہیں ہے اگر انہیں لڑنا ہے تو افغانستان آکر امریکی فوج سے لڑیں، القاعدہ کی حکمت عملی بھی یہی ہے کہ پاکستان میں لڑنے کی بجائے افغانستان پر توجہ دی جائے لیکن پاکستان حکومت کی مشکل یہ ہے کہ ڈھائی ہزار کلومیٹر لمبی پاک افغان سرحد پر کوئی باڑ یا دیوار نہیں لہذا وہ قبائلی علاقوں

کے عسکریت پسندوں کو افغانستان جانے سے نہیں روک سکتی اور اس مشکل کا فائدہ اٹھا کر امریکہ پاکستان پر ڈرون حملے کرتا ہے، اس مسئلے کا آسان ترین حل یہ ہے کہ امریکہ افغانستان سے نکل جائے اگر امریکہ کو وہاں سے نہیں نکلنا تو پھر پاکستان کو چاہیے کہ پاک افغان سرحد کو بند کردے، یہ سرحد بند ہوگی تو نہ پاکستانی عسکریت پسند افغانستان جائیں گے نہ افغانستان کے راستے سے ازبک اور تاجک سوات آئیں گے افغانستان کے راستے سے پاکستان میں آکر نفاذ شریعت کے نام پر قتل عام کرنے والوں کو بھارتی اسلحہ اور روپیہ دیا جارہا ہے اور اس کھیل میں کراچی کے کچھ بڑے سیٹھ بھی ملوث ہیں یہ کھیل ۱۹۴۷ء سے جاری ہے. ۱۹۴۷ء میں نفاذ شریعت کے لیے فقیر اپی کا نام استعمال ہوا اور ۲۰۰۹ء میں مولانا فضل اللہ کا نام استعمال ہوا۔ دونوں مرتبہ فساد کی جڑ بھارت ہے ہمارے حکمران مولانا فضل اللہ کو تو کوستے ہیں لیکن بھارت کے بارے میں خاموش ہیں کچھ دانشور بھی اچھل اچھل کر کہتے ہیں کہ طالبان اور پاکستان ایک ساتھ نہیں رہ سکتے لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان میں آگ لگانے والے طالبان کو بارود اور روپیہ کون دے رہا ہے تو یہ دانشور کھسیانی بلی بن جاتے ہیں، پاکستان کے آئین سے انکار کرنے والے طالبان ہمارے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں لیکن ہمیں ایسے دانشوروں اور ریٹائر جرنیلوں سے بھی ہوشیار رہنا ہے جو پاکستانی سرزمین پر امریکی ڈرون حملوں کی حمایت کرتے ہیں، کیا اس امریکی ڈرون حملے ریاست کے آئین اور ریاستی عملداری کے لیے خطرہ نہیں ان دانشوروں اور ریٹائرڈ جرنیلوں کے ماضی کو کریدیں تو پتا چلتا ہے کہ ان کے تانے بانے بھی دہلی کے ساتھ ملتے ہیں، میں دہلی کے ساتھ برابری کی بنیاد پر دوستی کا مخالف نہیں لیکن یہ سیکولر انتہا پسند ہمیں دہلی کا غلام بنانا چاہتے ہیں لہذا مولانا فضل اللہ کے ساتھ ساتھ ان سے بھی ہوشیار رہیے، ان کی نشانی یہ ہے کہ یہ امریکہ ڈرون حملوں کے حامی ہیں، مسئلہ کشمیر کو سردخانے میں ڈالنے کی تجویز دیتے ہیں اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی بھی مخالفت کرتے ہیں، خود ہی فیصلہ کرلیجئے کہ مولانا فضل اللہ اور بھارتی دودھ پر پلنے والے ان آستین کے سانپوں میں کیا فرق ہے؟

صوفی محمد کا ''اسلام''

روزنِ دیوار سے

صوفی محمد کے افکارِ عالیہ جو سننے کو ملتے ہیں' وہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ہی کے عقائد و نظریات ہیں، جو آنکھیں بند کر کے اُن پر ایمان نہ لائے اُن کی نظر میں وہ کافر ہے یا کفر کا مرتکب ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے تمام مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں، جو ان کے عقائد ونظریات قبول نہ کرے اس کے خلاف جہاد فرض ہے۔ یہی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نمایاں افکار تھے۔ چنانچہ صوفی محمد نے آئین، جمہوریت، پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ کو کفر قرار دے کر، مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد، مولانا ساجد میر، حافظ حسین احمد اور دیگر علماء کو جو جمہوری عمل پر یقین رکھتے ہیں وہ کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کا فتویٰ جاری کیا، ''صوفی محمد کا عقیدہ'' اگر ''اپنوں'' کے حوالے سے یہ ہے' تو علماء اہلسنت کے بارے میں اُن کی رائے محمد بن عبدالوہاب نجدی سے۔ یقیناً مختلف نہیں ہوگی کیونکہ تاریخ کے واضح الفاظ ملتے ہیں۔ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور تکفیر مسلمین اور قتل عام، مزارات صحابہ کا مسمار کرنا، اس نجدی کی اشاعت بزورِ شمشیر اہلِ ایمان پر کفر وشرک کے فتوے اور ان کے خلاف جہاد، انبیاء کرام، صحابہ عظام اور اولیاء اللہ کی تعظیم کفر وشرک نبی پاک کے مزارِ اقدس کی حاضری شرک......؟

اس لیے صوفی محمد کا فتویٰ کفر بظاہر عہدِ حاضر کے جمہوری علماء کے حوالے سے صادر ہوا ہے لیکن درحقیقت اس کی زد میں قیامِ پاکستان کے دور کے وہ علمائے کرام بھی آتے ہیں جو صوفی محمد نجدی کے ہم عقیدہ اور فکری استادوں کے استاد ہیں کیونکہ ان چند علماء نے انگریز اور مسلم لیگ کے ساتھ مل کر ہندوستان کی آزادی کے لیے چلنے والی جمہوری تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

یہاں پر کسی مسلک کے جید علماء اکابر اور دینی شخصیات کا تذکرہ دانستہ نہیں کروں گا،

جنہوں نے جمہوری تحریک میں سر سے پاؤں تک حصہ لیا تھا۔ صوفی محمد کے وضع کردہ دائرہ میں تو شاید یہ لوگ داخل ہی نہ ہو سکتے ہوں سمجھ میں نہ آنے والا مسئلہ تو یہ ہے کہ صوفی محمد کے دین میں لڑکیوں کو تعلیم دلانا، خلافِ اسلام، پگڑی صرف کالے رنگ کی، اس کے علاوہ سب رنگ خلافِ اسلام، ٹریفک بائیں ہاتھ نہیں دائیں ہاتھ چلنا چاہیے، ورنہ خلافِ اسلام، مزارات کی حاضری شرک ہے، یارسول اللہ کہنا کفر ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں استمداد اور استغاثہ شرک ہے۔ تو یہ پوری کی پوری نجدی تحریک کی نجدی شریعت ہے، نجدیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہابیوں کی صلیبی لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انگریزوں سے دوستی اور ترکوں سے جنگ کبھی ہندوستان میں ہندوؤں سے دوستی مسلمانوں سے جنگ اور یہ گلہ والی بات نہیں ہے کیونکہ مذکورہ علماء جن پر صوفی محمد نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ سب کے سب صوفی محمد کی ہی فکری لوگ ہیں، ویسے مذکورہ علماء کسی مصلحت کے تحت کھل کر سامنے نہیں آ رہے۔ یہ علماء بھی صوفی محمد کے عقائد ونظریات کے حامل ہیں۔ اس ضمن میں قاضی حسین احمد کا بیان کہ ''میڈیا'' والے مجھے اور صوفی محمد کو لڑانا چاہتے ہیں' اور سید منور حسن کا بیان'' جماعتِ اسلامی اور صوفی محمد کی منزل ایک ہے، جب کہ راہیں مختلف ہیں، یعنی کام بنانے کا طریقہ کار الگ الگ ہے باقی عقائد و نظریات ایک ہیں، تو پھر منافقت کیسی؟

جب یہ لوگ بھی صوفی محمد کے مداحوں میں شامل ہیں تو پریشانی کا سبب کیا ہے انہیں کھل کر اپنا نقطہ نظر عوام کے سامنے لانا چاہیے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے۔

بظاہر صوفی محمد جو کہتے ہیں وہ خود اُن ہی کے فتوے کے خلاف ہے مثلاً انہوں نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ یہ نظامِ کفر کی ایجاد ہے تو وہ خود بتائیں کہ آپ کے پاس انتہائی مہنگی گاڑی، اور اس کے خریدنے کے لیے رقم کہاں سے آئی؟، وہ اسلحہ کہاں سے آیا یا خریدہ، وہ انتہائی مہلک ہتھیار بھی تو کفری ایجاد ہیں، خود جناب تصویر کے خلاف ہیں مگر ٹی وی والوں کو انٹرویو بھی دیتے ہیں۔ جس طرح شراب پینے والا ہی نہیں شراب بیچنے والا بھی گناہ کا مرتکب

سمجھا جاتا ہے، اس لیے صوفی محمد اور ان کے مداحوں کا ایک ہی فکر ہے ایک ہی سوچ ہے اور ایک ہی منزل ہے۔ اللہ نہ کرے صوفی محمد کے مداحوں کے پاس اگر اقتدار آ جائے تو یہ کوئی صوفی محمد سے فتویٰ بازی سے کچھ کم نہیں ہیں، مگر ان نجدیوں کو جان لینا چاہیے کہ اگر مشائخ کرام اور علماء اہلسنت میدانِ عمل میں آ گئے اور عوام اہلسنت کو بے دار کر دیا تو نہ صوفی محمد کا فکر رہے گا اور نہ ان کے مداحوں کے لیے کوئی جگہ ہوگی۔ مگر اہلسنت الحمدللہ تشدد کا دین نہیں رکھتے اور تشدد کی سیاست نہیں رکھتے، وہ پاکستان کی سرزمین کو اپنی سرزمین اور دینِ اسلام کو اپنا دین سمجھتے ہیں پاکستان کی بدنامی اہلسنت کی بدنامی ہیں اور دینِ اسلام کا بدنامی اُن کی اپنی بدنامی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اولیاء کرام و مشائخ کرام کے لاکھوں مریدین موجود ہیں، مگر کسی پیر نے کسی عالم دین نے آج تک طالبان جیسی تنظیم نہیں بنائی، کہ جس میں مُلک و ملت کی بدنامی ہو، شاید یار لوگ اہلسنت کی یہی کمزوری تصور کرتے ہیں جو ان کا پاگل پن ہے۔

پانچ سے دس ہزار طالبان تشدد پسندوں کی وجہ سے، پندرہ لاکھ مسلمانوں کو نقل مکانی کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ اور ان چند شدت پسند ظالمان کی وجہ سے مملکتِ خداداد پاکستان کی سالمیت خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔ جو لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ آج اس وقت جغرافیائی اور نظریاتی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے، ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۷۵۱ طالبان شدت پسند ہلاک اور ۲۹ جوان شہید ہو چکے ہیں۔ ۱۳ سے ۱۵ لاکھ افراد ہجرت کر کے اپنے گھر، علاقے، مکانات سب کچھ چھوڑ کر خیموں اور کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور مزید یہ سلسلہ جاری ہے ادھر دشمن امریکہ ہمارے جوہری اثاثوں کی حفاظت کے حوالے سے پریشان ہے۔ جیسے جیسے وقت قریب آ رہا ہے طالبان اور امریکہ کا مشن پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ طالبان کا پودا امریکہ نے لگایا ہی اس لیے تھا کہ وقت پر اس پودے کی کاشت کی جا سکے۔ یہ سب ضیاء الحق کی مہربانی ہے کہ اس نے طالبان کو اسلام کے نام پر اور کسی کو حقوق کے نام پر بنایا۔ مگر حقوق اور اسلام تو مل نہ سکے ہاں جلاؤ گھیراؤ، قتل و

غارت گری، نفرت، لوٹ مار، دھماکے، افراتفری، جبر، استبداد بدعنوانیاں اور ملکی سالمیت کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔ لازمی ان سب کا ایصالِ ثواب ضیاء الحق ہی کو پہنچتا ہے۔ اب وقت آ پہنچا ہے امریکہ یکے بعد دیگرے دونوں سے کام لے رہا ہے۔ اور یہ دونوں اپنا اپنا کام کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اسلام کا نظامِ امن سب کے لیے

سعادت اور شقاوت، فطرتِ انسانی کے دو عنصر ہیں

سعادت آدمی کو آدمیت کا جامہ پہناتی ہے اور شقاوت انسان کو درندہ بناتی ہے۔ اسلام کے رہنما اصول سعادت سے ہم آغوش کرتے ہیں اور شقاوت کی راہ سے دور و نفور رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کاروانِ حیات کا تصور اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے اسلام فردِ واحد کی اصلاح پر کافی زور دیتا ہے، کیونکہ افراد ہی کے ذریعہ قوم اور جماعت تشکیل پاتی ہے۔ سوسائٹی، سماج اور معاشرہ افراد و قوم کیے باہمی ارتباط سے برپا ہوتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ ہر فرد کو جرائم سے دور رکھا جائے اور انہیں صالح تربیت دی جائے تاکہ معاشرے کے اندر برائیاں عام نہ ہو سکیں، انسان انسانوں کے آزار، تکالیف کا سبب نہ بن جائے۔ فرد اپنے اہلِ خاندان اپنے احباب و اقرباء اپنے شہر اور ملک کے باشندگان اور اپنی قوم میں ضم ہو کر نہیں رہے گا تو جی نہیں سکتا۔ انسانی زندگی کی گاڑی ملت کی شاہراہ کے بغیر نہیں چل سکتی۔

ایک صالح معاشرہ، پاکیزہ سوسائٹی قائم کرنے کے لیے دو چیزیں مطلوب ہیں۔ نمبر۱ وعظ و تبلیغ، ۔ نمبر۲، آئینی حصار اور قانونی ناکہ بندی، سعادت مند تبلیغ و ہدایت قبول کرے اور شرارت پسند کو قانون کا تازیانہ راستہ پر لے آئے گا۔ امن کی ضرورت ہے وہ چاہے ملک کے کسی بھی حصے میں ہو، اور امن عدل سے مشروط ہے۔ سوات ہو یا کراچی آئینی حصار اور قانونی ناکہ بندی ہوتی تو ۱۹۸۵ء کے سہراب گوٹھ آپریشن کی ناکامی کے ذمہ

داران پکڑا جاتا، پھر سانحہ علی گڑھ نہ ہوتا اور اگر یہ ہوا تھا تو سانحہ علی گڑھ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا ہوتا تو سانحہ پکا قلعہ نہیں ہوتا۔ ملک میں لسانی فسادات نہ ہوتے، اگر اسی وقت قاتلوں، دہشت گردوں کو قانون کی لگام دی جاتی تو آر سی ڈی گراؤنڈ سعود آباد میں ایک بزرگ اور مذہبی سیاست دان امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے جلسے پر قاتلانہ حملہ نہ ہوتا۔ اس کے بعد قانون کی نافذ ہوتا تو ۱۲ مئی ۲۰۰۴ء کا واقعہ نہ ہوتا۔ اور اگر ۱۲ مئی کے قاتلوں کو پکڑا جاتا اور سزا دی جاتی تو آج ملک میں نظام عدل کا بول بالا ہوتا۔ پھر نہ کوئی طالبان ہوتے اور نہ طالبان کے نام سے شور شرابہ کر کے دشمن کو ملک میں آنے کی دعوت دیتا۔ اور آج جو ہمارا حشر نشر ہو رہا ہے ملک میں لاقانونیت کا ثمر ہے کہ ملک میں پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور یہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے قانون سے غداری کی اپنی طاقت اور اسلحہ کی زور پر نظامِ رحمت کو نافذ ہونے سے روکا.......... اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

طالبان 21ویں صدی کا چیلنج

مذہبی جنون میں آ کر طالبان کی حمایت کرنے والے مذہبی اور سیاسی لیڈران کو ایک تجویز ''طالبان کون ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہیں؟ کس طاقت کے آلہ کار ہیں؟ اور ان کے ایجنڈا کیا ہے؟ اب یہ جو کچھ مذہبی اور سیاسی لوگ اپنی سیاست چمکانے کے لیے، سب کچھ امریکہ کے سر ڈال رہے ہیں، جب کہ طالبانی فتنہ میں یہ لوگ برابر کے شریک ہیں۔ بہرحال مالاکنڈ ڈویژن کے لوگ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ ان کے گھر مصیبت لانے والے اصل کون لوگ ہیں؟ ہم دربدر ہونے والے ہزاروں لوگوں کے خیالات سن چکے ہیں۔ وہ حکمرانوں، جرنیلوں کو اگر ایک گالی دیتے ہیں تو مذہبی اور جنونی لیڈران عسکریت پسندوں کو دو گالیاں دیتے ہیں۔

اب وہ زمانہ گزر گیا جب ان کے دلوں میں پگڑی، جبہ و دستار یا مجاہد کی قدر ہوا کرتی تھی۔ اور ان میں کچھ لوگوں کی حالیہ خاموشی، اُن مذہبی لیڈران عناصر کا احترام نہیں خوف ہے۔ خوف کے بادل بھی چھٹ گئے تو وہ صرف طالبان ہی کے نہیں بلکہ دین کے ہر نام لیوا کے خلاف ایسی نفرت کا اظہار کریں گے کہ دنیا دنگ رہ جائے گی۔ ڈاکٹر اسرار نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ غزوہ ہند اس خطے میں برپا ہوگا۔ بلکہ وہ تو امام مہدی کے نزول کا مقام بھی ملاکنڈ ڈویژن کو گردانتے تھے۔ طالبان کی اس لہر کو ہمارے مذہبی سیاسی لیڈران، اسلامی انقلاب کی تمہید قرار دے رہے تھے۔ اُسی دوران جب طالبان کی وہابیت پرستی اور امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے پروگرام ظاہر نہیں ہوئے تھے تو حضرتِ قائد اہلسنت امام الشان احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کچھ مفاد پرست مشیروں نے حضرت کے ہاتھ سے طالبان کی مدد بھی کروائی تھی۔ مگر اس کے بعد کئی مرتبہ ہم نے طالبان کی مذمت بھی حضرت قائد اہلسنت کی زبانی سُنی۔

ان کی تقریر جو افغانستان کے حق میں اور امریکیوں اور طالبان کے خلاف کی تھی ہمارے پاس ویڈیو کیسٹ موجود ہے، بہرحال وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف ہے اور اب پورا پختون اسلام کے نام پر اُن کی مٹھی میں بند ہو جائے گا، لیکن دنیا جو کچھ دیکھ رہی ہے اس کے تناظر میں اس خطے کا مستقبل مجھے نہایت سیکولر اور مذہب بیزار نظر آ رہا ہے۔ موقع ملا تو شاید ملاکنڈ کے لوگ اسی طرح داڑھیاں منڈوانے کے لیے حجاموں کی دکانوں پر قطاریں لگائیں گے۔ جس طرح کہ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد کابل میں آج دیکھنے کو مل رہا ہے، اب تک صورتحال یہ تھی کہ پختون گھر کی فکر بعد میں لیکن مسجد کی پہلے کیا کرتا تھا۔ لیکن مذہب کے نام پر اس کے ساتھ جو کھیل کھیلا گیا اور جس طرح اس کی ماں بہن کو رسوا کیا گیا، اس سے لگتا ہے کہ کہیں وہ مساجد اور مدارس کو ڈھانے نہ لگ جائیں، یہ جو آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ پاکستان خطرے میں ہے پختون رسوا ہوا لیکن میرے نزدیک ان دونوں سے زیادہ اسلام خطرے میں ہے، اس لیے زیادہ فکر بھی اسلام کے نام نہاد علم برداروں کو کرنی چاہیے، ان کو آگے بڑھ کر طالبان کو بھی سمجھانا

چاہیے اور حکومت کو بھی وہ ایک فریق پر تو تنقید کر رہے ہیں، لیکن دوسری فریق کے بارے میں خاموش ہیں، اب آپریشن کے خلاف تو آواز بلند کر رہے ہیں لیکن کل تک سوات کے عسکریت پسند جو کچھ کر رہے تھے اس کے بارے میں مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ بات چیت پر تو زور دیتے ہیں لیکن ثالثی کرانے کے لیے سنجیدہ نہیں، طالبان اور القاعدہ سے بات چیت مولانا فضل الرحمٰن کر سکتے ہیں، قاضی حسین احمد بھی کر سکتے ہیں، اور ڈاکٹر اسرار احمد بھی کر سکتے ہیں۔ اور اسی نوع کے دیگر لوگ لیکن افسوس کہ وہ یہ رول ادا کرنے پر آمادہ نہیں۔ معاملہ القاعدہ کے ہاتھ میں ہے یا پھر طالبان کے ہاتھ میں۔ القاعدہ کی صفوں میں جماعت اسلامی کے لیے خیر سگالی ہے تو طالبان کے ہاں مولانا فضل الرحمٰن اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ کے بارے میں یہ کیفیت ہے۔ طالبان کے حاجی گل بہادر اور حکیم اللہ محسود جیسے لوگ آج بھی مولانا فضل الرحمٰن کو اپنا امیر مانتے ہیں۔ ماضی میں جب مولانا فضل الرحمٰن کی بیت اللہ محسود سے ملاقات ہوئی تو ملاقات کے دوران وہ مولانا کے پاؤں دبا رہے تھے۔ سوات کے طالبان ایک سیاسی شخصیت کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور وہ ڈاکٹر اسرار احمد ہیں، اس لیے میری تجویز ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں دینی شخصیات کا ایک جرگہ تشکیل دیا جائے سید منور حسن، ڈاکٹر اسرار احمد مولانا طیب، مولانا سمیع الحق، مولانا فضل الرحمٰن، خلیل بخت زمین خان، حافظ محمد سعید اور اسی نوع کے دیگر لوگ اس کے ممبر بن جائیں، وہ بیت اللہ محسود سے بھی ملیں، فضل اللہ سے بھی اور مولانا فقیر محمد وغیرہ سے بھی، یہ لوگ جا کر ان کو سمجھائیں کہ جو طریقہ انہوں نے اپنا رکھا ہے اس سے امریکہ تباہ نہیں، بلکہ اس کا کام مزید آسان ہو رہا ہے اور جس طریقے سے وہ شریعت نافذ کرنے چلے ہیں، اس طریقے سے شریعت نافذ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ لوگ شریعت سے متنفر ہو رہے ہیں۔ یہ آگ وہی بجھا سکتے ہیں جنہوں نے اسے بھڑکا رکھا ہے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے انہیں اس راستے پر بحکم امریکہ لگا رکھا ہے اور اب یہی لوگ انہیں سمجھا سکتے ہیں، جماعت اسلامی کے رہنماؤں کی منتیں کرتے کرتے تو میں تھک گیا جب کہ گزشتہ روز خود مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں

عرض کیا کہ عسکریت پسندوں کی صفوں میں اپنی کریڈیبلٹی کی بحالی کے لیے حکومت چھوڑ دو اور پھر پل بن کر وزیرستان سے لے کر سوات تک طالبان اور حکومت کے مابین مذاکرات کا اہتمام کرو، انہوں نے اپنی شوریٰ سے مشورے اور سوچنے کا وعدہ کیا ہے، دیکھتے ہیں سوچنے اور مشاورت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

حقیقت حال کچھ اس طرح ہے کہ

تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ ہجرت، تحریکِ خلافت، تحریک شُدھی، تحریک پاکستان، تحریک قومی اتحاد، تحریک ختمِ نبوت اور اِن تحریکوں کے اندر چھوٹی چھوٹی تحریکیں، اور فوجی جرنلروں کی جانب سے خرید و فروخت کی منڈیاں، اور ان منڈیوں میں فروخت ہونے والی بدنصیب ارواح، سوداگرانِ اہلسنت، اور آج 2009 تک اہلسنت و جماعت کا نام روشن اور بے داغ ہے۔ آج جب کہ ایک مرتبہ پھر ملک و ملت کے بنیادی دشمنوں کی گندگی، طالبان اور امریکہ کی دریافت کردہ القائدہ امریکی گند، افغانستان کے درک مافیا کی حمایت اور مخالفت کرنے والے ابھی اظہر من الشمس، علماء و مشائخ اہلسنت استحکام پاکستان کے نام پر مرکزی جماعتِ اہلسنت کے پلیٹ فارم پر اور آل پارٹیز قومی کانفرنس جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر ہر دو پلیٹ فارموں پر جید علما کرام و مشائخ اہلسنت نے بھرپور شرکت فرمائی۔ مرکزی جماعت اہلسنت کے مشائخ نے خودکش حملوں کو حرام قرار دیا، اور فوجی آپریشن کی حمایت کا اعلان اور متاثرین سوات کی مدد کو قومی اور مذہبی فریضہ قرار دیا۔ جب کہ جمعیت علمائے پاکستان کے جید علماء و مشائخ نے فوجی آپریشن کی مخالفت اور مذاکرات کا مشورہ دیا، اہلسنت و جماعت کے علاوہ دوسرے فرقے کے علماء طالبان اور صوفی محمد کے مداحوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ وہی علما ہیں جن کے مشائخ قیامِ پاکستان کے مخالف تھے۔ اور فریقِ اوّل یعنی اہلسنت جو امریکہ اور امریکی گندگی ''طالبان'' کے نظریاتی مخالف ہیں۔ اُن کے مشائخ نے قیامِ پاکستان کی بھرپور حمایت کی تھی۔ اور آج بھی

الحمدللہ نظریاتی طور پر ہر صورت میں پاکستان کی حمایت میں ہیں۔ ہاں فریقِ اوّل کے کچھ علماء نما پیر نما، جنہوں نے چور دروازے سے اقتدار کے مزے لیے اور آج بھی مزے لے رہے ہیں۔ اُن کا کوئی حال ہے نہ مستقبل ہے۔ تاریخ اُن لوگوں کو اُن کا ہی لکھے گی جن کے پلیٹ فارم پر اقتدار میں آئے، اور وزارت کے حلف اٹھائے۔ مگر جماعت اور جمیعت سے ہمیشہ کے لیے ان کا پتہ کٹ چکا۔

امام الشاہ احمد نورانی سنی قوم کے سرمائے حیات تھے۔ وہ چور دروازے سے اقتدار اور وزارت کے سخت مخالف تھے، وہ نسلی، علاقائی اور لسانی قومیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ صرف مسلم قومیت پر یقین رکھتے تھے۔ وہ موجودہ طالبانی فکر کے سخت مخالف تھے۔ وہ افغانستان میں امریکی مداخلت کے بھی شدید خلاف تھے۔ ہمارا اہلسنت کا آج بھی دعویٰ ہے کہ طالبانی گندگی میں اہلسنت کے ایک بھی فرد کی حمایت کا کوئی کردار ہے نہ رہا ہے۔ اور نہ ہی ان کے عقائد ونظریات کی حمایت کرنے والوں میں علماء اہلسنت کا شمار ہے، قائد اہلسنت ریاست کے اندر، ریاست کے شدید مخالف تھے۔ کچھ طالبان افغانستان کے حنفی مذہب سادہ مسلمان تھے اور آج بھی ہیں جو صرف اور صرف اپنے مُلک وملّت کے حق میں امریکی مخالفت کی جنگ لڑ رہے ہیں، اُن کی کامیابی کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہیں۔

صوفی محمد کے ''شیخ الاسلام'' ہونے کا لبادہ اُتر گیا

مفتی منیب الرحمٰن

امت کو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی ضرورت ہے، استحکام پاکستان کانفرنس سے خطاب

راولپنڈی (نمائندہ جنگ) مفتی اعظم پاکستان اور تنظیم مدارس اہلسنت پاکستان کے

سربراہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن نے پرائیوٹ ٹی وی چینلز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے صوفی محمد کے ''شیخ اسلام'' ہونے کا لبادہ اتار دیا اور انکا فہم اسلام اور اسلامی احکام کا سحر ٹوٹ گیا ہے، اور ان کی حقیقت پوری قوم پر آشکار ہوگئی، امت کو ''صوفی محمد'' کی شریعت کی ضرورت نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی ضرورت ہے. مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام راولپنڈی میں منعقدہ آل پارٹیز استحکام پاکستان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی منیب الرحمٰن نے کہا کہ پاکستان اس وقت جس ابتلا سے دو چار ہے یہ ہمہ گیر، ہمہ جہت اور عمیق ہے اور اب پوری قوم کو ملک پر اس ابتلا کا مقابلہ کرنا ہوگا، انہوں نے کہا کہ گزشتہ تین چار عشروں سے ہماری مقتدرہ پہلے افسانوی شخصیات تراشتی ہے پھر وہ انہی کے راستے کا کوہ گراں بن جاتے ہیں ان جنات کو بوتل سے نکالنے کا منتر تو ہماری اسٹیبلشمنٹ کو آتا ہے لیکن واپس بوتل میں بند کرنے کا منتر نہیں آتا، اب ملک انہی جنات اور آسیبی عناصر کی زد میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست وحکومت کی اولین ذمہ داری عوام کی جان و مال اور آبرو کا تحفظ ہے، امن وسلامتی کی ضمانت حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت اس کی خیرات مسلح گروہوں سے مانگ رہی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ طبقہ علماء جو صوفی محمد طالبان سے نظریاتی قربت کے دعویدار ہے ان پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شرعی موقف دوٹوک انداز میں بیان کریں انہوں نے ہمیشہ ڈپلومیسی اور مصلحت کی زبان اختیار کی کہ ان کا مطالبہ تو صحیح ہے، طریقہ کار درست نہیں ہے، لال مسجد کے المیہ کو جنم دینے والے عوامل میں سے ایک عامل کی یہی مصلحت پر مبنی پالیسی تھی، مسلمانوں کو ذبح کرنا، نجی وقومی املاک کو تباہ کرنا، میتوں کو قبروں سے نکال کر درختوں پر لٹکانا، کیا ان جرائم کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ''ان کا مطالبہ تو درست ہے طریقہ کار درست نہیں ہے،'' کیا کفر وشرک کے بعد ان جرائم سے بڑھ کر بھی کوئی جرم باقی رہ جاتا ہے ان کا واضح شرعی حکم بیان کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ بعض ذمے دار حضرات، ان فسادی عناصر کے وکیل صفائی بن جاتے ہیں کہ طالبان کی چھتری تلے امریکی اسرائیلی و بھارتی

ایجنٹ اور جرائم پیشہ عناصر کارروائیاں کر رہے ہیں، اگر ان کا یہ تجزیہ درست ہے تو پھر ان سب سرگرمیوں کو حرام قرار دینے میں کسی بھی دیندار اور عالم دین کو کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔

پرانی تاریخ، موجودہ سیاسی حالات

سحر ہونے تک ڈاکٹر عبدالقدیر خان

سب سے پہلے آپ کی توجہ عراق، افغانستان کے معاملات کی طرف دلانا چاہتا ہوں، پوری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح انسانی حقوق کی سپہ سالاری کا دعویٰ کرنے والے بار بار بے شرمی سے جھوٹ بولتے رہے، ان میں سب سے بڑھ کر بش اور بلیئر تھے اور کس طرح انہوں نے عراق پر ایٹم بم بنانے اور موجودگی کے بارے میں بار بار جھوٹ بول کر ایک اسلامی ملک کو، اس کے عوام کو اور تہذیب و تمدن کو تباہ کر دیا تھا، یہی بلیئر اب فلسطین کا مسئلہ حل کرنے چلا ہے یعنی فلسطینیوں کو وہی پرانی میٹھی گولی دے رہا ہے اس ایک کمزور ملک پر نہ صرف امریکہ اور انگلستان نے تباہی برسائی بلکہ اس غیر انسانی اور جارحانہ عمل میں یورپ کے تیس سے زائدہ ممالک نے ساتھ دیا، اب تک ایک لاکھ سے زیادہ معصوم بچے، عورتیں مرد اور بوڑھے جاں بحق ہو چکے ہیں مگر یہ بربریت کا سلسلہ جاری ہے قیاس ہے کہ تقریباً بیس لاکھ انسان ہلاک ہو چکے ہیں اور یہ جارحیت بغیر کسی قابل قبول جرم کے، صدام حسین کو تو ۱۴۳ بے گناہ لوگوں کے قتل کے جرم میں پھانسی دے دی گئی مگر لاکھوں بے گناہ انسانوں کے قاتل آزاد پھر رہے ہیں اور عیاشی کر رہے ہیں، اسلامی ملک سوڈان کے صدر کے خلاف تو بین الاقوامی عدالت جرائم نے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے ہیں مگر نہ ہی بش و بلیئر اور نہ ہی ان کے قاتل کارندوں کے لیے ایک لفظ مذمت کہا گیا، اوبامہ سے ہماری کسی قسم کی اچھی توقع کرنا ایسا ہے جیسا کہ ہم ایل کے ایڈوانی سے محبت کی امید کریں۔

اسی طرح عراق کے وزیر ''کیمیکل'' علی کو سزائے موت سنائی گئی کہ ان پر الزام تھا کہ

انہوں نے کیمیکل ہتھیار تیار کیے تھے۔ (جو جھوٹا الزام تھا) لیکن کوئی بھی امریکن نہ ہی جیل بھیجا گیا اور نہ ہی کسی کو سزائے موت سنائی گئی کہ ویتنام میں نہایت مہلک قاتل گیس ایجنٹ آرینج (Agent Orange) استعمال کی یا اس کی تیاری کی، یہ دہرے قوانین کیوں؟

تمہارے رُخ پر پہنچے تو حسن کہلائے
وہی سیاہی جو میرے نامۂ اعمال میں ہے

کیوں ایک کے اعمال قابل قبول ہیں اور دوسرے کے قابل قتل؟ کسی مغربی ملک نے امریکہ کو نسل کشی کا ذمہ دار یا مجرم نہیں ٹھہرایا اور اوبامہ کے ساتھ مختلف سلوک نہیں ہونا چاہیے ابھی حال ہی میں پاکستانی امداد پر چند سخت اور توہین آمیز شرائط لگا کر ہمیں ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے، لیکن پھر کہاوت ہے کہ فقیر اپنی پسند کی چیز تو حاصل نہیں کرتے جو کچھ ان کے کشکول میں ڈال دو وہ قبول کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں ڈیڑھ ارب ڈالر سالانہ خیرات دینے کا عندیہ دیا گیا ہے جب کہ ہمارے اپنے محبِ وطن پاکستانی تقریباً سات ارب ڈالر سالانہ بھیجتے ہیں اور اگر ان سے مخلصانہ درخواست کی جائے اور ان کو شفاف اور ملک دوست پالیسی کا یقین دلایا جائے تو یہ رقم با آسانی دس ارب ڈالر تک جا سکتی ہے اور ہمیں کسی کے آگے فقیر کی حیثیت سے ہاتھ پھیلانے کی قطعی ضرورت نہیں پڑے گی۔

ڈرون حملے جاری ہیں مصدقہ اطلاعات کے مطابق ساٹھ حملوں میں تقریباً سات سو بے گناہ مرد عورتیں اور بچے ہلاک ہو چکے ہیں، اپنے ردعمل کو دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے، امریکہ نے ایران پر مسلسل الزام لگایا کہ وہ عراق میں ہتھیار اور تخریب کار بھیج رہا ہے مگر آج اس کی جرات نہیں ہوئی کہ ایک ڈرون حملہ بھی کر سکے۔ نہ ہی اس کی آبادی ہمارے برابر ہے اور نہ ہی فوجی قوت ہمارے برابر ہے۔ اسی طرح آپ کے سامنے ابھی شمالی کوریا کا میزائل ٹیسٹ ہے، امریکہ جنوبی کوریا اور جاپان نے بہت دھمکیاں دیں واویلا کیا اور میزائل کو مار گرانے کی دھمکی دی مگر شمالی کوریا اس گیدڑ بھبکی سے خوفزدہ نہیں ہوا اور کامیابی سے تجربہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ گڑبڑ کے حالات میں چند منٹ میں جنوبی کوریا کا دارالحکومت اور کئی

شہر دنیا کے نقشے سے غائب ہو جائیں گے اور تقریباً یہی حال ٹوکیو کا ہوگا. آپ کو یاد ہوگا کہ شمالی کوریا نے بہت عرصہ بیشتر امریکی جاسوس Pueblo پکڑ لیا تھا اور اس کے اسٹاف کو جیل میں ڈال دیا تھا۔ میں نے شمالی کوریا کے دورے کے دوران اس جہاز کا معائنہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے سامنے ایرانی طلباء کا امریکی سفارت خانہ پر قبضہ اور وہاں کے اسٹاف کو قید کرنے کا واقعہ بھی ہے۔ اگرچہ یہ عمل سرکاری وسفارتی آداب کے خلاف تھا مگر کیونکہ امریکہ نے شہنشاہ کے دور میں ایران کو بہت نقصان پہنچایا تھا اس لیے ایرانی طلبہ نے یہ کارروائی کی تھی۔

صومالیہ کے بحری قذاقوں نے مغربی جہازوں کا اغوا کرنے میں مہارت حاصل کر لی ہے نہ ہی وہاں ڈرون کام آ رہے ہیں اور نہ ہی ٹوماہاک میزائل یہ ہتھیار صرف نہتے معصوم قبائلی لوگوں پر بے دریغ استعمال ہوتے ہیں اور ان پر دہشت گرد القاعدہ اور طالبان کی پرچی لگادی جاتی ہے اور ہم فخریہ اس مسلم کش مہم میں شامل ہوتے ہیں، ابھی حال ہی میں امریکہ کے شہ پر ایتھوپیا کی عیسائی حکومت نے بلا جواز ایک خودمختار آزاد ملک صومالیہ پر کھلم کھلا جارحانہ حملہ کر دیا تھا اور دارالحکومت موغادیشو اور کئی شہروں پر قبضہ کر کے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کر دیا تھا. اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون اور مغربی ممالک نے اس جارحیت پر قطعی کوئی اعتراض یا احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی مذمت کی، اس کے برعکس جب انڈونیشیا کے صوبہ آچے میں عیسائیوں نے بغاوت کی تو امریکہ اور تمام مغربی ممالک نے اقوام متحدہ پر دباؤ ڈال کر آزادی دلادی تھی۔

پچھلے دنوں ایک لڑکی کو سوات میں کوڑے مارنے والا ایک افسوسناک وقابل مذمت منظر دکھایا گیا اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے کیونکہ اسلام کی مقرر کردہ سزا کے قطعی منافی تھا لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون صاحب نے فوراً ایک مذمتی تیر ہم پر داغ دیا، ابھی چند ماہ بیشتر جب اسرائیلی حکومت وفوج نے نہایت بربریت سے تقریباً چودہ سو فلسطینی مرد، بچے اور عورتوں کا قتل عام کیا تھا تو یہ

صاحب دوسری جانب دیکھ رہے تھے اور امریکہ نے اقوام متحدہ میں کوئی قرارداد اسرائیل کے خلاف منظور نہیں ہونے دی، خواہ فلسطین ہو یا کشمیر جہاں لاکھوں لوگ بربریت کے شکار ہو چکے ہیں اس میں برطانیہ کا ہاتھ ہے، انگریزوں کی اسلام اور مسلم دشمنی کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے اور انگریزوں نے جہاں یہ مہم چھوڑ دی تھی امریکہ نے اس کو اپنا لیا ہے، فلسطین کی تاریخ دیکھیں تو صدر نکسن سے لے کر اوبامہ تک ہر صدر آتے ہی اعلان کرتا ہے کہ فلسطینیوں کو اپنی مملکت کا حق ہے اور ان کو یہ ملنا چاہیے اور تو اور کارٹر نے تو ایک کتاب بھی لکھ ڈالی، پہلے چار سال کارٹر، پھر آٹھ سال ریگن، پھر چار سال باپ بش اور پھر آٹھ سال کلنٹن اور پھر آٹھ سال بیٹا، بش اسی طرح پچھلے بتیس سالوں سے ہم یہ کہانی سنتے آ رہے ہیں اور فلسطینی عوام کو دھوکہ اور بربریت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، دیکھیے مسئلہ اگر مغربی ممالک دیانتداری سے حل کرنا چاہیں تو ایک ہفتے میں حل ہو سکتا ہے، یہ لوگ اسرائیل اور عرب رہنماؤں کو ساتھ لے کر بیٹھ جائیں اسرائیل مقبوضہ علاقے خالی کرے اور تمام عرب ممالک اس کو ایک خودمختار ملک کی حیثیت سے قبول کر کے سفارتی تعلقات قائم کر لیں لیکن ایسا کیوں ہو؟ ایسا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ انگلستان اور دوسری سفید فام قومیں اس کوشش میں ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل اپنے ملک کو وسیع کرتا جائے گا فلسطینیوں کی زمین پر قبضہ کرتا جائے گا اور وہ مالدار بزدل عرب انگلی نہ اٹھائیں گے، تیل پر پابندی لگانے سے تمام اسرائیلی دوست گھٹنوں پر آ جائیں گے اگر عربوں کا امریکہ انگلستان آسٹریلیا، جاپان اور کینیڈا کے معدنی وسائل پر کوئی حق نہیں بنتا تو پھر ان ممالک کا بھی عرب ممالک کے وسائل پر کوئی حق نہیں ہے۔

پچھلے دنوں دو واقعات مغربی ممالک کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹک رہے ہیں ایک شمالی کوریا کا میزائل ٹیسٹ اور دوسرے ایران کا ایٹمی پروگرام آپ ان ممالک کی دوغلی پالیسی کو ملاحظہ کریں، جب اسرائیل، ہندوستان، جاپان جنوبی کوریا اور دوسرے چھچے ممالک ایسے میزائل ٹیسٹ کرتے ہیں تو مبارکبادی دی جاتی ہے مگر شمالی کوریا یہ "گناہ" کرے تو جہنم کا عتاب نازل ہو جاتا ہے، اسی طرح ایران کے ایٹمی پروگرام پر الزام تراشی اور شور مچایا ہوا

ہے، یہ خدائی فوجدار کبھی اسرائیل سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کرتے کہ وہ اپنے ایٹمی پروگرام کا عربوں اور پاکستانیوں سے معائنہ کرائے اور اس کے پرامن ہونے کا ثبوت دے بدمعاشی اور دوغلانہ پالیسی یہ ہے کہ اسرائیل کو ایک پاگل طاقتور کتے کی طرح چھوڑ دو اور عربوں کو اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دو. اس میں بہت قصور عرب ممالک کا بھی ہے، حضرت عمر، حضرت امیر معاویہ اور سلطان محمد فاتح کے دور میں ان کی کھلی بنی رہتی تھی کیونکہ اس وقت کے مسلمان صحیح مسلمان تھے، ایماندار تھے اور طاقتور تھے آج کل خود پرستی اور عیاشی عروج پر ہے اور ذلت وبے غیرتی کو زندگی کا شیوہ بنالیا گیا ہے۔

آپ کے ہمارے سامنے ویتنام، کوریا، عراق اور افغانستان میں مغربی ممالک کی مداخلت اور قتل عام کی مثالیں موجود ہیں اور یہ بھی علم ہے کہ اگر دشمن یا مدمقابل سخت ثابت ہوا تو ان لوگوں کے بہادری کے دعووں کا کیا حشر ہوا، مدت بیتی، سفارتی تقریبات میں میری ملاقات لاتعداد سفیروں سے ہوتی رہتی تھی ان میں جنوبی کوریا کے سفیر بھی تھے انہیں پاکستان اور شمالی کوریا کے تعلقات پر فکر تھی۔ میں نے ایک دن الگ بیٹھ کر ان سے گفتگو کی اور ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ کیوں امریکی بل ڈاگ بن کر اپنے ہی ہم وطن شمالی کوریا کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور دشمنی میں اضافہ کیے جاتے ہیں، پرانی جنگ کو چالیس سال گزر گئے ہیں اور امریکن آپ کو مرغوں اور کتوں کی لڑائی کا تماشا بنا رہے ہیں، آپ ایک قوم ہیں آپ کا ایک کلچر ہے، آپ دونوں یعنی پوری قوم ایک ہی دشمن کی جارحیت کا شکار رہا ہے،، اور لاتعداد مظالم اٹھائے ہیں، شمالی کوریا کے عوام آپ کے دوست ہیں، بہن بھائی ہیں ان کو ملٹری ٹیکنالوجی میں بہت مہارت ہے اور اگر آپ دونوں مل جائیں گے تو ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے اور آپ کے نام نہاد دوستوں اور ہمدردوں کو یہ بات گوارا نہیں ہے آپ کے سامنے مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کا الحاق ہے، الحاق سے پیشتر امریکہ نے مشرقی جرمنی کو شیطان کے طور پر پیش کر رکھا تھا پھر جنوبی اور شمالی یمن کا الحاق بھی سامنے ہے اور ویتنام کا الحاق بھی۔ ویتنام میں امریکہ نے بدمعاشی کر کے الیکشن معطل کرادیا اور ایک ڈکٹیٹر کو بٹھا کر جنگ شروع کرادی، تمام زہریلی گیسوں کا وہاں

استعمال کیا، لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیا اور ذلت سے شکست کھا کر بھاگنا پڑا آج ویتنام ایک قابل دید ملک ہے اس نے بہت ترقی کی ہے لوگ خوش حال ہیں جس طرح جرمنی دنیا کی اہم معاشی قوت بن گیا ہے میں نے سفیر اوان کے اسٹیٹ سے عرض کیا کہ آپ محبت، خلوص اور مالی مدد سے الحاق کی کوششیں کریں امریکن بل ڈاگ کا رول ادا نہ کریں، دیکھئے شاید کبھی ان لوگوں کو یہ بات سمجھ آجائے اور یہ اپنے مفاد کو امریکی مفاد پر ترجیح دے کر الحاق کی جانب قدم بڑھائے۔

ابھی چند دن پیشتر اوبامہ نے سی آئی اے کے تمام درندوں کو جنہوں نے لاتعداد بے گناہ قیدیوں پر نہایت نفرت انگیز اور تکلیف دہ مظالم ڈھائے تھے کھلے عام معافی دے دی حالانکہ خود امریکی حکومت نے اعتراض کیا تھا کہ یہ قیدی کسی جرم کے مرتکب نہ تھے اور یہ کہ یہ مظالم بین الاقوامی قوانین اور یو این یعنی اقوام متحدہ کے منشور کے تحت بھی ناقابل معافی جرائم کے تحت آتے تھے لیکن جس کی لاٹھی اسی کی بھینس والی بات ہے۔ ابھی ایک اور واقعہ قابل غور ہے، سوئیزرلینڈ کے شہر جنیوا میں اقوام متحدہ کے زیر سایہ ایک بین الاقوامی کانفرنس نسلی امتیاز پر کی گئی اس میں ایران کے صدر احمدی نژاد نے بھی شرکت کرنا تھی۔ کانفرنس کے شروع ہونے سے پیشتر ہی امریکہ اور اس کے حواری ممالک آسٹریلیا، اسرائیل، کینیڈا، جرمنی، اٹلی، ہالینڈ، نیوزی لینڈ اور پولینڈ نے اس کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کردیا۔ ایرانی صدر نے اسرائیل کو ایک نسل پرست ملک قرار دیا جو ایک حقیقت ہے اس بات پر بان کی مون اور دوسرے مغربی لیڈروں نے سخت احتجاج کیا لیکن ان کی دوغلی پالیسی کا منظر اس وقت دیکھئے جب بے گناہ مسلمانوں کے خون سے تر ہاتھوں والا اسرائیلی وزیر اعظم اولمرٹ یا پیریس کسی کانفرنس میں تقریر کرتے ہیں تو یہی لوگ اس طرح باادب بیٹھ کر سنتے ہیں گویا نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ انجیل کی تلاوت کر رہے ہوں. بس مسلمانوں کی حالت زار کی یہ شعر عکاسی کرتا ہے۔

دل ہلا دوں کس کے غم کی داستاں کس سے کہوں
بے کسوں کی کون سنتا ہے فغاں کس سے کہوں

ایک اور مثال بھی انگلینڈ میں گیارہ پاکستانی طلباء کی گرفتاری، ان پر دہشت گردی کا الزام زمین پر لٹا کر بندوقیں سر پر لگانا، ہتھکڑیاں لگانا ہے، وزیر اعظم گورڈن براؤن نے ٹی وی پر ایک تھیٹر بنا دیا اور ایک ہفتہ بعد یہ تمام طلباء بے گناہ پائے گئے، آپ سوچیے کہ ان بیچاروں پر کیا گزری ہوگی لیکن اس بدمعاشی پر نہ ہی پولیس اور نہ ہی حکومت نے معافی مانگی بلکہ ان کو ملک بدر کرنے کی بات ہو رہی ہے، یہ ہے مغربی قانون عدل اور انسانی حقوق کا تحفظ مگر ہماری اپنی بے غیرتی ایسے واقعات کی ذمہ داری ہے۔اب کس کو معلوم نہیں کہ طالبان کون ہیں ان کا ایجنڈا کیا ہے۔ اُن کو خطرناک اور جدید اسلحہ کون سی طاقت کس کے ذریعے دے رہی ہے۔ نیا جال لائے، پرانے کھلاڑی، وقت بتادے گا، اور بتا رہا ہے، مگر پاکستانی طالبان نجدی ہیں امریکی طالبان، یہودی ہیں اور بھارتی طالبان ہندوں ہیں۔ ہر ایک، ایک دوسرے کا مددگار ہے، آپ کس کی مخالفت اور کس کی حمایت کرنے جا رہے ہیں......؟

جنرل حمید گل نے حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ افغانستان کے وہ لوگ (طالبانی گروہ) جو امریکہ کا وجود وہاں نہیں چاہتے ان سے مذاکرات کرنے چاہیے، باقی جو طالبان امریکہ اور بھارت کی پیداوار ہیں اُن سے جنگ کے سوا کوئی چارا نہیں اُن سے جنگ ہی کرنا مناسب ہے۔

دُنیا کو دہشت گردی کی لعنت سے کیسے بچایا جائے؟

امریکہ اور امریکی طالبان کے پاس نہ اسلام ہے اور نہ امن ہے

(۱) دہشت گردی کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور اس کو حق کی جنگ سے کیسے ممتاز کیا جا سکتا ہے؟

(۲) آج دنیا کے مختلف حصوں میں خفیہ یا اعلانیہ جو غیر حکومتی جنگیں ہو رہی ہیں، ان میں دہشت گردی کون سی ہے اور حق کی جنگ کون؟

(۳) دہشت گردی کے واقعات کو سب سے پہلے اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس کے ذمہ دار مسلمان ہی ہیں؟ یا پس پردہ کچھ اور بھی ہے؟

(۴) آج دنیا مسلسل جنگ اور خوں ریزی کے خطرے سے دوچار ہوتی جا رہی ہے، اس خوف سے دنیا کو آج آزاد کرانے کا قابل فہم امن کا فارمولا کیا ہو سکتا ہے؟

(۵) امریکہ کی دہشت مخالف جنگ نے دہشت گردی کو ختم کیا یا اسے بڑھا وادیا؟ بصورت دیگر امریکی پالیسی سے دنیا کو کیسے بچایا جائے؟

''جو افراد یا تنظیمی تخریبی کارروائیوں میں ملوث ہیں وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں، لہٰذا آج کی دنیا کے سامنے سب سے بڑا سوال یہی ہے کہ ایسے افراد یا تنظیموں کو دہشت گرد کہہ بھی سکتے ہیں، یا نہیں؟ دہشت گردی کا خاتمہ اسی سوال کے جواب میں مضمر ہے۔''

مولانا رحمت اللہ صدیقی

☆☆

دہشت گردی ایک ایسا لفظ ہے۔جس کے صحیح معنی ومفہوم پر آج تک دنیا متفق نہیں ہوسکی ہے،اس سلسلے میں لغت سے بھی اطمینان بخش رہنمائی نہیں مل پاتی،لغت میں اس لفظ کا معنی خوف وہراس پیدا کرنا بتایا گیا ہے اگر لغوی معنی کے تناظر میں دیکھا جائے تو صرف ہندوستان اور امریکہ ہی میں ایک درجن سے زائد سیاسی ونیم سیاسی جماعتیں دہشت گردی کے دائرے میں آجاتی ہیں۔اس فہرست میں ایک بھی مسلم جماعت شامل نہیں،اگر عالمی پیمانے پر دہشت گردی کا جائزہ لیا جائے تو دنیا کی ساری بڑی طاقتیں اس کے فروغ میں کسی نہ کسی طرح ملوث نظر آتی ہیں بلکہ انہیں طاقتوں کی کوکھ سے دہشت گردی جنم لیتی ہے،بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ صحافتی زبان سے تعلق رکھتا ہے اور عام طور پر اس کا استعمال میڈیا میں ہوتا ہے،قانون میں نہیں،اس کے پس پشت سیاسی اغراض ومقاصد کارفرما ہوتے ہیں اس لیے اس کی کوئی اصولی اور قانونی تعریف نہیں کی جاسکتی،اس تعلق سے اہل علم وفن و صاحبان زبان وقلم اور دنیا کی بڑی طاقتوں کے خیالات کیا ہیں ملاحظہ کریں،

Encyclopaedia Britanica کے مقالہ نگار نے دہشت گردی کی تعریف اس کی طرح ہے۔

''دہشت گردی کے نام ہے منصوبہ بند طریقے سے خوف وہراس پھیلانے اور تشدد کے غیر متوقع طریقے کے استعمال کا،جن کا ارتکاب عوام یا افراد کے خلاف سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کیا گیا ہو۔''

دہشت گردی کے حوالے سے حکومتوں کے نظریات کی وضاحت بہت مشکل سے ہو پاتی ہے،غالباً حکومتیں اس تعلق سے خاموشی میں اپنی عافیت سمجھتی ہیں،گہرائی میں اترنے سے اس بات کے بہت ہی واضح اشارات ملتے ہیں،گو زیادہ تر دہشت گردی حکومتوں کے زیرسایہ ہوتی ہے،لیکن اس کی ساری ذمہ داری کسی بے گناہ تنظیم کے سرڈال دی جاتی ہے، اور اس کا بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تاکہ رائے عامہ کا رخ دوسری سمت مڑ

جائے،عوام آخری ہتھیار کے طور پر دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں۔بہرحال اس سلسلہ میں حکومتوں کے نظریات کیا ہیں،ذیل میں ملاحظہ کریں۔

۱۹۷۷ء میں یوروپین ممالک کا ایک کنونشن دہشت گردی کے موضوع پر منعقد ہوا لیکن اس میں دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کی گئی یا متعین نہیں کی جاسکی،صرف جرائم کی فہرست پیش کی گئی کو اس فن کی مرتکب کو دہشت گرد کہا جائے گا۔اس حوالے سے اقوام متحدہ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۷ء تک مسلسل پندرہ سال تک دہشت گردی کی تعریف وتشریح کے لیے مجلس سجاتا رہا۔لیکن اس کی پندرہ سالہ کوششیں کوئی ٹھوس،نتیجہ سامنے نہ لاسکیں۔۱۹۸۵ء میں مغربی جرمنی نے سرکاری سطح پر دہشت گردی کی یہ تعریف بیان کی کہ سیاسی مقصد حاصل کرنے کے لیے پرتشدد کارروائی کرنا،جس میں لوگوں کی جان ومال پر حملہ،قتل،نسل کشی، اگوا اور بم دھماکے کرنا شامل ہو۔

۱۹۸۰ء میں سی،آئی،اے نے دہشت گردی کی یہ تعریف کی کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے تشدد یا خوف وہراس کا استعمال کرنا چاہے ایسا کسی فرد کی طرف سے کیا گیا ہو،کسی گروہ کی طرف سے،چاہے کسی قائم شدہ حکومت،جماعت کے خلاف ہو یا اور کسی کے خلاف۔

۱۹۷۴ء میں برطانیہ کی حکومت نے دہشت گردی کی یہ تعریف کی تھی،قانون کی نظر میں دہشت گردی نام ہے سیاسی مقاصد کے لیے تشدد کے استعمال کا،جس میں عوام کے کسی حصے کو خوف وہراس میں مبتلا کرنا شامل ہے۔

آج دنیا کا بیشتر حصہ دہشت گردی کی آگ میں جھلس رہا ہے،ہر آنے والا دن اس کی تمازت میں اضافے کا سبب بن رہا ہے،بے گناہوں کی جھلسی ہوئی لاشیں دنیا کی نام نہاد عدالتوں سے انصاف مانگ رہی ہیں اور اپنے قتل کے اسباب جاننا چاہتی ہیں،لیکن دنیا کی کوئی عدالت سسکتی روحوں کی فریاد سننے کے لیے تیار نہیں،انسانی جانوروں کی ایسی بے

قدری تاریخ میں کبھی دیکھی نہ گئی، جانوروں کے قتل کے بھی کچھ اصول متعین ہیں، جنگلی جانوروں کا شکار قانونی جرم ہے، اگر کوئی نادانستہ طور پر جنگلی جانوروں کا شکار کر لیتا ہے تو حکومتوں کے عتاب سے وہ بچ نہیں پاتا ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانوں کے قتل کے سارے اصول کتابوں سے نکال دیئے گئے ہیں، پوری کی پوری انسانی آبادی لمحوں میں ویران کردی جاتی ہے، اس ویرانی کے ذمہ دار یا تو حکومتیں یا تنظیم یا بعض اوقات افراد ہوتے ہیں، آج دنیا آخر الذکر دونوں قسموں کو بغیر کسی تامل کے دہشت گردی سے تعبیر کردیتی ہے جو قطعی درست نہیں، موجودہ عہد میں دہشت گردی کے فروغ کے اسباب وعلل پر غور کریں تو ایک ہی نتیجہ سامنے آتا ہے وہ ہے طاقت وقوت کا حصول اور اقتصاد پر قبضہ و قدرت، یہ دونوں محرکات ملکی اصول وآئین کے ساتھ ساتھ عالمی اصول وآئین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں، لہذا اس کے مرتکب کو دہشت گرد کہنا زیادہ درست ہے کیونکہ ان کا دائرہ اثر زیادہ وسیع ہوتا ہے، اب رہی بات ان افراد یا تنظیموں کی جو ان کے ظلم وستم کے شکار ہوتے ہیں تو وہ رد عمل کے طور پر تخریبی کارروائیاں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، گویا یہ خود محرک تو نہیں ہوتے مگر ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اس فعل کا ارتکاب کریں، لہذا آج کی دنیا کے سامنے سب سے بڑا سوال یہی ہے کہ کیا ایسے افراد یا تنظیموں کو دہشت گرد کہہ بھی سکتے ہیں یا نہیں، میرا خیال ہے، جس دن اس کا جواب مل جائے گا اسی دن دہشت گردی کا خاتمہ ہوگا کیونکہ عالمی سطح پر دہشت پھیلانے والی طاقتیں انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہیں لیکن ان کے اثرات پوری دنیا پر دیکھے جاسکتے ہیں، اس لیے خود دہشت گردی کی اصطلاح رائج کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے گویا دہشت گرد اپنا الزام معصوموں کے سر تھوپ کر خود کو بری الذمہ سمجھ رہا ہے اور دنیا ہاں میں ہاں ملا رہی ہے، اسی حق اور سچ نہ بولنے کی سکت کو دہشت گردی سے تعبیر کر سکتے ہیں، کیونکہ طاقت وقوت کے سامنے اپنے عارضی مفاد کے تحفظ کے لیے سچ نہ بولنا ہی سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔

دہشت گردی کی جو تعریف ہے اس کی روشنی میں کسی بھی جنگ/عراق کی جنگ کا نام نہیں دے سکتے، لیکن اس لفظ کا رشتہ میڈیا کی زبان سے ہے اور میڈیا/یہودی اور امریکی مفادات سے جدا نہیں کر سکتے، میڈیا کی کوشش ہوتی ہے کہ سچائی کے اس پہلو کو دنیا کی نگاہوں سے چھپا دیں جو امریکی مفادات کی نفی کرتے ہوں، اور مظلوموں کی مظلومیت کو اجاگر کرتے ہوں، دنیا کا مظلوم طبقہ اپنے حقوق کی حصول یابی کے لیے ہر جگہ جدوجہد کر رہا ہے، جب اقتدار وقت ان کی آوازوں پر توجہ نہیں دیتا اور امید کی ساری راہیں ان کے سامنے مسدود ہو جاتی ہیں تو قانون کو وہ اپنے ہاتھوں میں لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہر شخص کو اپنی جان، عزت وآبرو اور وطن کی عظمت پیاری ہوتی ہے، فلسطینی عوام برسوں سے ظلم و جبر کی چکی میں پس رہے ہیں، اپنے ملک میں وہ ایک اجنبی جیسی زندگی گزار رہے ہیں، موت کا بھیانک سایہ ہر وقت ان کے تعاقب میں ہوتا ہے، جب رات کی سیاہی گہری ہوتی ہے تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ نہ جانے صبح کا سورج ہمارے لیے کیا پیام لاتا ہے، عراق، افغانستان، کشمیر اور چیچنیا ہر جگہ کے عوام اسی طرح کی کشمکش کا شکار ہیں نہ دن کا اجالا انہیں سکون دیتا ہے، نہ رات کی تاریکی ان کی زندگی سے وابستہ ہر شعبہ سکون کی دولت سے محروم ہے۔ ایسی صورت میں ان کے سرفروشانہ جذبے کو دہشت گردی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور بھی دنیا کے مختلف حصوں میں جو خون ریز تصادم ہو رہے ہیں انہیں بھی کلیتاً دہشت گردی سے جوڑا نہیں جا سکتا۔

ہٹلر نے اپنے زمانے میں یہ بات کہی تھی۔ ''کہ ایک جھوٹ کو اتنا بار بولو کہ دنیا اسے تسلیم کرنے لگے۔'' آج امریکہ عملی طور پر اپنے میڈیا کے ذرائع سے اتنی غلط بیانی کر رہا ہے کہ دنیا انہیں گمراہیوں میں بھٹکنے لگی ہے۔ ہٹلر کے اسی قول کو بنیاد بنا کر دانستہ مغربی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہی ہے۔ دہشت گردی ایک ناقابل نفرت عمل ہے چاہے اس کا مرتکب کوئی بھی ہو، کسی مذہب نے اسے جواز کی سند نہیں دی ہے۔ اسلام جس

کی خمیر مساوات اور امن کی مٹی سے تیار ہوئی ہے وہ اپنے ماننے والوں کو دہشت گردی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ جس طرح آگ پانی کی ضد ہے، دونوں کا اجتماع ممکن ہی نہیں محال ہے، اسی طرح دہشت گردی اسلام کی ضد ہے، اسلام پوری دنیا کو امن وسلامتی کی دعوت دیتا ہے اسلام کی تعلیم ہے۔

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ یہ قرآنی پیغام ہے پوری دنیا کے نام، لیکن مغربی طاقتیں یہ طے کر چکی ہیں کہ اسلام کے خلاف اتنی غلط فہمیاں پھیلاؤ کہ مہذب دنیا اس سے نفرت کرنے لگے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کر کے امریکہ اور مغربی دنیا مسلمانوں پر نفسیاتی دباؤ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ مسلم ممالک کے تمام ذخائر اور مال و دولت کو حاصل کر سکے، ان کی نگاہیں قطعاً اسلام اور مسلمانوں پر نہیں ان کا ہدف تو ازن ذخائر کا حصول ہے اور حصول کا راستہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور دہشت گرد کہنے سے نکلتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بھی دنیا کے کسی حصے میں کوئی تخریبی کارروائی ہوتی ہے تو اس کا رشتہ فوراً اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا اور اس کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی جاتی ہے، مغربی دنیا اسلام کو اپنے لیے مسلسل خطرہ تصور کرتی ہے، اس لیے کہ اسلام دنیا کے کسی بھی حصے میں ظلم، ناانصافی، عریانیت، فحاشی شراب نوشی، سود خوری اور اسی طرح کی دوسری برائیوں کو برداشت نہیں کرتا اور باطل طاقتیں سر سے پاؤں تک برائیوں کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ وہ اسلام کا نام ونشان کو مٹا دینا چاہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ تخریبی افعال کا رشتہ و اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیتی ہیں، جب کہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہوتی ہے، اس سلسلے میں بے شمار شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں، آخر اسلام مخالف نظریات رکھنے

والوں کو مغربی دنیا کیوں پناہ دیتی ہے، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، جیسے درجنوں افراد ہیں جن کی مغربی دنیا پرورش اور تربیت کر رہی ہے، مسلمان دنیا کی غالب اکثریت ہونے کے باوجود غربت کا شکار ہے اور اسلام مخالف طاقتیں اسی غربت کا فائدہ اٹھا رہی ہیں، وہ مسلمانوں کو خون سے ایک نئی تاریخی تربیت دینا چاہتی ہیں۔

خون ریزی اور جنگ سے دنیا کو ایک ہی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ دنیا میں امن وسکون کے حوالے سے وجود میں آنے والی بڑی تنظیموں بالخصوص اقوام متحدہ کو غیر جانب دار اور طاقتور بنانا ہوگا، یا اس کے آئین اور ضوابط کو از سر نو مرتب کرنا ہوگا۔ اقوام متحدہ کے بے اثر ہونے کے سبب ہی خلیج کی جنگ ہوئی اور اس سے شہہ پاکر امریکہ جیسی طاقتور حکومت اقوام متحدہ کو بھی اپنے زیر اثر لانا چاہتی ہے، یہ بہت ہی Alarming صورت حال ہے۔ کیا دنیا کے پاس اس سوال کا کوئی جواب ہے کہ امریکہ مہلک سے مہلک ہتھیار تیار کر لے اور جس ملک کو چاہے دے دے اور وہ جس طرح چاہے اس کا استعمال کرے، مگر امریکہ کے علاوہ اگر کوئی اور ملک جوہری توانائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ نہیں کر سکتا؟ جب تک امریکہ نہ چاہے، میرا خیال ہے یہی اس سوال کے لیے متوازی سوال ہے، جس میں ان تمام پہلوؤں کے جوابات موجود ہیں۔

حالات وواقعات تو اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ امریکی اقدامات سے دہشت گردی میں کمی آئی ہے بلکہ دہشت گردی میں اضافہ ہوا ہے۔ دہشت گردانہ کارروائی کے جرم میں امریکہ نے جن ممالک کو نشانہ بنایا ہے، دہشت گردی کے فروغ میں ان ممالک کا کبھی کوئی رول نہیں رہا، غربت اور افلاس کے شکار لوگ وقتی طور پر اپنے ملک کے امن کے لیے تو خطرہ بن سکتے ہیں امن عالم کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا، امریکی امن پالیسی فریب نظر ہے، امریکی جارحیت نے خون ریز تصادم کو بنیاد فراہم کیا ہے۔ امریکہ طاقت کی بنیاد پر ساری دنیا کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ اس کا یہی انداز حکمرانی دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔

امریکہ جنونِ فکر کو خرد تصور کرتا ہے۔ امریکی پالیسی کے نتیجے میں دنیا مسلسل خطرات کی طرف بڑھ رہی ہے۔

دہشت گردی کا جواب کبھی دہشت گردی سے نہیں دیا جاسکتا۔ اگر امریکہ دہشت گردی ختم کرنے میں مخلص ہوتا تو افغانستان اور عراق میں انسانیت کش جنگ کے بجائے گفت وشنید کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرسکتا تھا اور یہی مناسب ترین طریقہ بھی تھا اور دنیا کے سب سے طاقتور ملک ہونے کے ناطے یہی اس کا فریضہ بھی تھا مگر اس نے صلح کی بجائے دہشت کا راستہ اختیار کیا، آج امریکہ اپنی طاقت کی دہشت سے دنیا کو اپنے چنگل میں رکھنا چاہتا ہے اس لیے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ کی دہشت گرد مخالف پالیسی اور جنگ ہی دہشت گردی کو پھیلا رہی ہے۔

آج دنیا کو امریکہ کے چنگل سے بچانا اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ امریکہ نے جس طرح سے مفادات کے ٹکراؤ کی پالیسی کے تحت مختلف ممالک کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے، اس سے نکلنا دلدل کی مانند ہے کہ کوشش کے ہر قدم کے ساتھ آپ دلدل میں دھنستے جائیں گے، اس کی مثال جنوبی ایشیاء بالخصوص پاکستان کو دیکھیں کہ وہ چاہ کر بھی امریکہ سے نجات حاصل نہیں کرسکتا، ٹھیک ہے اسی طرح اور بھی خطے ہیں جہاں امریکہ نے اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ اس کی واحد صورت یہ ہے کہ یورپین یونین کی طرح جنوبی ایشیاء متحدہ ہوجائے اور وہ ترقی یافتہ ممالک جو امریکہ کے سامنے کم از کم آنکھ ملا کے کھڑے ہوسکتے ہیں ان کو امریکہ کے بجائے متوازی طاقت وقوت بنانے کی طرف راغب کیا جائے یا یوں کہیں کہ جب تک امریکہ کے مدمقابل کوئی دوسری طاقت کھڑی نہیں ہوگی دنیا کو امن وسکون نہیں مل سکتا۔

کیا خبر تھی کہ لیکر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

دُنیا میں جب تک اسرائیل کا وجود ہے، دہشت گردی کا خاتمہ ناممکن ہے

"اس کی جڑیں تو کہیں اور سرایت کی ہوئی ہیں"

ڈاکٹر رضاء الرحمن عاکف

میرے نزدیک دنیا کو دہشت گردی سے بچانے کا سب سے آسان اور موثر طریقہ یہی ہے کہ انسانوں کے درمیان پنپ رہی نفرت اور بغض وعناد کو ختم کیا جائے، ان کے اندر پیار ومحبت کی فضا قائم کی جائے اور مختلف ناموں سے قائم نفرتوں اور عداوتوں کا خاتمہ کیا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کے جائز حقوق تسلیم کیے جائیں اور کسی بھی مخصوص مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز وتعصب نہ برتا جائے، اس طرح ہم لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کے تئیں پائی جانے والی نفرت دور کرسکتے ہیں اور انہیں قریب لاکر پیار ومحبت کی فضا ہموار کرسکتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ جب بھی کو ان کے حقوق ملتے رہیں گے، پیار ومحبت قائم رہے گا تو پھر دہشت گردی کا وجود ہی کیوں کر باقی رہ جائے گا؟ حقائق بتاتے ہیں کہ دہشت گردی کے جاری رہنے کی اصل وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک مخصوص کمیونٹی کے لوگوں کو بڑی طاقتوں کے ذریعے امتیاز وتعصب کا نشانہ بنایا جارہا ہے، انکے حقوق سلب کیے جارہے ہیں، ان کو ہراساں کیا جارہا ہے جس سے تنگ آکر وہ دہشت گردوں کا آلہ کار بن جاتے ہیں۔

(۱) دنیا کا کوئی بھی شخص، جماعت یا ملک ابھی تک دہشت گردی کا صحیح مفہوم ومعنی متعین کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے، یہاں پر اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ دہشت گردی دراصل ہمارے عہد کا وہ خطرناک ومہیب المیہ ہے جس کا مفہوم وجوہات اور حدود متعین کرنے میں ابھی تک پوری دنیا مکمل طور پر ناکام نظر آرہی ہے۔ رہا یہ سوال کہ حق کی جنگ سے اسے کس طرح ممتاز کیا جاسکتا ہے؟

تو اس سلسلہ میں تو یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ ابھی تک اس کا صحیح مفہوم متعین نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پوری طرح ہم سمجھنے سے قاصر ہیں، تو جب تک یہ واضح نہیں ہوجاتا کہ دہشت گردی کیا ہے؟ تب تک اس سوال کا صحیح و مکمل جواب دیا ہی نہیں جاسکتا، اور پھر اس سوال سے یہ بھی واضح نہیں ہو پا رہا ہے کہ آپ حق کی جنگ کسے مانتے ہیں، کیونکہ ہر ایک جنگ کرنے والا یوں تو خود کو حق پر ہی مانتا ہے، اور اس کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ وہی حق پر ہے اور اس کا مدمقابل باطل پر ہے، اس طرح موجودہ دہشت گردی کو نہ تو حق و باطل سے جوڑا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے اسے ممتاز ہی کیا جاسکتا ہے۔

(۲) جیسا کہ پہلے کہا جاسکتا ہے کہ ہم ابھی تک دہشت گردی کو کسی بھی جنگ کے تناظر میں دیکھنے میں ناکام رہے ہیں، یہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ دنیا میں مختلف ممالک میں برسر اقتدار طاقتوں کے خلاف جو مزاحمت ہو رہی ہے وہ ان مزاحمت کاروں کے اس عمل کو ''دہشت گردی'' کا نام دے رہے ہیں اور بین الاقوامی طور پر بھی انہیں مزاحمت کاروں کے عمل کو ہی دہشت گردی کہا جا رہا ہے، اس طرح کسی بھی متاثرہ ملک کو دیکھ لیجئے کہ وہاں قائم اقتداروں کے خلاف جو گروپ، جماعتیں یا افراد برسرپیکار ہیں انہیں ہی دہشت گرد کہا جا رہا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ معیار درست نہیں، کیونکہ آج ایسے بھی بہت سے اقتدار وجود میں ہیں جنہیں دنیا کی بڑی طاقتوں کے سہارے ان کے عوام کے خلاف ان پر تھوپ دیا گیا ہے، اور کچھ غیور، جواں مرداں ان کے خلاف برسرپیکار ہیں تو انہیں دنیا جو کہے ہم تو دہشت گرد نہیں کہہ سکتے، ہمارے نزدیک تو دہشت گرد وہی ہیں جو دوسروں کے گھروں پر حکمرانی کرنے کا گناہ کر رہے ہیں، ان کی آزادی کو چھین رہے ہیں، اور پوری خودساختہ حکومتیں ان پر تھوپ رہے ہیں۔

(۲) دہشت گردی کے واقعات کو اسلام سے جوڑنا تو دراصل اس منصوبے کی سب سے بنیادی کڑی ہے اور اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ اصطلاح وضع ہی اس وجہ سے کی گئی ہے کہ اس کے سہارے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام و رسوا کیا جائے، اس سلسلے میں اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو حقائق بہت جلد ہی عیاں ہو جاتے ہیں اور پوری طرح یہ بات سمجھ

میں آجاتی ہے کہ دہشت گردی کے سلسلے میں اس وقت پوری دنیا کے عزائم کیا ہیں؟ اور وہ دہشت گردی کا نام لے لے کر اپنے کون سے اہداف پورا کرنا چاہتی ہے اور دنیا میں وہ کون سی جماعت یا کمیونٹی ہے جس پر دہشت گردی کا لیبل لگا کر اقوام عالم سے اس کو الگ تھلگ کر دینے کی مذموم سازش کی جا رہی ہے۔

ظاہری بات ہے کہ چونکہ یہ اسلام کے خلاف باطل پرست طاقتوں کا ایک گھناؤنی اسکیم ہے، لہٰذا مسلمانوں کو ہرگز ہرگز اسے تسلیم نہیں کرنا چاہیے، اور اس کے سدّباب کے لیے ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے، خواہ اس کے لیے عالم اسلام کو متحدہ پلیٹ فارم قائم کرنا پڑے، یا عالمی طاقتوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی جائے، بہرحال ہر ممکن طریقے سے مسلمانوں پر چسپاں کیے جا رہے ہیں۔ ''دہشت گردی'' کے اس الزام کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور پوری شد و مد اور صلاحیت و طاقت کے ساتھ اس الزام کو مسترد کر دینا چاہیے۔

(۴) یہ بات تو پوری طرح طے شدہ ہے کہ ابھی تک دہشت گردی کو پوری طرح سمجھا ہی نہیں جاسکا ہے، نہ تو اس کے معنی ہی متعین ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا مفہوم طے کیا جاسکتا ہے، اس وجہ سے ہوتا یہ ہے کہ جو اصل دہشت گرد ہیں بڑی طاقتوں کی پشت پناہی کی بنا پر وہ تو تادیبی کارروائیوں سے بچ جاتے ہیں اور کمزور اور مظلوم لوگوں پر یہ بجلی گر کر ان پر قہر ڈھا جاتی ہے، اسی وجہ سے نہ تو اصل دہشت گردوں کو سزا مل پاتی ہے اور نہ ہی دہشت گردی کا سدباب ہو رہا ہے، اس خوف سے دنیا کو چھٹکارا دلانے کا آسان اور قابل فہم طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ پہلے دہشت گردی کو سمجھا جائے، اس کے سوتے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں؟ اس کی جڑیں کہاں پر ہیں؟ اور کون سی طاقتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں؟ غرض کہ ان سبھی باتوں کو پوری طرح سمجھنا لازم ہے۔ تب ہی ہم دہشت گردی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کی جڑیں کاٹ سکتے ہیں اور اس کی بنیادیں ہلا سکتے ہیں۔

(۵) دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے آسیب اور اس کا دن بہ دن مضبوط و طاقت ور ہونا آپ کے اس سوال کا اصل جواب ہے، تاہم اس موقع پر ہم تو یہی کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ امریکہ کبھی بھی دہشت گردی کے تعلق سے سنجیدہ ہی نہیں ہوا۔ نہ ہی اس نے دہشت

گردی کو صحیح مفہوم دیا نہ ہی اس کے حقیقی مرتکبین کو ہی واجبی سزائیں دی، بلکہ اس نے تو ایک سوچی سمجھی اسکیم اور اپنے صہیونی پلان کے مطابق مسلم ممالک پر دہشت گردی کا لیبل لگا کر ان کے خلاف سخت تادیبی کارروائیاں کیں، وہاں کے معصوم عوام پر ناطقہ حیات بند کر دیا اور وہاں کے اقتداروں کو اپنے آلہ کاروں کو منتقل کر دیا، اس نے دہشت گردی کے اصل محرک اسرائیل کو مکمل پشت پناہی میں رکھا۔ معصوم و مظلوم فلسطینیوں پر ہو رہے، اسرائیلی مظالم کو ہمیشہ ہی نظر انداز کیا اور فلسطین کی سرزمین پر ظالم و غاصب اسرائیلی حکومت قائم کر کے مشرق وسطی میں دہشت گردی کا ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جس نے نہ صرف خطے کے امن و امان کو ہی تہہ و بالا کر ڈالا بلکہ پوری ہی دنیا میں نفرت اور قتل و غارت گردی کی آگ سی لگا دی۔

جہاں تک امریکہ کی انسداد دہشت گردی کی مہم کا سوال ہے تو یہاں کہ امریکہ اور اسکے ہمنواؤں سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس نے دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اسرائیل پر کبھی اخلاقی، اقتصادی یا سیاسی دباؤ ڈالا کہ وہ فلسطین کی غصب کردہ زمین خالی کر دے؟ کیا ان ظالم فوجیوں کی خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی جن کی بندوقیں معصوم و بے گناہ فلسطینیوں کے سینوں کو چھلنی کرتی رہی ہیں؟ کیا اس نے دہشت گردی کے اصل مرکز تل ابیب کے خلاف کوئی اقدام کیا؟ جہاں پر معصوم فلسطینیوں پر ناطقہ حیات بند کرنے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں، عالم اسلام کو غیر مسلم کرنے کی سازشیں رچی جاتی ہیں۔ یہاں ہم صاف اور واضح طور پر اسرائیلی کو دہشت گرد کہنے پر اس لیے مجبور ہیں کہ اس کا قیام، اس کے منصوبے اس کی سازشیں اس کی جارحانہ کارروائی مسلمانوں اور امن پسند لوگوں کی خلاف گھنونی سازشیں، کیا یہ سب اس کے دہشت گرد ہونے کی شہادت نہیں؟ اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ دنیا میں جب تک اسرائیلی کا وجود ہے دہشت گردی کا خاتمہ ممکن نہیں، غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ صاف سی بات ہے کہ دہشت گردی ان سے نہیں بلکہ دہشت گردی تو جڑی ہوئی ہے اسرائیل سے اور امریکہ سے۔

اس تمام تفصیل کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر حق بجانب ہیں کہ دہشت گردی کا اسلام اور

مسلمانوں سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں، دہشت گردی کا اصل مرکز و محور اسرائیل ہی ہے، جو آج خطے میں ایک مضبوط ایٹمی طاقت بنا بیٹھا ہے، اور امریکہ کو مسلم ممالک کے خلاف بھڑکا تا رہتا ہے کبھی اس کے نشانے پر افغانستان تھا، کبھی عراق اور اب وہ ایران اور پاکستان ہے کے خلاف اپنے خونی پنجے سیدھے کر رہا ہے اور ایٹمی ہتھیاروں کا نام لے لے کر صہیونی و سامراجی ممالک کو اس کے خلاف صف آرا کر رہا ہے۔ اس عالمی سیاسی تناظر میں ہم دنیا کے تمام انصاف پسند ممالک سے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ امریکہ و یورپ کے ناپاک سازشوں کو سمجھیں اور انسداد دہشت گردی کے نام سے فروغ دی جانے والی اس صہیونی دہشت گردی سے دنیا کو بچائیں، اگر اب بھی پسماندہ ممالک اور تیسری دنیا نے طاقتور ممالک کے خلاف صف آراء ہونے کی ضرورت محسوس نہ کی تو یقیناً اس دہشت گردی کی زد میں کوئی مخصوص ملک ہی نہیں آئے گا، بلکہ دہشت گردی کی یہ آگ دنیا کے ہر ایک ملک کو جلا کر خاکستر کر دے گی اور دنیا امن و امان کو ترستی رہ جائے گی۔

☆☆☆

”ایسی سنگین صورت حال میں اس بھیانک خوف و خوں ریزی سے دنیا کو آزاد کرانے کا کوئی قابل فہم فارمولا اور نسخہ کیمیا ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے“

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی

(۱) وہ جنہوں نے دہشت گردی پیدا کی ہے، یا دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا ہے، تا حال ان کی طرف سے کوئی ”جامع تعریف“ ہوئی ہے، نہ اس کا ”واضح مفہوم“، متعین کیا گیا ہے۔ دہشت گردی کی واضح تعریف اور قطعی و حتمی معنی و مفہوم کا تعین نہ ہونے کے باوجود اس کے ذکر سے پوری دنیا گونج رہی ہے اور جو تعریفیں سامنے آ رہی ہیں، گویا سب

قیاسی ہیں، تاہم نتائج تک پہنچنے میں بہت حد تک مدد مل جاتی ہے، آسان اور کم لفظوں والی چند تعریفیں یہ ہیں۔

☆ دہشت گردی دفعتاً پر تشدد حملے کا نام ہے۔

☆ جدید وحشیانہ پن کو دہشت گردی کہتے ہیں۔

☆ دہشت گردی دراصل سیاسی تشدد کی ایک شکل ہے۔

☆ طاقت کا غیر قانونی وغیر اخلاقی استعمال اور غیر آئینی جبر واستبداد خواہ حکومت کرے یا غیر سرکاری لوگ، دہشت گردی کہلاتا ہے۔

☆ دہشت گردی کسی مقتدر طاقت سے ایسی کشمکش کا نام ہے جو گوریلا جنگ، روایتی جنگ اور انقلابی جنگ سے مختلف ہے۔

دہشت ایک گہرا اور مسلط ہو جانے والا خوف ہے۔ دہشت گردی کی مختلف شکلیں ہیں، نت نئے رنگ وروپ ہیں، ان میں قدر مماثلت بھی ہے، مثلاً چند صورتیں یہ ہیں۔

☆ طاقت ور افراد کی دہشت گردی۔

☆ جاہلانہ مذہبی جنون کی دہشت گردی۔

☆ قوم پرستی ونسل پرستی کا جنون وتشدد۔

☆ اعلیٰ ترین ٹیکنالوجیکل سطح کی دہشت گردی۔

☆ مذہبی کٹر پنتھیوں کی دہشت گردی۔

☆ سرمایہ دارانہ کٹر پنتھی

☆ دولت واقتدار کی حرص وہوس والی دہشت گردی

☆ وردی پوش پیشہ وارانہ دہشت گردی۔

دہشت گردی کی تعریف ہو، شکل وصورت ہو، اس میں جو بات قدر مشترک ہے، وہ ہے حیات انسانی کی ہلاکت وبربادی اور تحقیر وتذلیل، تاریخی اعتبار سے لفظ دہشت گردی یا دہشت گرد کا جو سب سے پہلے استعمال ہوا ہے، وہ فرانسیسی حکومت کے عہد دہشت کے لیے

ہوا ہے، اس کا دورانیہ مارچ ۱۷۹۳ء تا جولائی ۱۷۹۴ء ہے، حکومت مخالف سرگرمیوں کے اظہار کے لیے دہشت گردی کا لفظ ۱۸۶۶ء میں آئرلینڈ اور ۱۸۸۳ء میں روس کے حوالے سے تحریری شکل میں آیا۔ سن تیس سے چالیس کی دہائیوں میں زیر زمین کام کرنے والے یہودیوں کو دہشت گرد کہا جاتا تھا۔

دہشت گردی کی تعریف وہیت اور تاریخی پس منظر کا بنظر غائر تجزیہ کریں، تو تقریباً پانچ نکات کا جواب تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں دنیا کے مختلف خطوں میں جو حکومتی یا غیر حکومتی جنگیں، خواہ وہ خفیہ ہوں یا اعلانیہ ہو رہی ہیں، ان میں دہشت گردی کی جنگ کونسی ہے اور حق کی جنگ کون؟ سوال میں لفظ ''حق'' سے مراد اگر اسلامی جنگ ہے، تو اسلامی جنگ کو دہشت وحشت تشدد اور جبر واستبداد سے کیا علاقہ؟ اسلامی جنگ کی جو قیود وشرائط اور اسلامی حدود وتعزیرات کا محکم اور پر حکمت اصول وآئین ہے، اس پر شاہد عدل ہیں، شرط یہ ہے کہ ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور اگر یہ مراد نہیں، تو چونکہ حق کا معیار متعین نہیں ہے، اس لیے دونوں میں امتیاز مشکل ہے، جو قوم یا گروہ برسرپیکار ہے، وہ حق ہی کا دعویدار ہے، چاہے وہ سی آئی اے ہو، یا آر ایس ایس ہو، اس لیے کہ ایک شخص کے نزدیک جو دہشت گرد ہے، وہ دوسرے کے نزدیک حریت وآزادی کا ہیرو ہے، جب ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ڈک چینی جیسے سیاست دان نیلسن منڈیلا کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے کہ اسی وقت امریکی حکومت اسامہ بن لادن کی پیٹھ تھپ تھپا رہی تھی، جرمن سائنس دان ورنروان براؤن شر تھا، جب اس نے وی راکٹ ایجاد کیے، جو ہٹلر لندن پر برسائے مگر اس دن وخیر مجسم میں تبدیل ہو گیا جب اس نے اپنی مہارت امریکہ کی خدمت میں پیش کردی، یاسر عرفات اور صدام حسین کا لبادہ خیر وشر میں تبدیل کیا جاتا رہا، خود ہمارے ملک میں نریندر مودی اور اس جیسے لوگ خیر وشر کی متضاد سے متصف ہیں غرض حق کا پیمانہ کیا ہے؟

(۳) یہ الزام ہمیں تسلیم نہیں، اس میں یقیناً بدترین تخریب کار قوموں کا غیر محسوس ہاتھ کارفرما ہے، جو اسلامی حقانیت وصداقت ظاہر ہونے کے باوجود، نہ اسے بہ صدق دل قبول

کرتی ہیں، نہ نچلے بیٹھنا چاہتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی سرشت کے اعتبار سے بدقماش واقع ہوئی ہیں گوارا کہاں کہ فضا میں امن وشانتی اور صلح وآشتی بحال رہے. دراصل یہی انسانیت کش قو میں تمام فساد فی الارض کی ذمہ دار ہیں۔ جیسے طالبان......

بالفرض اگر ہم مان لیں کہ بعض ضمنی وجزوی واقعات ووارادات میں کچھ مسلم نوجوان ملوث ہیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں، دنیا صرف واقعات کو یاد رکھتی اور دہراتی ہے اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں، ان پر حقیقت پسندانہ و ہمدردانہ نظر نہیں ڈالتی، مرض اور علامات مرض ختم کیے بغیر صحت وتندرستی کا تصور دیوانہ پن ہے، نتائج کی ہلاکت خیزی سے پہلے اسباب ومحرکات کا خاتمہ ازبس ضروری ہے۔ اس کے بناء وحشیانہ دہشت گردی کے خاتمہ کا خیال ایسا ہی ہے جیسے دریا کی سرکشی پرشور موجوں پر شیش محل تعمیر کرنا، پھر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان دہشت گرد بنایا کس نے؟ دہشت گردی کی گڑ اور آلات دہت گردی فراہم کیے کیس نے'؟ خود امریکی ویورپی حقیقت بین تجزیہ نگارن اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، ایک مغربی مبصر نے یوں لکھا ہے۔

''طیش کو مٹانے کے بجائے بھڑکانے کی یہی کوششیں ہیں جو دہست گردی کو پیدا کرتی ہیں، نفرت اور انتقام ایک ساتھ باہر آجائے تو وہ واپس جا کر اپنے صندوق میں بند ہونے کو تیار نہیں ہوتا۔ دہشت گردیا اس کے حامی کے ہلاک ہونے کے نتیجے میں اس بات کا خاص امکان موجود ہے کہ اس کی جگہ مستقبل میں کئی دہشت گرد پیدا ہوں گے، یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ مار کھاتے کھاتے ایک انسان جب تھک چکا ہوتا ہے تو پھر اس کے اندر نفرت وانتقام اور عداوت وبغاوت کا وہ آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے کہ وہ کچھ کر گزرنے کو آمادہ ہو جاتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اسے اس آمادگی پر کس نے اکسایا، یہی وہ نقطہ ہے جو دنیا کی سمجھ میں اب تک نہیں آیا، بس یہ نقطہ سمجھنے کا ہے۔

(۴) اس میں دو رائے نہیں کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کچھ نہ کچھ اخلاقی اصول ضرور رکھتا ہے لہذا اگر وہ ان اخلاقی قدروں کی پاس داری کرتا ہے تو کسی حد تک خوف و

خوں ریزی کے منحوس سایہ سے یہ دنیا محفوظ ہو سکتی ہے مگر ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ دنیا کی ہر قوم نے اپنے مذہب اور مذہبی تعلیمات کو بھلا دیا ہے، اور اپنے وضع کردہ من مانی نفس پرست اصولوں کو اپنا لیا ہے. درحقیقت ابلیس لعین نے بڑی چالاکی سے انہیں ان کے مذہب سے آزاد کرا کر اپنی اطاعت میں لگا لیا ہے اور وہ خود اپنی زنبیل میں جا بیٹھا ہے۔ اب اصل شیطان ہے کہاں وہ تو بہت پیچھے چلا گیا اور اس کے لاتعداد جانشین اپنی اپنی سرکشی پر خم ٹھوک کر تلا اور تنا ہوا کھڑا ہے۔ ایسی سنگین صورت حال میں اس بھیانک خوف وخوں ریزی سے دنیا کو آزاد کرانے کا کوئی قابل فہم فارمولا اور نسخہ کیمیاء ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے، اس لیے اسلام کے خمیر میں امن شامل ہے۔ اس نے اپنے دور اقتدار میں اس کا مظاہرہ بھی کر دکھلایا ہے تاریخ شاہد ہے لیکن سوال میں ''قابل فہم'' کی قید سے یہ فارمولہ بلاشبہ دوسری اقوام کے لیے ''ناقابل فہم'' ٹھہراتا ہے، جب تک یہ فارمولہ ناقابل فہم بنا رہے گا، فساد وبربریت اور قتل وخوں ریزی کا ناسور ستا رہے گا، اور جس دن یہ قابل فہم قرار پائے گا اسی دن دنیا امن وامان کا لہلہاتے لالہ زار میں بدل جائے گی۔

(۵) اولا اس نکتہ کا جواب قریب قریب وہی ہے جو تیسرے نکتہ میں گزرا، ثانیا امریکہ جو جنگیں لڑ رہا ہے، وہ دہشت مخالف ہیں کہاں وہ تو سرتاپا دہشت گردی کی جنگیں ہیں، یا دہشت موافق رہی بات دہشت گردی کو ختم کرنے یا بڑھاوا دینے کی تو خود امریکن ویورپین مبصرین کے لفظوں میں جواب یہ ہے، یہ بات ہم امریکیوں کی سمجھ میں کب آئے گی کہ جب تک ہم دنیا کو اپنے ہی مفادات کی غرض سے چلاتے رہیں گے، ہمیں کسی نہ کسی انتقام کا نشانہ ضرور بننا پڑے گا جب تک ہم اپنے انداز کی دہست گردی چلاتے رہیں گے اس وقت تک کوئی جنگ بھی دہشت گردی کو ختم نہیں کر سکتی، دہشت گردی کے خلاف جنگ نفرت کی آگ کو مزید بھڑکائے گی کیونکہ دہشت گردی کی جنگ میں عراقی و فلسطینی عوام اور دنیا بھر میں ظلم وتشدد اور جبر واستحصال کے شکار لوگ امریکہ کی نظروں سے اوجھل ہیں، دہشت، تشدد، اذیت اور دہشت گردی کے اسلحہ وآلات استعمال کرنے والی حکومتوں کی دو تہائی تعداد امریکہ کی گاہک ہیں، صرف ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک امریکی حکومت نے روئے زمین

پر عملاً ہر قوم کو ایک سو نوے ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا، یا منظوری دی، یا بلا قیمت بانٹ دیا۔

(۱) افغانستان میں طالبان کے پاس جو جدید اسلحہ ہے وہ بھی امریکہ ہی کی مہربانی ہے، جو آج مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ طالبان اگر دہشت گرد ہیں تو ان کو بنایا کس نے ہے؟

تناسب کے اعتبار سے امریکہ دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ قاتل پیدا کرتا ہے، سی آئی اے وہ امریکی ادارہ ہے جو ملک کے اندر بہت کم اور ملک کے باہر بہت زیادہ کام کرتا ہے، خوفناک اور روح فرسا حادثات وسانحات سے اس کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

دنیا کا یہ واحد ترین مادر پدر آزاد ملک ہے جو تھکنے کا نام نہیں لیتا، اب سوال یہ ہے کہ امریکی جنگ جویانہ پالیسی سے دنیا کو کیسے بچایا جائے بلفظ دیگر اس شتر بے مار کو نکیل کیسے پہنائی جائے، اقوام متحدہ جو اپنی اہمیت کھو کر محض ایک بے اثر مخفف U.N.O کی شکل میں رہ گئی ہے اس کی بیچارگی بھی ڈھکی چھپی نہیں، یہ ایک ایسا سوال ہے جو اقوام عالم کو پھر سے غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، بقول مغربی مفکرین کے مغرب کے جنگی نعرے قوم پرستانہ تقریریں اور تیز وتند طوفانی فوجی حملے اکثر اپنا الٹ ہی رخ اختیار کرتے ہیں، افہام وتفہیم میں اضافے کے بجائے مغرب کے کئی حالیہ اقدامات، رویے اور پالیسیاں بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کو امن سے دور لے جا رہی ہیں، امریکہ کیا، جو بھی طاقت بر سر اقتدار آئے گی، دہشت ووحشت کی یہ گرم بازاری ایسی ہی جاری رہے گی جیسے کمہار کا چاک، ہاں اسلام کا نظریہ امن ومساوات ہی دنیا کو امن وسکون سے ہمکنار کر سکتا ہے، طالبان والا اسلام نہیں، اللہ رسول اور مسلمانوں والا اسلام امن سکون کا ذمہ دار ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی حل نہیں۔

☆☆☆

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اسلام اور دہشت گردی

دو متضاد حقیقتیں

دہشت گردی اور اسلام دو ایسے لفظ ہیں جن کا آپس میں دور کا بھی کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود کئی دہائیوں سے باہم جڑے ہوئے ہیں اور اس ذیل میں اسلام پر میڈیا کی بڑی مہربانیاں رہی ہیں، میڈیا ہمیشہ سے یہ محسوس کرتا رہا ہے کہ اسلام اور دہشت گردی کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اب اس غلط فہمی کے لیے ہم اپنی کوتاہیوں کو مورد الزام قرار دیں یا پھر میڈیا کے افراد کی تن آسانی اور ان کے اندر تفتیش وتحقیق کی مجرمانہ حد تک کمی کو، یا پھر ہم یہ مان لیں کہ میڈیا خاص نقطہ نظر کے ساتھ تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے ان الفاظ کو باہم جوڑ کر پیش کر رہا ہے، اور اس کے پس پردہ جو فکر کام کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کو یہ باور کرا دیا جائے کہ اسلام امن وآتشی کا مذہب نہیں بلکہ دہشت گردانہ سرگرمیوں کا مصدر ومنبع ہے۔

اور اسلامی تعلیمات کے اندر ہی کچھ ایسی باتیں ہیں، جو اس کے پیروکاروں کو دہشت گردانہ اعمال کی انجا دہی پر اکساتی ہیں، حقیقت حال جو بھی ہو لیکن اتنا تو مسلّم ہے کہ اس حوالے سے مختلف تحریکوں، تنظیموں اور جہادی آؤٹ فٹ کی سرگرمیاں اخباروں کی شہ سرخی بنتی رہی ہیں، انہی تنظیموں میں ایک مشہور ومعروف نام اسٹوڈنٹ اسلامک موومنٹ آف انڈیا(Simi) کا بھی ہے۔

۲۰۰۱ء میں پابندی کے بعد یہ تنظیم منظر نامے سے بالکل ہی غائب ہوگئی تھی اور پھر گاہے بگاہے اس کی سرگرمیوں کے تعلق سے بعض معمولی قسم کی خبریں آتی رہیں، لیکن میری حیرت کی انتہا اس وقت نہ رہی جب میں نے ملاحظہ کیا کہ انگریزی میگزین فرنٹ لائن کے ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ء کے شمارے میں کور اسٹوری (Cover Story) کا کالم سیمی کی نشو ونما اور

ہندوستان میں اسلام پسندوں کی بنیاد پرستی کے ارتقائی جائزہ کی نذر ہے، یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ میگزین ''کوراسٹوری'' کے تحت نہایت اہم موضوعات کا مختلف زاویوں سے جائزہ پیش کرتی ہے، بہر حال ۱۶ صفحات پر مشتمل اس کالم میں تین مضامین شائع ہوئے ہیں۔ Terror Links (دہشت کے رشتے) کے عنوان سے شائع مضمون میں مضمون نگار پروین سوامی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ۲۰۰۱ء میں اگرچہ اس تنظیم پر پابندی عائد کی جاچکی ہے لیکن اب بھی یہ ہندوستان کے ریڈیکل اسلام پسندوں کے لیے سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے اور اب تک ملنے والی شہادتوں سے یہی پتا چلا ہے کہ ۲۳ نومبر ۲۰۰۷ء کو وارانسی، فیض آباد اور لکھنو میں ہوئے، سلسلہ وار بم دھماکوں اور آندھراپردیش، گجرات اور اتر پردیش میں ہوئے کم از کم ایک درجن بم دھماکوں میں اس کا ہاتھ ہے، تنظیم اسلام پسندوں کے تشدد کے لیے ایک بنیادی پلیٹ فارم کے طور پر معرض وجود میں آئی تھی۔ ین حیران کن بات یہ ہے کہ اس کی تاریخ بم کے ساتھ اس کے لوافیر کا راز ہنوز غیر واضح ہے۔

جنوبی ایشیاء کی دوسری تنظیموں کی طرح یہ تنظیم بھی فکری طور پر ابوالاعلیٰ مودودی صا ب کی خوشہ چین ہے جنہوں نے ۱۹۴۱ء شریعت اسلامیہ پر مبنی نظام حکومت کے قیام کے جدوجہد کی غرض سے جماعت اسلامی کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن جماعت اسلامی گزرتے ایام کے ساتھ ایک ایسی ثقافتی تنظیم میں تحلیل ہوگئی جس کا مطمع نظر مسلمانوں کے مابین Neo Coservative اسلام کی تبلیغ واشاعت ہے، پورے ملک میں اس نے ایسے اسکولوں اور اسٹڈی سرکل کا جال بچھا رکھا ہے جس کا ہدف آزادی کے بعد کیمونزم اور سوشلزم مسلمانوں کے مابین بڑھتے اثرات پر بند باندھنا ہے، ۱۹۵۶ء میں اس کی ایک طلبہ ونگ SIO کے نام سے قائم ہوئی جس کا ہیڈکوارٹر علی گڑھ تھا۔ لیکن چونکہ شمالی ہندوستان کے مسلمان فرقہ وارانہ فسادات کے ستائے ہوئے تھے اس لیے جماعت کے متشدانہ نظریات قبولیت عام کا درجہ نصیب نہیں ہوا اور منطقی نتیجے کے طور پر جماعت نے آہستہ آہستہ

مودودی صاحب کے پر تشدد نقطہ نظر سے بریک اپ کر کے سیکولرزم کو اپنی نئی معشوقہ بنالیا، جمعیت اسلامی کے اصلاح پسند طبقے اور سخت گیر نظریہ کے حاملین کے مابین فکری ٹکراؤ کے نتیجے میں اپریل 1977ء میں SIO کے ملبے پر سیمی کی داغ بیل پڑی اور پھر آندھرا پردیش، مغربی بنگال، بہار اور کیرالا کی ان طلبہ تنظیموں سے رابطے قائم کیے گئے جو جماعت کے ہم نوا تھیں، اسی دوران دوسری بہت سی چھوٹی چھوٹی تنظیمیں منظر عام آئیں لیکن ان کا دائرہ بہت محدود رہا جب کہ سیمی کا حلقہ اثر پورے ہندوستان میں وسیع ہوگیا، مغرب سے چلنے والا اسلام مخالف تند وتیز استعماری جھونکوں نے اسے اور مضبوط بنانے کا کام کیا، سوویت یونین میں لڑنے والے امریکہ سے شہ یافتہ مجاہدین کی تنظیموں نے حمایت کرنی شروع کردی اور کھلے بندوں یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلام ہی کے دامن میں ساری دنیا کے مسائل کا حل ہے، ان حالات سے خوف زدہ ہوکر جماعت اسلامی قیادت نے اپنے آپ کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کی لیکن اندرون خانہ دوستانہ تعلقات میں کوئی کمی نہیں آئی ۱۹۸۲ء کے بعد اس کے حامیوں کا حلقہ اور بھی وسیع ہوگیا، مغربی ایشیا کی مختلف تنظیموں مثلاً کویت کی ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم یوتھ، سعودی عرب کی اسلامک فیڈریشن آف اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کی جانب سے داد وتحسین ملی اور ان ممالک سے بے اندازہ رقم کی آمدنی کے نتیجے میں اس نے انگریزی، اردو، ہندی میں ''اسلامک مومنٹ'' گجراتی میں ''اقرا'' بنگالی میں روپن تارز (Rupantar) تمل میں سیدی مالار (Seidi Malar) اور ملیالم زبان میں ویویکم (Vivekam) نامی میگزینین نکالنی شروع کیں، سیمی نے تحریک طلبہ عربیہ کے نام سے مدارس کے طلبہ کی ایک خاص ونگ اور شاہین فورس کے نام سے ۷ سال سے لے کر ۱۱ سال کی عمر کے لڑکوں کی بھی ایک ونگ قائم کی۔

مڈل کلاس کے مسلمانوں کے درمیان اس تنظیم کی مقبولیت کی وجہ یہ رہی کہ مسلمانوں کے بچے انکے ہندو بھائیوں کی ہی طرح الکحل، ڈرگ اور جرائم کے عادی ہوچکے ہیں،

اسلامی رجحان کی آمد کے نتیجے میں یہ بچے بری عادتوں سے دور ہو چکے تھے، اسلامی رجحان کی آمد کے نتیجے میں یہ بچے بری عادتوں سے دور ہوتے چلے گئے، اس لیے تنظیم کو مسیحا کے طور پر دیکھا گیا، ایک دوسری وجہ یہ بھی رہی کہ اس طبقے کے مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والی ترقی کے مواقع کے سلسلے میں ان کے ساتھ دھوکے کا کھیل کھیلا جارہا ہے، لہذا ضروری ہے کہ حقوق کی بازیابی کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیا جائے اور اسی تناظر میں سیمی کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ مافیا سے جڑے، بہت سے مسلم نوجوانوں نے سیمی میں شرکت اختیار کرلی، جس سے تنظیم کا مالی فائدہ تو ہوا ہی دنیا کو یہ باور کرانیکی کوشش کی گئی کہ وہ جرائم پیشہ افراد نہیں بلکہ مظلوم مسلم امت کا دفاع کرنے والے ہیں۔

1992ء میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد سیمی نقطہ نظر (View Point) میں زبردست تبدیلی آئی، بابری مسجد شہادت کی پہلی برسی کے موقع پر سیمی سے مربوط لشکر طیبہ کے افراد جلیس انصاری محمد اعظم غوری، عبدالکریم ٹونڈا نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں سلسلہ وار دہشت گردانہ حملے انجام دیئے، یوں ہی سیمی کے ممبران کی ایک بڑی تعداد نے جیش محمد، حرکت الجہاد الاسلامی جیسی تنظیمیں جوائن کرلیں، ۱۹۹۶ء میں سیمی نے یہ بیان دیا کہ جب ڈیموکریسی اور سیکولرزم مسلمانوں کے تحفظ میں ناکام ہو چکی ہے تو اب واحد راستہ یہ ہے کہ خلافت کے قیام کے لیے کوششیں کی جائیں اور محمود غزنوی کا طریقہ اختیار کیا جائے، اسکے علاوہ مسلسل دو قومی نظریہ کا نعرہ، ۱۱ ستمبر کے بعد القاعدہ کی حمایت میں مظاہرے، بامیان میں بودھ کے مجسمہ کے انہدام پر جشن جیسے اعمال نے تو اس کی جدل و قتال پسندی کو اور برہنہ کردیا۔

گفتگو کا خلاصہ کرتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ سیاسی اسلام کے ارتقا کی بنیادی وجہ یہ رہی ہے کہ حکومتیں مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسلامی کمیونلزم کی

جانب سے صرف نظر کرتی رہی ہیں اور کمیونسٹ لیڈر پرکاش کرت کے مطابق ہندو کمیونلزم ہندوستان میں اس لیے مضبوط ہوا ہے کہ سیکولر طبقہ نے مسلم فرقہ واریت کے لیے رسی ڈھیلی کررکھی ہے لہذا اس کی بات کی ضرورت ہے کہ ایسی سیاسی پالیسی کی جس کی کوکھ سے اس قسم کی تنظیمیں جنم لیتی ہیں بیخ کنی کے لیے محکم اور مضبوط اسٹریٹیجی وضع کی جائے، اور یقیناً یہ سیکولر ہندوستان کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔

نئے اڈوں کی تعمیر (Building New Bases) کے عنوان سے لکھی گئی دوسری تحریر دراصل چنئی سے ٹی، ایس سوبرامنیم، تروننتپورم سے آر کرشنا کمار، کولکاتا سے سوبرید شنکر چٹوپادھیائے کا رپورٹوں کی مجموعہ ہے، جس میں انہوں نے بالترتیب تامل ناڈو، کیرالا اور بنگال کے متعلق سے یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ صوبے اسلامی دہشت گردی کی مکمل گرفت میں ہیں، دہشت گردی کے حوالے سے چیریٹیبل ٹرسٹ فارمائی نارٹیز (C.T.M) نیشنل ڈیولپمنٹ فرنٹ آف کیرالا (N.D.F) کرناٹکا فورم آف ڈگنٹی (K.F.D) جیسے خیراتی اداروں پر بھی ان کے جارحانہ تیور کی وجہ سے کڑی نظر ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام اداروں کے چیئرمین سیمی کے سابق علاقائی صدر اور اس کے ممبران سیمی کے سابق انصار ہیں۔

پولیس کا ماننا ہے کہ تامل ناڈو میں لشکر طیبہ، جیش محمد جیسی تنظیموں کے سلیپر سیل کی موجودگی کے امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا، ویسے تامل ناڈو میں سیمی اس وقت لوگوں کی نظر میں آئی جب ۱۹۹۹ء میں ان کے دعوتی آرگن (Seithi Madd) خبرنامے میں جموں کشمیر کی سرگرمیوں کو سوداور چیچنیا کی آزادی تحریک کے مماثل قرار دیا گیا تھا اور اسی بنا پر اس پر پابندی بھی عائد کردی گئی تھی، ان دنوں سیمی کے سابق ممبران لائبریریوں، خیراتی اداروں اور دعوتی کاموں میں مصروف ہیں، پولیس افسران کے مطابق سعودی عرب کی زیر حمایت مختلف غیر ملکی ایجنسیاں نہ صرف انتہا پسند تنظیموں کو بلکہ انفرادی طور پر بھی مالی تعاون

فراہم کر رہی ہیں، مقالہ نگار خلاصہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر چہ ذمہ داران کی جانب سے حالات کنٹرول میں ہونے کی بات کہی جا رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے دہشت گردی کے حوالے سے طاری اس سکون کو پر فریب سکون سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

کیرالا کی صورت حال تو بالکل ہی مختلف ہے، یہ بڑی تیزی کے ساتھ ہندوستان میں دہشت گردی کا سب سے بڑا مرکز بنتا جا رہا ہے، یہاں سے مالدیپ کی دہشت گرد تنظیموں کو اسلحے، آتش گیر مادے سپلائی کیے جا رہے ہیں، ایم، ڈی، ایف، این ڈی ایف جیسی سیمی سے مربوط تنظیمیں سرگرم عمل ہیں، ان ساری تنظیموں کا پردہ فائل حالات کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے، کبھی وہ ہندوتو اس کے بالمقابل اسلامی آئیڈیالوجی کو نمایاں کرتے ہیں تو کبھی کیرالا کے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، اقتصادی مسائل کو، تو کبھی استعماریت مخالف، گلوبلائزیشن مخالف ایجنڈوں کو، سیمی کے دفتر پر پولیس کے چھاپے سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ حوالہ چینل کے ذریعہ مغربی ایشیاء سے ہر ہفتہ ایک لاکھ سعودی ریال کی رقم تعاون فنڈ کے طور پر آتی ہے، مقالہ نگار خلاصہ کرتے ہیں اس وقت کیرالا میں سب بڑی دہشت گردانہ سرگرمی یہ جاری ہے کہ نوجوانوں اور کم سنوں کی برین واشنگ ہو رہی ہے اور انہیں فکری طور پر یرغمال بنایا جا رہا ہے۔

مغربی بنگال کو عام طور سے دہشت گردانہ سرگرمیوں سے پاک مانا جاتا رہا، لیکن ۲۱ نومبر کولکاتا میں ایک مظاہرے کے دوران جس تیزی سے حالات خراب ہوئے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہاں بھی فکری بمباری شروع ہو چکی ہے، پولیس کو شبہ ہے کہ سیمی سے مربوط کچھ بنگلہ دیشی اور اتر پردیش کی تشدد پسند تنظیموں نے حالات خراب کرنے میں رول ادا کیا ہے۔ اگست ۲۰۰۶ء اور اپریل ۲۰۰۷ء کے درمیان لشکر طیبہ، حزب المجاہدین، جماعت المجاہدین بنگلہ دیش کے افراد بنگال میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے، جون ۲۰۰۷ء میں کولکاتا پولیس نے تین تشدد پسندوں کو گرفتار کیا تھا جن کے بارے میں شبہ ہے کہ

حزب الجہاد الاسلامی بنگلہ دیش سے ان کے رابطے ہیں، خلاصہ یہ کہ حالات یہاں بھی اچھے نہیں ہیں اور مغربی بنگال بھی اب دہشت گردوں کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔

تیسرے مضمون Uneasy in Paradise (جنت میں اضطراب) میں مضمون نگار پروین سوامی نے ذکر کیا ہے کہ اسلام پسندوں کی سرگرمیاں ان آئس لینڈ میں بھی فروغ پا رہی ہیں جو ان سماجی، سیاسی تناؤ سے آزاد ہیں جن کی بنا پر یہ سرگرمیاں فلورش ہوا کرتی ہیں، چنانچہ فصیجو اور واحد نامی مالدیپ کے دو طالب علم جامعہ سلفیہ اسلامیہ فیصل آباد گئے جہاں کے پروڈکٹ میں مختلف القاعدہ اور لشکر طیبہ کے قائدین شامل ہیں، اسی مدرسہ سے ابراہیم شیخ نامی شخص نیو کنزرویٹو روایات سے آراستہ ہو کر مالدیپ لوٹا اور صدر مامون عبد القیوم کی حکومت کے خلاف جو کہ سنی شافعی مسلک کی نمائندگی کرتی ہے آواز اٹھائی، سلطان پارک بم دھماکہ ہوا یا کوئی اور پر دہشت حادثہ ان سب میں جماعت اہل حدیث کے افراد ملوث نظر آتے ہیں۔

Fiyes میگزین کے رپورٹر احمد عبداللہ کے مطابق ابوعیسی اور اس جیسے لوگوں نے سامنے سے متاثرین کی مدد میں بھی بھید بھاؤ روا رکھا اور ان کی یہ کوشش رہی کہ ریلیف فنڈ ان لوگوں کو دیا جائے جو ان کی مرضی کے اسلام (سلفیت) کی پیروی کے لیے تیار ہوں۔

مالدیپ حکومت نے سلفی حضرات کی سرگرمیوں سے پریشان ہو کر ان کے تمام نیٹ ورک پر پابندی عائد کرنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ اسے پتا ہے کہ جنت سے جہنم کا راستہ بہت دور نہیں ہے۔

کور اسٹوری کی تلخیص سے چند باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں. (۱) میڈیا سیاسی اسلام سے بہت زیادہ خوف زدہ ہے (۲) شعوری یا لاشعوری طور پر پوری دنیا میں سلفی اسلام کے ذریعے اسلام کی رسوائی اور بدنامی ہو رہی ہے اور اس پورے منظر نامے میں ابن تیمیہ کی حیثیت ایک ہیرو یا ولین کی ہے (۳) سرکاری ذرائع سے فراہم سلفی حضرات (میری مراد

ہندستانی سیاق میں ہے جس میں دیوبندی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث حضرات سب کسی نہ کسی طرح ابن تیمیہ کے فکری خوشہ چین ہیں. کے دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث ہونے کی خبر پر اگر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا جاسکتا تو اس کی صحت کے امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) جماعت اسلامی ایک ایسی تنظیم ہے جو اپنے خدوخال علاقائی اعتبار سے متعین کرتی ہے، شمالی ہندوستان میں اگر وہ ایک طرف صوفیہ اور انکے رسوم وروایات کے خلاف سخت گیر نظر آتی ہے تو دوسری طرف جنوبی ہندوستان میں وہ میوزک فلم اور دوسری ثقافتی سوسائٹیوں کی سرپرستی بھی کرتی ہے، شمالی ہندوستان میں ان کا ایجنڈا اگر عمومی مذہبی ہوتا ہے تو جنوبی ہندوستان میں تعمیری، ترقیاتی اور کمیونسٹ واستعماریت مخالف اور یہ علاقائی اثر ہی کا نتیجہ ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب ''پردہ'' کی اشاعت اب تک ملیالم زبان میں نہیں ہوسکی ہے۔

کوراسٹوری سے متعلق میں چند سوالات قائم کرتے ہوئے گزر جانا چاہتا ہوں۔

(۱) کیوں میڈیا دہشت گردی کے ساتھ اسلام کے مقدس لفظ کو جوڑتا ہے جب کہ خود اسکا ہی ماننا ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا؟

(۲) اور اگر وہ دہشت گردی کے ساتھ اسلام کا اضافہ امتیاز کے لیے کرتا ہے تو پھر وہ ہندو دہشت گردی یا یہودی دہشت گردی کی اصطلاح استعمال کیوں نہیں کرتا۔

(۳) اسلامی دہشت گردی اور اسلام پسندی کے ارتقائی جائزے کے لیے میگزین کا اہم ترین کالم وقف کر دیا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں آر ایس ایس بجرنگ دل جیسی تنظیموں کے نشوونما اور ان کی دہشت گردانہ سرگرمیوں کو بے نقاب کیوں نہیں کیا جاتا؟ اگر سیمی جیسی تنظیمیں سیکولر ہندوستان کے لیے چیلنج ہیں تو کیا ہندو دہشت گرد تنظیمیں ہندوستان کے ماتھے کا جھومر ہیں؟ میرے خیال میں سیکولر ہندوستان کے لیے سب سے بڑا چیلنج میڈیا کا دوہرا

معیار ہے۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سکے کے دنوں رخ دکھائے جائیں، درحقیقت اس سلسلے میں راز پنہاں یہ ہے کہ دہشت گردی کی تو صرف دہائی دی جارہی ہے، امریکہ کے سابق اٹارنی جنرل رامسی کلارک کے مطابق اصل نشانہ پر اسلام ہے، امریکہ اسلام سے خوف زدہ ہے، کیونکہ اسلام نے افریقی، امریکی نسل کے لوگوں کو امن، سکون، عظمت وقار اور ایمان کیوں عطا کیا ہے. جس کی وجہ امریکہ کا مادّی مفاد داؤں پر ہے۔

(دیکھیے رامسی کلارک کا انٹرویو، دی ہندو ۱۷ دسمبر، ۲۰۰۷ء) اور اسی بنا پر اسلام اور دہشت گردی کی افواہ پھیلائی جارہی ہے۔

دوہرا رویہ......

ایسا عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جب بھی دہشت گردی کے حوالے سے ان جماعتوں کے ملوث ہونے کی خبر آتی ہے جو سواد اعظم اہل سنت وجماعت اور مسلک صوفیہ سے الگ ہیں تو فوراً ہی اس طرح کی خبروں کو بے بنیاد ٹھہرا دیا جاتا ہے اور پھر تصوف وصوفیاء کی دہائی دی جاتی ہے، ابھی کچھ دنوں قبل اجمیر بم دھماکے میں کچھ سلفی حضرات کے ملوث ہونے کی خبر آئی تو فوراً ہی جماعت کی جانب سے تردیدی بیان شائع ہوا اور کہا گیا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہم سب کے آقا اور سرتاج ہیں، لیکن دوسری طرف جب بھی موقع ملتا ہے تو یہ کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ صوفیہ کی ان تمام جماعتوں نے عالم اسلام کو کھوکھلا کر دیا ہے. (دیکھیے اداریہ مجلۃ الفرقان، عربی (جون، جولائی ۲۰۰۶) اور کبھی کویت سے شائع ہونے والے سلفی مجلۃ اجتماع میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ صوفیا کے تمام گروہ گمراہ اور گمراہ گر ہیں، بلکہ کچھ لوگوں کی قبائے حیا یہ کہنے میں بھی تار تار نہیں ہوتی کہ خواجہ غریب نواز تو (معاذ اللہ) ایک سنت تھے مسلمان نہیں، ایسے حضرات سے میں صرف ایک ہی گزارش کروں گا۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو جایا سراسر سنگ ہو جا

ویسے یہ حضرات اگر اپنے رول ماڈل شیخ ابن تمیہ ہی کی بات پر کان دھر لیں تو مسائل حل ہو جائے لیکن اصل پریشانی ان کے ساتھ یہ ہے کہ جب یہ پھنستے نظر آتے ہیں تو امام مالک سے استعانت کرتے ہوئے ان کا یہ قول کل یوخذ من قولہ و یرد الا صاحب ھذا القبر (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر شخص کچھ بات مقبول اور کچھ مردو ہے) پیش کر کے راہ فرار اختیار کرتے نظر آتے ہیں، شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

"صوفیہ کبھی اپنے زمانے کے صدیقین میں ہوتے ہیں اس بنا پر کہ ان میں بہتوں سے اجتہاد واقع ہوتا ہے اور اس سے نزاع واختلاف واقع ہوتا ہے لوگوں کا ان کے طریقہ کے بارے میں اختلاف ہے، ایک جماعت صوفیا اور تصوف کی مذمت کرتی ہے اور ایک جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق میں سب سے افضل وکامل ہیں یہ دونوں فریق غلطی پر ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ وہ حضرات اللہ کی اطاعت میں کوشش کرنے والے ہیں......تو ان میں اپنی کوشش کے لحاظ سے سبقت کرنے والے اور مقرب ہیں اور ان میں درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہیں جو اہل یمن سے ہیں اور دونوں قسموں میں کچھ لوگ کبھی اجتہاد کرتے ہیں اور ان سے کبھی غلطی ہوتی ہے۔" (التصوف والصوفیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ سید یوسف ہاشم رفاعی کویت، اردو ترجمہ شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی، ص ۹۱، مطبع الاصلاح بنگلور، سن اشاعت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴)

صوفی اسلام سے میڈیا کی محبت کا راز:

اس وقت پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ صوفی اسلام کی قصیدہ خوانی کر رہے ہیں اور یہ آواز بلند کر رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ صوفی اسلام لوگوں تک پہنچایا جائے، آخر راز کیا

ہے؟ کیا واقعی میڈیا صوفی اسلام کے تعلق سے سنجیدہ ہے؟ اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور کیا ہم یہ مان لیں حضرت مولانا روم علیہ الرحمٰن اور شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ کی شخصیتوں اور ان کی تحریروں سے مغربی دنیا کا شغف کسی نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے؟ میرا اس سلسلے میں اپنا خیال یہ ہے کہ اس بابت بہت زیادہ خوش فہمی میں رہنا خام خیالی کے مترادف ہے، ایسا یقیناً ہے کہ ان حضرات کے پیغام محبت وانسانیت سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہیں اور ان کی تحریروں کی مانگ مغربی مارکیٹوں میں بہت بڑھ گئی ہیں، لیکن یہ بھی ناقابل انکار سچائی ہے کہ ان حضرات کی تحریروں کے جو ترجمے شائع ہوئے ہیں اور ان کی شخصیتوں پر جو کام ہوئے ہیں وہ اس نوعیت کے ہیں کہ ہم جماعت صوفیہ سے متعلق ہوتے ہوئے بھی اسے مکمل طور پر اپنا نہیں سکتے، کیونکہ ان کی شخصیت کو وحدت ادیان کے نمائندے اور ان کے افکار کو اس نظریے کے ناطق کے طور پر پیش کرنے کی بھرپور کوشش ہو رہی ہے، انکے حوالے سے آئی تحریروں کو پڑھنے کے بعد ایک سادہ لوح مسلمان اس نتیجے تک پہنچنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتا کہ واقعی سارے مذاہب کی روحانیت برحق ہے اور سب کا سرچشمہ دراصل ایک ہی ہے، درحقیقت پوری دنیا کی یہ خواہش ہے کہ اسلام کے تعلق سے مسلمانوں کا جنون ختم یا کم ہو یا کم از کم وہ یہ باور کر لیں کہ دنیا کے سارے مذاہب سچے ہو سکتے ہیں، ابھی چند ماہ قبل پونے کے ایک اسکالر نے مشہور انگریزی اخبار The Hindu میں لکھا تھا: "بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے مسلمان دوستوں کو یہ یقین کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں بھی کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہیں۔" اور اسی طرح کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمان شعوری یا لاشعوری طور پر وحدت ادیان کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس کا سبق نام نہاد شیخ الاسلام طاہر القادری اور جاوید احمد غامدی جیسے بدنصیب پڑھا رہے ہیں۔

آخری بات:

اب ایسے میں ہم اہل سنت و جماعت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ نہ تو اسلام کے نام پر سلفی نظریہ جہاد کی حمایت کریں، اور نہ ہی موجودہ افغانستان کے طالبانی اور صوفی محمد اور نہ

ہی صوفیہ اور تصوف کی وہ صورت قبول کریں جسے پیش کیا جا رہا ہے بلکہ سواد اعظم سے منحرف جماعتوں جیسے اس دور کے جعلی پیروں والا تصوف وہ شیطان کی پیداوار ہے جسے پیر سیف الرحمن اور ان کے چیلے دل جاری کرنے کے بہانے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

ایسے جالی اور بناوٹی پیروں کی فکری کمزوریوں کو اجاگر کر کے تصوف کے رخ روشن کو دیدار عام کے لیے وا کر دیا جائے، دہشت گردی کے مفاہیم و معاہیم و معانی واضح کیا جائیں اور بتایا جائے کہ جہاد (بمعنی قتال) ایک مقدس فریضہ ہے جو عدل و مساوات، امن و امان کی حکمرانی، ظلم وستم کی بیخ کنی کے لیے بوقت ضرورت ہتھیار کے استعمال سے عبارت ہے اور اس قدر تشدد سے جو بظاہر تشدد ہے اور درحقیقت امن کا پیام بروقت ضرورت گریز ایک مجرمانہ قدم ہی کہا جا سکتا ہے۔ ابھی کچھ دنوں قبل جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں ستیہ گرہ تحریک کی بین الاقوامی کانفرنس کا افتتاحی خطبہ پیش کرنے کے بعد تبت کے روحانی پیشوا دلائی لامہ صاحب نے اس سال کے جواب میں کہ اگر کوئی انسان کسی انسان کے خلاف سازشوں کا جال بنتا ہے اور وہ اسی انسان سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملتا ہے تو یہ تشدد ہے یا عدم تشدد، انہوں نے کہا کہ یہ بھی تشدد ہی کے زمرے میں آئے گا لیکن اگر والدین یا استاذ اپنے بچوں کے ساتھ کسی حکمت کی وجہ سے تشدد کو بروئے کار لاتے ہیں تو اسے عدم تشدد ہی مانا جائے گا، کیونکہ اعتبار مال اور نتیجے کا ہوتا ہے، گاندھیائی، فلسفہ عدم تشدد کا مداح اگر تشدد اور عدم تشدد کی یہ تعبیر و تشریح کر سکتا ہے تو ہم دنیا کے سامنے یہ واضح کیوں نہیں کر سکتے کہ اسلام کے نظریہ قتال میں فلسفہ امن مخفی ہے۔

وقت انصاف سے کہہ دیں کہ کس کی جگہ اچھی ہے
بغل میں ان کی ہم، پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

کارٹون سے "فتنہ" تک

۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار نے نبی اکرم ﷺ سے متعلق توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کر کے مسلمانوں کے جذبات کو جس شدت کے ساتھ کچلا اس کی مذمت جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ خاکوں کی اشاعت سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ کم وبیش دنیا کے ہر گوشہ میں مظاہرے کیے گئے تاہم مظاہروں میں شدت دیکھنے میں نہیں آئی۔ اعدائے اسلام کا دل نہیں بھرا اور نہ ہی ان کے عزائم پورے ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اس حد تک ورغلایا جائے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے محلوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے نذر آتش کریں۔ ان کے جذبات کو اس قدر بھڑکا دیا جائے کہ برسہا برس کی محنتوں سے نکھارے گئے حسین شہروں کو خود کھنڈرات میں بدلنے پر مجبور ہو جائیں۔ ان کے ضمیر کو اس طرح جھنجھوڑ دیا جائے کہ خود ان کے حکمراں ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر سلاخوں کے پیچھے دھکیلنے پر مجبور ہو جائیں، چنانچہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۶ء کو نارویج کے ایک اخبار نے دوبارہ اس گندی حرکت کا ارتکاب کیا۔ پھر کیا تھا مسلمان کب اپنے نبی کی شان میں اس بے ہودگی کو برداشت کر سکتے تھے۔ پوری دنیا میں توڑ پھوڑ، لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ بڑے بڑے محلات نذر آتش کر دیئے گئے۔ یورپی اور امریکی سفارت خانوں کو نشانہ بنایا گیا۔ امریکی جھنڈے جلائے گئے۔ نارویج، ڈنمارک اور بالعموم یورپ و امریکہ کے شہریوں کو دھمکیاں ملنے لگیں اور کئی جگہ انہیں ہدف بھی بنایا گیا۔

مغربی حکومتیں، سیاستداں اور مفکرین ملزم کو سزا دینے کی بجائے حمایت دینے لگے۔ دانشوروں نے انصاف پسندی کا ثبوت دیا اور اس ماحول میں بھی حق گوئی سے باز نہ آئے۔ مارک بلوخ یونیورسٹی، فرانس کے پروفیسر، مشہور مفکر ڈاکٹر Eric Geoffroy نے اپنے ایک بیان میں کہا، خاکوں کی اشاعت نے آزادی رائے سے متعلق یورپ کے

دوہرے معیار کو ثابت کیا ہے۔ جب ہم نے دینی اور روحانی اقدار کے حفاظت کی بات کی تو مغرب ''آزادیِ اظہار'' اور ''جمہوریت'' جیسے نعرے بلند کرنے لگے، بعض اسلامی مقالہ نگاروں نے اس فکر کی تنقید کی تو مغربی میڈیا نے شدت کے ساتھ ان کا رد کرنا شروع کر دیا۔ یہی حقیقت میں دوہرا معیار ہے۔

رسول کریم ﷺ کا مرتبہ مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ بلند و بالا رہا ہے۔ مسلمان بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دیگر انبیا سے متعلق بھی ادب و احترام مسلمانوں کی فطرت میں ہے۔

بلاشبہ یہود و انصاری کو گستاخی رسول اکرم ﷺ میں مزید جری کرنے پر اس لٹریچر کا بھی بہت بڑا حصہ ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے زیر اثر عرب اور برصغیر پاک و ہند کی بعض گمراہ شخصیات مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ کی تقویت الایمان جیسی کتاب کی اشاعت کے ذریعہ عربی، فارسی، اردو اور پھر انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں آیا۔

سیّد عالم ﷺ کی تکذیب و توہین کا سلسلہ فتح خیبر (مدینہ منورہ) سے لے کر صلیبی جنگوں سے قبل کی صدی تک اور پھر صلیبی جنگوں اور اس کے بعد کے دور سلطنت عثمانیہ کی تباہی اور سرزمین عرب کے قلب میں یہودی اور نجدی اسٹیٹوں کے قیام تک اور ان کے بعد ۱۱/۹ کے واقعات اور افغانستان و عراق و فلسطین پر ناجائز قبضہ تک تہذیب مغرب اور اس کے پروردہ لوگوں کے ذہن میں اسی طرح قائم و دائم اور برسرِ پیکار ہے۔ جہاں اس حادثہ سے مسلمانان عالم کے خلاف ان کا بغض اور ان کی قلبی خباثت، اُن کے دل پر شقاوت کی مہر اور ان کی قلم کی روشنائی میں دشمن کا خمیر شامل ہوا، وہاں ان کی زبان و قلم اور آنکھ پر تعصب کا پردہ بھی اظہر من الشمس ہو چکا۔

مزید اس کا مناسب رد بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا ڈنمارک کے ان میڈیائی افراد کا رد غالباً قرآن کریم کی یہ آیت ہو سکتی ہے .وَمَا اَرسلنک الارحمۃ اللعلمین''

ابھی مسلمانوں کا زخم مندمل نہیں ہو سکا تھا۔ کہ افق عالم پر مسلمانوں کے خلاف ایک دوسری سازش رچی گئی۔ عیسائیوں کے روحانی پیشوا سولہویں پوپ بنڈیکٹ نے ۱۲ دسمبر ۲۰۰۶ کو Uneversity of Regenburg میں اپنی ایک تقریر کے دوران رومن بادشاہ Paleologus 11 کی بات چیت جو کسی فارسی مسلمان کے ساتھ ہوئی تھی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

Show me just what Muhammad brought that and there you will find things only evil was new, and inhuman,such as his command to pread by the sword the faith he preached.

مجھے دیکھاؤ محمد (ﷺ) کیا نئی چیز لے کر آئے ہیں، آپ کو برائی اور غیر انسانی چیزوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔ مثلاً اپ کو ان کا یہ حکم ملے گا کہ دین کو تلوار کی جھنکار سے پھیلایا جائے۔

گرچہ پوپ نے ایک بادشاہ کا محاورہ کسی فارسی مسلمان کے ساتھ کے ضمن میں یہ بات کہی تھی۔ تاہم دل میں جب میلا پن ہوتا ہے تو کسی نہ کسی طرح باہر آ ہی جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اسے پوپ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر ناپاک حملہ تصور کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں، اخلاق و کردار اور مسلمانوں کی مساعی سے پھیلا۔ نگاہ رسول کی تاثیر، زبان محمدی کی حلاوت تھی جو ہر آنے والے کو اپنا اسیر بنا کر ہی چھوڑتی۔ صحابہ کرام کا کردار تھا جس کو دیکھ کر پورا علاقہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ اور آج تک محمدی رنگ میں رنگے ہوئے صوفیاء کرام کے وہ داعیانہ اسلوب ہیں جو دیکھنے اور سننے والوں پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ اس موضوع پر اپنوں سے لے کر غیروں (بدعقیدہ فرقے) تک نے درجنوں کتابیں، سینکڑوں مقالے تحریر کیے ہیں۔ ہم ایک جھلک صرف عیسائی مذہب کی دکھانا چاہتے ہیں، جہاں یہ کہتے ہوئے زبان نہیں دکھتی کہ عیسائیت امن و امان کا

مذہب ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اس قول کو بات بات پر دلیل بنایا جاتا ہے، اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر تھپڑ مارے تو بائیں رخسار بھی ان کے حوالے کر دو۔

New Testament کی ان عبارتوں پر نظر ڈالیے۔

Think not that I am come to send peace on earth : I came not send peace but a sword. For I am, Come to set a man at veriance against his father, and the daughter against her mother and the daughter in law against her mother in law. and a man.s foes shall be they of his own household

(Matthew, 10,ve34-37. Nashville, Tennsee,37214)

یہ مت سوچو کہ میں زمین پر امن وامان قائم کرنے آیا ہوں۔ میں امان قائم کرنے نہیں آیا بلکہ تلوار کی طاقت لے کر آیا ہوں۔ میں تو اس لیے آیا ہوں تاکہ انسان اور اس کے باپ کے درمیان جدائی کھینچ بودوں، ماں اور بیٹی کے درمیان اختلاف پیدا کر دوں اور ساس اور بہو کے درمیان تفریق ڈال دوں۔ اس طرح انسان خود اپنے اہل خانہ کا دشمن بن جائے گا۔

یہ تو موجود بائبل کی بات ہے اگر صلیبی جنگوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو امن و امان کے داعیوں کا دامن خون سے لت پت نظر آتا ہے۔ اس طرح کی ایک جنگ سے متعلق ابن اثیر کی یہ عبارت دل تھام کر پڑھ لیجئے۔

ملک الفرنج القدس نهار يوم الجمعة ،لسبع بقين من شعبان، وركب الناس السيف، ولبث الفرنج فى البلدة اسبوعا يقتلون فيه المسلمين، واحتمى جماعة من المسلمين بمحراب داوود، فاعتصموا به، وقاتلوا فيه

ثلاثة ايام، وقتل الفرنج بالمسجد الاقصى مايزيد على سبعين الفا، منهم جماعة كبيرة من آئمة المسلمين وعلمائهم وعبادهم وزهادهم مم فارق الاوطان وجاور بذلك الموضوع الشريف (تاريخ ابن اثير ۸/ ۱۹۰)

فرنگیوں نے بیت المقدس پر سات شعبان بروز جمعہ قبضہ کیا، لوگوں نے تلواریں اٹھالیں، فرنگی شہر میں ایک ہفتہ تک رہ کر مسلمانوں کو قتل کرتے رہے مسلمانوں کا ایک گروہ محراب داؤد میں جا کر پناہ گزین ہو گیا فرنگی وہاں تک پہنچ گئے اور تین دن تک لڑائی کی، فرنگیوں نے مسجد اقصیٰ میں تقریباً ستر ہزار لوگوں کا قتل کیا۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء آئمہ، عباد، زہاد کی تھی، جنہوں نے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر اس مقدس سرزمین کی سکونت حاصل کر لی تھی۔

اس طرح کے دل دہلا دینے والے کئی واقعات اور شواہد یورپی مؤرخ گوستاولوبن نے بھی عیسائی پادری اور راہبوں کے حوالہ سے اپنی کتاب مترجم "الحضارة العربیہ" میں نقل کیا ہے، دور نہ جا کر ہنگٹن کی مشہور کتاب Clash of the civilization کو پڑھیے، ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مغرب دنیا پر اپنی فکری برتری، اخلاق، دین کی وجہ سے غالب نہیں ہوا، بلکہ منظم ظلم وزیادتی کے ذریعہ دنیا پر غلبہ حاصل کیا۔ مغرب عام طور پر اس کو بھول جاتا ہے مگر غیر یورپی شخص اسے کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔ ملخصا۔

تاریخ کے ان واقعات اور ان جیسے درجنوں واقعات بالخصوص انجیل کے مذکور اقتباسات کے بعد محمد عربی ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ ان کا لایا ہوا دین تلوار سے پھیلایا گیا، جس کی شان کے اس کے رب نے "وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین" بتایا۔

بعض عیسائی معتدل مفکرین نے پوپ کی باتوں کی تاویل کی ہے، اور یہ کہا کہ پوپ کی تقریر کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ اگر اسلام پر حملہ ہے تو عیسائیت پر بھی جارحانہ حملہ ہے۔

ڈاکٹر رفیق حبیب مصری جو عیسائی مفکر ہیں اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں۔

پوپ کا خیال ہے کہ عیسائیت کا ملاپ جب یونانی فلسفہ کے ساتھ ہوا تو عقل اور ایمان میں توازن پیدا ہوا، بولس کے پیغام نے ایمان اور عقل کے درمیان یہ توازن پیدا کیا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام مشرقی فکر رکھنے والے اشخاص یا یہودیوں یا عربوں تک پہنچانے میں ان کے کچھ تلامذہ کا اہم رول ہے۔ جن میں متی، بطرس، مرقس کا نام نمایاں ہے۔ تلامذہ کی ایک دوسری ٹیم جن میں پولس، یوحنا اور لوقا سر فہرست ہیں نے یونان وروم کے خطہ میں عیسائی افکار کی ترویج واشاعت کے لیے نمایاں فریضہ انجام دیا۔ اس تناظر میں اگر پوپ کا قول دیکھا جائے تو عیسائیت کے حق میں نہایت خطرناک بات ہے۔ انہوں نے ان مبشرین کے پیغامات پر زور دیا ہے جو یورپیوں کے لیے تھا۔ جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ پیغام ایمان اور عقل کا حسین امتزاج ہے۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ پوپ کے نزدیک عیسائیت کی ایک دوسری قسم بھی ہے جہاں ایمان اور عقل کے درمیان ہم آہنگی نہیں۔ یہ وہ عیسائیت ہے جو یونانی افکار سے میل نہیں کھاتا۔

سچ یہ ہے کہ پوپ کا یہ کلام عرب عیسائی جو عیسائیت کی اصل ہے پر جارحانہ حملہ ہے یعنی قبطیوں پر

ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ دین ایک ایسا آسمانی پیغام ہے جس میں تمام امت شامل ہے، اس کا تعلق مختلف تمدن سے ہوتا ہے۔ تمدن کے بدلنے سے دین کی بنیاد میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ دین لوگوں کے تمدن کے مخالف بھی نہیں بلکہ اس کی توجیہ کرتا ہے اور بیک وقت اس کے اختلاف کی نگہبانی بھی کرتا ہے۔ ٹھیک یہی واقعہ عیسائیت کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے تلامذہ نے ان کا پیغام دنیا کے ان ملکوں تک پہنچایا جن کا تمدن مختلف تھا۔ وہ جہاں گئے وہاں کی زبان اپنایا اور تہذیب وتمدن کے لوگوں تک حضرت مسیح کا پیغام ان کی زبان میں پہنچایا۔ مگر پوپ نے حضرت مسیح کے ان پیغام کا انتخاب کیا جو یونانیوں (یورپ) کے لیے تھا۔ پوپ کا یہ موقف دینی ہونے، ثقافتی ہونے کے ساتھ ساتھ تعصب پر بھی مبنی

ہے، جس کی کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ لہٰذا پوپ کے نزدیک یورپ کے علاوہ یعنی عرب اور اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کا ایمان اور اسی طرح ان ملکوں کے عیسائیوں کا ایمان خرافات پر مبنی ہوگا۔ یہ نظریہ عقل اور منطق کے بالکل خلاف ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ پوپ کا مقصد متعصبانہ یورپی عیسائی نظریہ کو پیش کرنا ہے اور یورپی عیسائیوں کو غیر یورپی عیسائیوں پر فوقیت دینا۔ اس نظریہ کا نقصان کسی قدر پوشیدہ نہیں۔ ملخصا

بدتمیزیوں کا طوفان کچھ دیر کے لیے تھما تھا کہ ۲۰۰۸ء نے ایک بار پھر مسلمانوں کے ضمیر کو چیلنج کیا۔ ناپاک ذہنیت رکھنے والے ہولنڈی ممبر آف پارلیمنٹ Geert Wilders نے ایک فلم بنام "فتنہ" دنیا کے سامنے پیش کیا۔ فلم کے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی بحث ومباحثہ شروع ہوگیا تھا۔ تمام تر قیاس آرائیوں کے بعد آخر کار فلم منظر عام پر آ ہی گئی۔ اس فلم میں جرمنی میں شائع ہونے والے پیغمبر اسلام کے بعض توہیز آمیز خاکوں کو دکھایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سورہ توبہ اور سورہ محمد کی بعض آیتوں کو توڑ مروڑ کر، سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ اسلام دہشت گرد مذہب ہے۔ اپنے ماننے والوں کو دہشت گردی پر اکساتا ہے۔ دین اسلام کے دشمنوں کو اس بار کافی حد تک ناکامیوں کا سامنا رہا۔ کیونکہ ان کا مقصد اس ناپاک حرکت کی آڑ میں مسلمانوں کو اکسا کر انکے اپنے ہاتھوں اپنے املاک کو برباد کروانا تھا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے دانشمندی کا ثبوت دیا۔ جوش وجذبات کا مظاہرہ ضرور کیا گیا مگر نقصانات نہیں ہوئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ فلم بنانے والوں کو اپنے ہی ملک میں تنقیدی کا سامنا کرنا پڑا۔ یورپی دانشوروں اور سیاستدانوں نے خود کھل کر مخالفت کی، حتی کہ ہالینڈ کے صدر اور وزیر خارجہ نے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ فلم "فتنہ" حکومت کے نظریات کی ترجمانی نہیں کرتی ہے۔ دہشت گردی جس شکل میں بھی، بری چیز ہے، دہشت گردی کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ "فتنہ" کے ذریعہ مسلمانوں پر جس جدالزام لگانے کی کوشش کی گئی ہے اس میں کچھ صداقت نہیں، ہالینڈ میں بسنے والے آٹھ لاکھ مسلمان جن کی چار سو پچاس مسجدیں ہیں، امن وامان اور رواداری کے ساتھ رہتے ہیں۔

یہ اور اس طرح کے بیانات تھے جس نے Dr.Ingrid Mattson کو یہ صفائی دینے پر مجبور کر دیا کہ ہالینڈ اسلام یا مسلمانوں کا دشمن نہیں۔ یورپ و امریکہ مسلمانوں کے حالات اور بڑھتی ہوئی تعداد پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی ایک تحریر میں ڈاکٹر میٹسن نے کہا کہ یورپ کے گرجا گھر اگر خالی ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی مسجدیں بھری جا رہی ہیں تو اس میں مسلمانوں کی کوئی غلطی نہیں۔ ان سب کی سزا مسلمانوں کو نہیں ملنی چاہیے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح کے واقعات کوئی نئے نہیں، اس کی بھی کوئی گارنٹی نہیں کہ آئندہ کوئی اور اس طرح کی مذموم حرکت نہیں کرے گا۔ ان واقعات سے کئی سوالات جنم لیتے ہیں۔ عالم اسلام نبی آخر الزماں اور اسلام کے تعارف میں ہر سطح پر کوشاں ہے۔ ان تمام کوششوں کے باوجود اس سلسلہ کا دراز ہونا کیا کوئی معقول بات ہے؟ ہر آئے دن ڈائیلاگ کا ایک نیا دور شروع کیا جا رہا ہے، کیا اس کے بعد بھی ناپاک حرکتوں کا سلسلہ بند نہیں ہوگا؟ اگر نہیں تو ان ڈائیلاگ کا کیا فائدہ؟ کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ ان جرموں میں ملوث اشخاص اسلام سے نابلد ہیں؟ کیا محمد عربی ﷺ کی شان میں گستاخی سے باز آ رہنا کسی علم کا محتاج ہے؟ یا یہ کہا جائے کہ اس طرح کی تمام حرکتوں کا سبب تعصب، فکری انحطاط، اخلاقی اقدار سے محروم رہنا ہے۔ جواب جو بھی ہو مسلمانوں کو سر جوڑ کر اس کا مستقل حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ میرے نزدیک اس کی وجہ مسلمانوں کا دین سے غافل ہو جانا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان جس کو امام احمد بن حنبل نے حضرت ثوبان سے باسناد حسن روایت کیا ہے: ''عنقریب (باطل) امتیں تمہارے اوپر ایسی ہی ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ کیڑے پیالوں کے اردگرد ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' سوال کیا گیا: کیا اس کی وجہ ہماری تعداد کا کم ہونا ہوگا؟ فرمایا: نہیں تم ایسے گھاس کی طرح ہو گے جسے سلاب بہا لے جاتا ہے۔ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم ہو جائے گی۔ تمہارے دلوں میں کمزوریاں ڈال دی جائیں گی۔ پوچھا گیا ''کمزوری'' سے مراد کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔'' یا اللہ مسلمانوں کے حال پر رحم فرما۔

☆☆☆☆

مسلمان ہے تو دہشت گرد نہیں اگر دہشت گرد ہے تو مسلمان نہیں

حاصل یہ ہے کہ اسلام سے وابستگی میں تصلب چاہیے، نہ تساہل اور نہ ہی تشدد کیوں، کہ بڑی ہی خوبصورت بات ہے کہ تصلب سے وابستہ شخص اور نظریے دونوں کی نشو ونما ہوتی ہے، صلح کلیت سے شخصیت کا نقصان ہوتا ہے اور وہ شکوک کے دائرے میں گھر جاتی ہے اور تشدد سے متعلقہ نظریے کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے اور وابستہ افراد کو برے انجام بھگتنے پڑتے ہیں۔

☆☆☆

دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں

اسلامی آتنک واد کے مضمرات اور غیر مسلم دہشت گردی کا تاریخی جائزہ

۱۱ جولائی عروس البلاد ممبئی کی لوکل ٹرینوں میں مسلسل آٹھ بم دھماکے ہوئے، جس میں کئی سو لوگ جان بحق ہو گئے اور بے شمار شدید زخمی ہو کر اسپتالوں میں داخل کر دیے گئے، یہ سنتے ہی بدن میں ایک جھر جھری سی پیدا ہوئی اور دل کی دھڑکن خون میں لتھڑی ہوئی انسانی لاشوں کے تصور سے اپنی طبعی رفتار سے دوگنی ہو گئی، اس المناک خبر کے ساتھ ہی پورا ملک ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ پر کان اور آنکھ لگائے بیٹھ گیا اور ان دل دوز مناظر کو سننے اور دیکھنے کے بعد غم واندوہ میں ڈوب گیا، ادھر دھماکوں کے بعد مذہبی اور نسلی تفریق سے بالاتر

ہو کر انسانیت کی امداد رسانی کے لیے ممبئی کے علاقائی عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں نے جو کردار نبھایا، اس نے ایک شب کے لیے مذہبی منافرت کا کھیل کھیلنے والوں کی سیاسی بساطیں الٹ کر رکھ دیں۔

ان دھماکوں میں مرنے اور زخمی ہونے والی بڑی تعداد میں ہندو بھی تھے، سکھ، وعیسائی بھی اور مسلمان بھی، اس لیے اندھیرے میں ان دہشت گردانہ کارروائیوں کے پیچھے کوئی مذہبی ہاتھ تلاش کرنے کی بجائے پورا ملک تھوڑی دیر کے لیے اس مشترکہ غم کو بھول کر ممبئی والوں کی انسانیت کی گن گانے کرنے لگا...... لیکن افسوس اس یکجہتی کا تسلسل بہت دیر تک قائم نہیں رہا۔

ویسے بھی ہندوستان کی ہتھیلی پر سرحد کی سیدھی لکیر کھینچنے کے بعد دست شناسوں نے موجود ہندوستان میں قومی یکجہتی کے مناظر بہت کم ہی دیکھے ہیں، تو پھر اس دورانیے پر شکوہ کیسا؟ ابھی اس خونی کھیل کو گزرے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا، تو پھر اس دورانیے پر شکوہ کیسا؟ ابھی اس خونی کھیل کو گزرے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ تفتیش اور کسی سراغ کے بغیر یکا یک ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ سے یہ شور اٹھتا ہے۔ کہ ''اس کے پیچھے اسلامی آتنک واد کا ہاتھ ہے، شک کی سوئی لشکر طیبہ اور سیمی (تنظیم جماعت سلامی) کی طرف گھوم رہی ہے۔

مسلم دہشت گردوں سے نپٹنے کے لیے پوٹا کا نفاذ بہت ضروری ہے، پھر کیا تھا، مذہبی منافرت کا جن بوتل سے باہر آ جاتا ہے، ابھی صبح کا اجالا پھیلا بھی نہ تھا کہ سیاسی بساطیں پھر سے بچھ جاتی ہیں اور مسلم علاقوں پر پولیس کا قہر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے، ان علاقوں میں بڑے پیمانے پر کومبنگ آپریشن کے بعد بڑی تعداد میں بے قصور مسلمانوں کو پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، مدرسوں کا حسب ونسب چیک کیے جانے لگا، مسجدوں کے ذمہ داروں کو پولیس اسٹیشن طلب کر کے زدوکوب کیا جانے لگا اور پورے ہندوستان میں ہائی الرٹ کے نام پر مسلمانوں خاص طور پر اصحاب کلاہ و دریش کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے انہیں جگہ جگہ پریشان کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ ہنوز کئی روز جاری رہا۔

تعبیر کی غلطی:

دنیا میں مزاحمتی کارروائیوں کی تاریخ جسے حکومتی اور میڈیائی زبان میں ''دہشت گردانہ کارروائیوں'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، صدیوں پرانی ہے، اس تاریخ کا تجزیاتی مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں ان مزاحمتی یا بلفظ دیگر دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے جتنی بھی تنظیمیں منظر عام پر آئیں ان کی بنیاد مذہبی منافرت پر نہیں بلکہ سماجی محرومی، معاشی بدحالی، نسلی اور علاقائی تشخص کے اصرار اور ظلم و بربریت پر ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کا ہدف ملکی امن کو خراب کرنا ہوتا ہے اور انکی مزاحمتی کارروائیوں کی زد میں آنے والا کوئی ایک خاص طبقہ نہیں ہوتا بلکہ پوری انسانیت ہوتی ہے تا کہ ان کی آواز ارباب حکومت سن سکیں اور ان کی مانگیں پوری کی جاسکیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلم تنظیموں کی مسلح کوششوں اور کارروائیوں کے نتیجے میں مسلمان نہیں مارے جاتے، حالیہ ممبئی دھماکوں کی زد میں مسلمان نہیں آتے اور مسجدوں کے اندر یہ دھماکے نہیں کیے جاتے۔ اگر القاعدہ اور طالبان لشکر طیبہ، حرکت المجاہدین اور جیش محمد جیسی مسلم تنظیموں کا ڈانڈا مذہبی منافرت سے جوڑ کر ملک و بیرون ملک میں ہونے والی ان کارروائیوں کو اسلامی آتنگ واد کہا جاتا ہے، تو پھر ببر خالصہ نکسل وادیوں، ماؤنوازوں ایل ٹی ٹی ای ناگا باغیوں اور الفا کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو'' ہندو آتنک واد، عیسائی آتنک واد یا سکھ آتنک واد'' کیوں نہیں کہا جاتا؟

ان مزاحمتی تنظیموں میں کسی کی بھی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، ان کی تشکیل کی بنیاد مذہبی تشخص پر نہیں ملتی، القاعدہ کا قیام مشرق واسطی میں امریکی بربریت کا نتیجہ ہے، ہندو پاک میں سرگرم مسلم باغی تنظیموں کا وجود ریاست کشمیر کی تحریک آزادی کی وجہ سے ہے، ببر خالصہ اور پنجاب میں سرگرم دوسری سکھ تنظیموں کا قیام ''خالصتان'' کی مانگ پر ہے، شمال مشرقی ہندوستان میں ناگا ہتھیار بند گروہ کی آتنک وادی سرگرمیاں علاقائی علیحدگی کے سوال پر ہے، آسام میں اُلفا کی باغیانہ کارروائیاں نسلی و علاقائی تشخص کی بنیادوں پر ہیں اور صوبہ بہار، بنگال، مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ میں کسل وادیوں کا قہر سماجی محرومی کا شاخسانہ

ہے، اسی طرح کسی بھی باغی تنظیم کی تشکیل کی وجہ جاننے کی کوشش کی جائے تو اس کی بنیاد نسلی وعلاقائی تشخص، سماجی محرومی، معاشی بدحالی اور ظلم اور بربریت پر ہی ہوگی، مذہبی تشخص یا منافرت پر نہیں، لیکن ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا ان دہشت گردانہ کارروائیوں کو امریکی عینک سے دیکھنے کی عادی ہو چلی ہے، جس نے پروفیسر سیموئل کی تہذیبی تصادم Clash of Civilization کی تھیوری کو اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کا اٹوٹ حصہ بنالیا ہے، اس کے نزدیک ایک طرف عالمی امن وامان کو چاٹ جانے والی مسلم درندہ قوم ہے اور دوسری طرف باقی ماندہ مہذب قومیں، اس لیے اس تصادم کے نتیجے میں مسلمانوں کو معاشی، مذہبی، علاقائی اور سماجی سطح پر مفلوج کردیا جائے تاکہ دنیا کو خطرے سے بچایا جاسکے۔

اس تھیوری پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر سطح پر مفلوج بنانے کی امریکی کوششیں تو کامیاب ہوتی نظر آتی ہیں، لیکن اس کی وجہ سے دنیا کے بہت سے ملکوں کو داخلی اور خارجی سطح پر نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، خود ہندوستان میں حکومت اور میڈیا کا اس تھیوری پر عمل کرنے کی وجہ سے ملک کی سالمیت اور ترقی کو کافی نقصان پہنچا ہے، اس تھیوری نے حکومت کی توجہ بہت سی دوسری غیر مسلم دہشت گرد تنظیموں کی طرف سے ہٹادی جو پورے ملک میں آزادی کے ساتھ دہشت پھیلا کر ملک کی ترقی اور سالمیت کو زک پہنچا رہی ہیں اور اپنی مسلح اور افرادی قوت کو بڑھا کر اپنا دائرہ وسیع تر کرتی جارہی ہیں، جب کہ حکومت ان کارروائیوں کے بعد تفتیش کیے بغیر مسلم دہشت گردی کا رونا رو رہی ہے اور پڑوسی ملک پر اپنا بخار اتار رہی ہے، مزاحمتی سرگرمیوں کے خلاف امریکی پالیسی پر عمل کرنے کی وجہ سے دوسرا نقصان ہندوستان کو یہ ہو رہا ہے کہ اقلیتوں کے خلاف نفرت رکھنے والی سیاسی اور نیم سیاسی پارٹیاں اس طرح کی دہشت گردانہ کارروائی کرکے اس کی ساری ذمہ داری مسلم تنظیموں پر ڈال رہی ہیں اور اقتدار کی ہوس میں سیاسی روٹی سینک رہی ہیں، گجرات کے فسادات اور ممبئی بم دھماکوں کا تجزیاتی مطالعہ ہمارے اس نظریے کی توثیق کرتے ہیں اور ماضی میں اکشر دھام مندر پر حملہ، جامع مسجد اور عین عید الفطر سے قبل بم دھماکے ہمارے اس نظریے کو

تقویت پہنچاتے ہیں۔

دہشت گردانہ کارروائیوں کا سرا اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ کر اپنی داخلی نفرت کو تسکین یا امریکی مفادات کو تقویت پہنچائی جاسکتی ہے، لیکن ان کارروائیوں کو ختم نہیں کیا جاسکتا، انہیں ختم کرنے کے لیے حالات واسباب کا معروضی جائزہ لے کر ان کے تدارک کی ضرورت ہے۔

عالم اسلام دو حصوں میں منقسم:

اسلامی دنیا اس وقت واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے، ایک طبقہ اہل توہب (وہابیوں، اہل حدیث، یا سلفیوں) کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ دوسرا طبقہ اہل تصوف (اہل سنت وجماعت) کے نظریات کا حامی اور پیروکار ہے۔۱۷۴۴ء میں جزیرۃ عرب کے ایک علاقے نجد سے ابن عبد الوہاب نجدی نے خالص وحدانیت کے تحفظ کے نام پر برسوں سے مروج اسلامی رسوم ورواج کو شرک قرار دیتے ہوئے علاقائی سطح پر اپنا تخریبی آپریشن شروع کیا اور بنام وحدنیت مسلمانوں میں متشددانہ اور تصوف مخالف نظریات کی تبلیغ شروع کی، ابتداء سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لیکن سعودی حکمراں شاہ سعود نے جب اس نظریے کا علم اپنے ہاتھوں میں لیا تو نظریاتی قتل وغارت گری کی اس تحریک کو پاؤں پھیلانے کا پورا موقع ملا، شاہی محل میں پروان چڑھنے والی اس تحریک نے پورے سعودیہ میں طوفان برپا کردیا، آثار رسول وصحابہ، تبرکات رسول، گنبد ومینارے جو اسلام کی مقدس ہستیوں کی آرام گاہوں کے علاماتی نشان تھے ان پر بلڈوزر چلادیے گئے، نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ اور اہل بیت اطہار کے کاشانوں کو ہوٹلوں، پارکوں اور باتھ روم میں تبدیل کردیا گیا، تاکہ وہاں دنیا کے کروڑوں مسلمان حاضر ہو کر اپنی مذہبی عقیدتوں کا خراج نہ پیش کرسکیں۔ (کیونکہ یہ ان کی شریعت میں کفر وشرک کو مستلزم تھا) اور خالص توحید کے نام پر مذہبی تشدد اور گمراہ کن عقائد پر مبنی لیٹریچر تیار کرائے گئے اور پوری دنیا میں اس کی تبلیغ کے لیے شاہی خزانوں کے دہانے کھول دیے

گئے۔ ہندوستان میں انیسویں صدی کے نصف اول میں اس تحریک کی نمائندگی اسماعیل دہلوی نے کی، اور ابن عبدالوہاب نجدی، کی لکھی دل آزار اور گمراہ کن نظریات پر مبنی کتاب ''التوحید'' کی مشمولات اور فکر کو نئے رنگ و آہنگ میں ڈھال کر ایک نئی کتاب ''تقویت الایمان'' تیار کی جس نے پورے برصغیر میں آگ لگا دی، اور پھر اس نظریاتی جنگ نے پورے عالم اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، پچھلی ایک صدی میں نجد سے اٹھی اس وہابیائی جماعت کے بطن سے کئی جماعتوں نے جنم لیا، جو اہل حدیث، سلفی، دیوبندی، تبلیغی جماعت وغیرہ کے ناموں سے جانی جاتی ہیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ایک صدی میں اس وہابیائی تحریک سے جب کوئی نئی جماعت پیدا ہوئی اس نے تشدد میں اپنی پچھلی جماعت کو پیچھے چھوڑ دیا۔ جس کی موجودہ کڑی ''القاعدہ'' اور طالبان ہیں جس کی اسلام مخالف اور انسانیت سوز سرگرمیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تئیں غیر مسلم دنیا کا زاویہ نظر ہی بدل کر رکھ دیا۔ ان کے نزدیک چند ہزار افراد جوان کی فکر و نظر سے منسلک ہیں، وہ مسلمان ہیں باقی پوری دنیا کافر و مشرک اور واجب القتل ہیں۔

اس تاریخی حقیقت کے جان لینے کے بعد مسلم تنظیموں اور ان کی مزاحمتی سرگرمیوں کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میڈیا میں ''اسلامی آتنک واد'' کی اصطلاح کا چلن، اسلام کے تعلق سے عام ذہنوں میں متشددانہ نظریات کی سوچ اور عام مسلمانوں کے بارے میں شکوک وشبہات کا رواج صرف امریکی پالیسی یا مذہبی منافرت پر نہیں ہے بلکہ خود یہ مسلم تنظیمیں بھی بڑی حد تک اس کی ذمہ دار ہیں، جو اپنی سماجی محرومی، معاشی بدحالی، علاقائی و نسلی تشخص اور ظلم و بربریت کے نتیجے میں اٹھائے گئے ہتھیاروں کو مذہب کے کندھے پر رکھ کر چلا رہی ہیں تا کہ انہیں اسلامی دنیا اور کروڑوں مسلمانوں کی حمایت حاصل ہو سکے۔ حال ہی میں ۲۸ جولائی کے انگریزی اخبار ''ٹائمز آف انڈیا'' میں اسامہ بن لادن کے دایاں ہاتھ اور القاعدہ نمبر ۲ کہلانے والے ایمن الظواہری کی ایک اپیل ''الجزیرہ'' چینل کے حوالے سے شائع ہوئی، جس میں انہوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو اسرائیل کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی ہے، اس دعوت کی

اپیل میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ۔

''یہ ایک جہاد ہے جو خدا کے لیے ہے اور یہ جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اسلام اسپین سے لے کر عراق تک غالب نہیں آجاتا، جس کے لیے ہم ہر جگہ حملے کریں گے''۔

It is a Jihad for the sake of God and will last Spain to Iraq. We will till our religion prevails attack everywhere.

یہی وہ سوچ ہے جو میڈیا کو ''اسلامی آتنک واد'' کہنے کے لیے مجبور کرتی ہے، مذہبی منافرت رکھنے والوں کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مقوی غذا کا کام کرتی ہے۔

یہاں قارئین کو میں ایک اہم نکتے کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس امریکی ظلم و بربریت کے خلاف ''القاعدہ'' اور اس کی حلیف تنظیمیں آسمان سر پر اٹھائی ہوئی ہیں، اسی امریکہ کے مفادات میں بلاواسطہ اور بالواسطہ یہ کل بھی کام کر رہی تھیں اور آج بھی کر رہی ہیں اور لطف کی بات یہ بھی ہے کہ دہشت گردی اور مذہبی تشدد کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے راتوں کی نیند حرام کرنے والے امریکہ بھی اسی ملک (سعودیہ عربیہ) کا سب سے بڑا خلیف اور ہمدرد ہے جہاں سے ان متشدد جماعتوں کا ظہور ہوا۔ ۸۰ کی دہائی میں روس کو افغانستان سے باہر نکال کر ساؤتھ ایشیاء پر اپنا سیاسی تسلط جمانے کے لیے امریکی نے ہی ''القاعدہ'' کو افغانستان پہنچایا اور علاقائی حمایت کے لیے طالبان کو پیدا کیا اور انہیں پردے کے پیچھے سے کمک پہنچا کر ان سے اپنا مقصد پورا کیا۔

۹۰ء کی دہائی میں مشرق وسطی پر اپنا تسلط قائم کر کے اسرائیل کو فوجی قوت پہنچانے اور پیٹرول پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لیے عراق پر حملے کیے، اول الذکر مقصد میں کامیابی کے بعد اس نے ہندو پاک کو اپنا نظریاتی ہمنوا بنا لیا، لیکن جب یہی طالبان اور القاعدہ اس کے لیے گلے کی ہڈی بن گئے اور عراق پہ حملے کے باوجود مقصد میں کامیابی نہیں ملی تو اس نے انسانیت سوز ہتھیار Mass Distruction رکھنے کے الزام میں عالمی برادری اور

اقوام متحدہ کی رضا مندی کے بغیر دوبارہ ۲۰۰۳ء میں عراق پر ہلہ بول دیا اور طالبان کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے (کیونکہ وہ امریکہ کے لیے سر درد بن چکے تھے) عراق کا حلیف بنا کر افغانستان پر حملہ کر دیا، حالیہ دنوں لبنان پر اسرائیلی بمباری اور وحشیانہ مظالم میرے مذکورہ دعوے کو دلیل فراہم کرتے ہیں اور غالباً اسی لیے امریکہ اپنی فوج عالمی مذمت کے باوجود ہٹانے کے لیے تیار نہیں، اس کے بعد اس کا نشانہ ایران اور شام ہیں تاکہ پورے مشرق وسطی پر اس کا کنٹرول ہو سکے۔ اب وہ اسی القاعدہ اس کی حلیف تنظیموں کو ختم کرنے کے نام پر خود ہی حملے کرواتا ہے اور پھر انکے تار ان تنظیموں سے جوڑ کر اپنے مفادات حاصل کرتا ہے۔ ۲۰۰۲ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے جس کی طرف خود امریکی اور مغربی ماہرین نے اشارے کیے ہیں۔

کئی دہائی قبل ہی پوری دنیا بالخصوص مغربی دنیا کے سامنے اہل تصوف کا اعتدال اور اہل توہب کی بے راہ روی، گمراہی اور متشدانہ نظریات اس قدر واضح ہو چکے تھے کہ انہیں اپنے خطرناک عزائم اور سیاسی و مذہبی مفادات کے لیے ان دو طبقوں میں سے اہل توہب کے انتخاب میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی، اس لیے اس طبقے کو مغربی دنیا خصوصاً امریکہ نے کل بھی استعمال کیا اور آج بھی کر رہا ہے، صرف طریقہ استعمال تبدیل ہوا ہے ورنہ کل انہیں گود میں بٹھا کر استعمال کر رہا تھا اور آج ان کی کندھوں پر بیٹھ کر اپنے مفادات حاصل کر رہا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ بڑے پیمانے پر پکڑے جانے والے تخریب کار کہیں عقیدے کی سطح پر اور کہیں فکری سطح پر اسی تحریک کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔

ممبی دھماکے کے بڑے پیمانے پر پولیس نے جن مشتبہ لوگوں کو ماضی میں ان کی تخریبی رویے کی بنیاد پر گرفتار کیا ہے ان میں اکثریت کا تعلق بھی وہابیائی تحریک اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والی جماعتیں اہل حدیث اور تبلیغی جماعت وغیرہ سے ہی ہے۔ ان گرفتار کیے گئے افراد میں ضلع بیڑ مہاراشٹر کے رہنے والے دو افراد سید ذبیح الدین اور محمد فیاض بھی تھے ان دونوں کا نام اس وقت ریکارڈ میں آیا جب ۹ مئی کو ایلورا (مہاراشٹر) کے قریب بڑے پیمانے پر RDX پکڑا گیا یہ دونوں ہی جماعت اہل حدیث کے ممبر ہیں ان کے تعلق

تمام تر تفصیلات ۲۳ جولائی کے سنڈے ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہوئی ہیں، اس میں سلم نامہ نگار نے تبصرہ کرتے ہوئے واضح طور پر لکھا ہے کہ "ممبئی بم دھماکے میں بنیادی طور پر یہ دونوں بھی مشتبہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس کام کے لیے ان دونوں کی ذہن سازی اعت اہل حدیث نے ہی کی تھی۔"

They are key suspects in Mumbai Blasts. And Said to have been indoctrinated by Ahle Hadees,

تبصرہ نگار اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتے ہوئے آگے لکھتا ہے کہ

"سیمی اور لشکر طیبہ سے دونوں دوستوں کی قربت اہل حدیث کے توسط سے ہوئی، لشکر طیبہ کے بارے میں یہ یقین سے کہا جاتا ہے کہ اس کے مذہبی نظریات وہابیائی تحریک سے ماخوذ ہیں۔"

The two friends seem to have got cloes to Simi and Let Through their Ahl-e-Hadees Connection Let is Belived to draw its religious Moorings Fom the Wahabi-Style sect.

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ وہابی تحریک کے متشدانہ رویے اور ان کی دین کی خود ساختہ گمراہ کن تعبیرات نے ہی بنام جہاد دنیا میں انہیں قتل و غارت گری پر آمادہ کیا، جس نے اسلام کو ملزم کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو مشتبہ بنا دیا ہے حالانکہ جماعت اہل حدیث کے ذمہ داران اپنے آفس میں بیٹھ کر ان دہشت ردانہ کارروائیوں سی اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے آج افغانستان میں طالبان کی کارروائیوں سے لاتعلقی کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے، چھپے الفاظ میں طالبان کی ہمدردیاں بھی شامل حال ہیں، تھوڑی دیر کے لیے اس لاتعلقی کو ہم تسلیم کر بھی لیتے ہیں، لیکن اس تاریخی اور زمینی حقیقت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ آج دنیا میں جتنی بھی دہشت گرد تنظیمیں کام

کررہی ہیں ان تمام کا تعلق عقیدے کی سطح پر نہ سہی کم از کم فکری سطح پر انہی جماعتوں سے جن کا سررشتہ وہابیائی تحریک سے جاملتا ہے۔

دہشت گرد صرف مسلمان نہیں:

وہابیائی تحریک، امریکی پالیسی اور میڈیائی پروپیگنڈہ، یہ وہ تثلیث بے کلیسا ہے جس نے ممبئی بم دھماکوں کے بعد مسلمانوں کے تعلق سے ایک دل آزار شوشہ چھوڑا ہے کہ:

''تمام مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن تمام دہشت گرد مسلمان ہیں۔''

All Muslims may not be terrorists, but all terrorists are Muslims.

تعبیر کے فرق سے دلوں کی کدورت نہیں چھپائی جاسکتی، اس جملے کو کسی طرح بھی کہا جائے، برق بے چارے مسلمانوں پر ہی گرتی ہے، مگر اس تثلیث کے باوجود یہ زمینی حقیقت عام نگاہوں سے اوجھل ہے کہ آج بھی دنیا خصوصاً ہندوستان اور پاکستان میں جتنی بھی باغی اور دہشت پسند تنظیمیں کام کررہی ہیں ان کی اکثریت ہندو عیسائی اور سکھ تنظیموں کی ہے، ہندوستان میں کشمیر ہی ایک ایسی ریاست ہے جہاں آزادی کشمیر کے نام پر مسلم تنظیمیں ہتھیار اٹھائی ہوئی ہیں جب کہ حیرت انگیز حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے تقریبا 600 اضلاع میں سے 150 ضلعوں اور بیسیوں ریاستوں میں ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کی، ببر خالصہ، نکسل واد، ماؤنواز، الفا، ایل ٹی ٹی جیسی دہشت پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں، ان تنظیموں میں ایک بھی مسلمان شریک نہیں، ریاست کشمیر میں سرگرم، دو ایک مسلم تنظیموں اور ہندوستان کی دیگر غیر مسلم تنظیموں میں صرف فرق اتنا ہے کہ وہ بڑے شہروں میں ہی کبھی کبھار اپنی دہشت گردانہ کارروائی کرتی ہیں، اور دنیا کی نگاہوں میں آسانی سے آجاتی ہیں جب کہ مذکورہ غیر مسلم تنظیموں کی دہشت گردی کا دائرہ چھوٹے شہر، قصبے اور دیہات ہیں بلکہ کئی ریاستوں میں کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں ان کی اپنی متوازی حکومت (Parallel Government) چل رہی ہے، وہاں ہندوستان کا قانون

نہیں ان کے اپنے خودساختہ اصول چلتے ہیں، جہاں ہندوستانی پولیس بھی قدم رکھتے ہوئے گھبراتی ہے، انہوں نے اب تک ہندوستان کے ہزاروں کلومیٹر کے دائرے میں ان گنت پولیس اسٹیشنوں پر حملے کیے، ہزاروں بے گناہ شہریوں کو مارا، کروڑوں کا صرفہ لوٹا، حکومتی اداروں کو نشانہ بنایا اور انکی املاک پر قبضہ کرلیا، ایسے میں یہ کہہ کر ''تمام دہشت گرد مسلمان ہیں'' حقیقت سے آنکھیں چرا کر دنیا میں مذہبی منافرت کو ہوا دی جاسکتی ہے، لیکن دہشت گردی کا خاتمہ کرکے امن وامان کی طرف پیش قدمی نہیں کی جاسکتی۔

یہاں اگر دہشت گردی اور مزاحمت کی ملکی تاریخ پر بھی نظر ڈالی جائے تو ماضی میں کوئی ایسی مسلم تنظیم یا فرد نظر نہیں آتا جس نے حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھا کر بے قصور عوام کو اپنے مفادات کا نشانہ بنایا ہو بلکہ بغاوت اور دہشت پسندی کی یہ خونی تاریخ بھی ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے نام ہی منسوب کی جائے گی۔

☆ ہندوستان میں اجتماعی دہشت گردی کی پہلی صورت حال ۱۹۴۰ء اس وقت سامنے آئی، جب ہندوستانی ریاست ناگالینڈ اور میزورم میں علاقائی ہندوؤں اور عیسائیوں نے ناگا ہتھیار بند گروہ بنا کر عموماً پورے ملک اور خصوصاً مذکورہ ریاست کو علیحدہ ملک کے مطالبہ پر اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا ہدف بنایا، انکی تخریبی کارروائیوں سے پریشان ہوکر ہندوستانی حکومت اور نیشنلسٹ کونسل نے وہاں کے عام شہریوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا اور علاقائی کونسلوں کو بہت سے حقوق دیے، اس سمجھوتے کے بعد ناگا باغیوں کی دہشت گردانہ سرگرمیوں میں بہت حد تک کمی آئی لیکن اب بھی ان کے کچھ مطالبات ہیں جن کی وجہ سے ان کی مزاحمتی سرگرمیاں جاری ہیں، اسی کے نتیجے میں ۱۹۹۲ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک اس کے درمیان صرف آٹھ سالوں میں ۵۹۵ شہری، ۲۲۵ سیکوریٹی جوان اور ۸۶۶ ناگا باغی مارے گئے ہیں، جب کہ کروڑوں کی سرکاری وغیر سرکاری املاک کا نقصان بھی ہوا ہے۔

☆ آسان میں ۱۹۷۹ء میں غیر آسامیوں کی آمد کو لے کر ''آسام تحریک'' شروع ہوئی (کیوں کہ آسامی قبائل اقلیت میں تبدیل ہورہے تھے) چھ سالوں کی دہشت گردانہ کارروائیوں کے بعد ۱۹۸۵ء میں ''آسو'' نے سمجھوتہ کیا اور آشام گن پریشد بنا کر الیکشن لڑا

بوڈو تحریک اسی کا نتیجہ ہے، اس نے شروع میں علیحدہ بوڈولینڈ کی تحریک چلائی یہاں تک کہ حکومتی سمجھوتے میں بوڈو کونسل کے قیام کے بعد یہ تحریک سرد پڑی حالانکہ چھوٹی چھوٹی شکلوں میں اب بھی یہ موجود ہے۔

☆ آسام تحریک میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے ۱۹۷۱ء میں الفا کی بنیاد پڑی، اس کا ابتدائی مقصد آسام کو ہندوستان سے آزاد کرا کر ایک سوشلسٹ صوبے کا قیام تھا، مگر اس کی دہشت گردانہ سرگرمیوں کے باوجود یہ تحریک کئی وجھوں سے کامیاب نہیں ہو پائی، ان وجوہات میں ایک بڑی وجہ تھی وہاں کے مسلم طبقے کی عدم حمایت، بعد میں الفا نے نکسل وادیوں، ناگا باغیوں اور ماؤ وادیوں سے اپنے تعلقات استوار کر لیے اور اب ان کا آتنک پورے ہندوستان کو اپنی زد میں لیے ہوئے ہے، جس میں کوئی غریب مسلمان شامل نہیں۔

☆ شمال مشرقی ہند میں ہی چار دہائی قبل اٹھنے والے ''الگاؤ واد'' کے انقلاب نے بھی ایک عرصے تک ہندوستان کے طول وعرض میں کشت وخون کا بازار گرم رکھا۔ ۱۹۸۰ء میں علیحدہ ''ملک خالصتان'' کو لے کر پنجاب میں اٹھنے والی تحریک نے پورے ہندوستان میں دہشت گردی کی جو تاریخ رقم کی ہے وہ اتنی آسانی سے بھولی نہیں جاسکتی، پنجاب کی اس تحریک نے ۱۹۸۴ء میں وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو چتا پر لٹا دیا تھا۔ اس کے بعد ہندو سکھ فسادات نے کئی ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں ہزار بے گناہوں کے لہو سے ہندوستان کی زمین سرخ ہوگئی، یہ فسادات آج بھی ہندوستان کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہیں، جن میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں تھا۔

ان تمام تاریخی سچائی کی طرف ٹائمز آف انڈیا کے مشہور کالم نگار سوامی ناتھن ایئر نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''ہندوستان میں عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، سکھوں یہاں تک کہ بدھسٹوں کے بہت سے گروپ تھے اور ہیں، جن سے ہندوستان کے ایک تہائی حصے کو مسلم دہشت گردوں سے زیادہ خطرہ ہے، بڑے شہر صرف مسلم گروپ سے خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اسی لیے قومی قائدین اور زعماء کی نظریں بھی مسلم دہشت گردی پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں۔''

(ترجمہ انگریزی سے سنڈے ٹائمز آف انڈیا، ۲۳ جولائی ۲۰۰۶)

یہ تو ہندوستان کی دہشت گردی اور قتل وغارت گری کی مختصر تاریخ تھی، اگر بغاوت مزاحمت، دہشت گردی اور خودکش حملے کی عالمی تاریخ پر بھی نظر ڈالی جائے تو یہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے نام ہوگی، جن کے آگ اگلنے والے ہتھیاروں نے پوری دنیائے انسانیت کو وہ زخم دیئے ہیں جو سوکھنے کا نام نہیں لیتے۔ آیئے دہشت، بربریت اور خون سے لکھی اس تاریخ پر بھی نظر ڈال لیں۔

۱۸۸۱ء میں انارکیوں نے اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے نتیجے میں روسی صدر تسر الیگزینڈر Tsar Alexander کو مار دیا جب کہ ۱۹۰۱ء میں امریکی صدر مانک کنکلے Mckinley اور اٹلی کے بادشاہ، ہمبرٹ Humbart کو مارا اور جب پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی تو انہوں نے آسٹریلیا کے حکمراں Archduke Ferdiand کو مار دیا لیکن اتنے بڑے پیمانے پر عوامی قتل وغارت گری کے ساتھ ان بڑے حکمرانوں کے خون کا وبال کسی مسلمان کی گردن پر نہیں۔

☆ تاریخ بتاتی ہے کہ گوریلا جنگ جوؤں میں ماؤزی دونگ Mao Zedong سے لے کے ہوچی من Hochi Minh اور فیڈرل کیسٹرو Fidel Castro تک: اپنی انقلابی تحریک کے دوران ہزاروں بے گناہ شہریوں کو مارا اور اربوں کی املاک کو ضائع کردیا۔ اس تحریک میں بھی کوئی مسلمان شامل نہیں تھا، لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب تک انہیں فتح نصیب نہ ہوئی تھی دنیا انہیں دہشت گرد کہتی تھی لیکن جب یہ اپنی تحریک میں کامیاب ہوئے تو ہیرو اور جاں باز کہلائے۔

☆ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین میں یہودی گروپ ہگانہ، ارگن اور اوراسٹرن (Haganah, Irgan and Stern) نے علیحدہ یہودی ریاست کے لیے لڑائیاں لڑیں، سرکاری اور عام عمارتوں، ہوٹلوں کو بم سے اڑایا اور ہزاروں بے گناہ شہریوں کو قتل کیا، اس وقت برطانوی حکومت وہاں قابض تھی، جس نے ان گروپ کو واضح طور پر دہشت گرد قرار دیتے ہوئے ان کے گرد زندگی کا حصار تنگ کردیا، یہاں بھی دلچسپ

بات یہ ہے کہ جب یہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی تو ان باغی تنظیموں کے تمام دہشت گرد آزاد اسرائیل کے ہیرو اور لیڈر بن گئے یہ دہشت گرد قائدین کوئی اور نہیں اسحق رابن، ، موسیٰ دیان منچم بیگن اور اریل شرون تھے، جو آج اسی آزادی کے لیے لڑنے والے فلسطینی مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے ان پر مظالم کے وہ پہاڑ توڑ رہے ہیں کہ اب ان کے اندر سے جینے کی آرزو ختم ہو چلی ہے۔

☆ جرمنی میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۹۲ء تک بادر مین ہوف Baadr Menhoof گینگ نے پورے جرمنی میں اپنا خطرناک آتنک پھیلایا اور اس بیچ ہزاروں شہریوں یہاں تک کہ پرائی ویٹائزیشن ایجنسی کے سربراہ تری ہینڈ Treahand کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جرمنی میں نصف صدی تک قتل و غارت کی ہولی کھیلنے والے اس گینگ میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔

☆ افریقہ ایک عرصہ تک داخلی نزاع اور خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ و برباد رہا، لیکن پوری عالمی برداری انسانیت کی ارزانی پر خاموش تماشائی بنی رہی اور وہاں کے مختلف دہشت گرد تنظیموں کو پورے براعظم میں اپنی دہشت پھیلانے کا پورا موقع دیا۔ ان تمام دہشت گرد گروپوں میں سب سے خطرناک اگانڈا کی لورڈ سالویشن آرمی Lord`s Salvation Army یعنی ”خدائی نجات کی فوج“ تھی، اس تنظیم کے بانی اور اراکین تمام کے تمام عیسائی تھے جو بچوں کو بھی اپنے مفادات کے لیے جنگجو کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

☆ سری لنکا میں تامل ٹائیگرس Ltte ہے جسے دہشت گرد تنظیموں میں سے ایک نہایت بدنام اور ممنوعہ تنظیم تسلیم کرلیا گیا ہے یہ وہ پہلی دہشت گرد تنظیم ہے جو چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی دہشت گردی کی تربیت دیتی ہے۔ خودکش حملے Socide Bombing کو بڑے پیمانے پر عراقی اور فلسطینی مسلمانوں سے جوڑا جاتا ہے، لیکن یہ جان کر حیرت ہوگی کہ تامل ٹائیگرس ہی پہلی وہ دہشت گرد تنظیم ہے، جس نے اپنی تخریبی کارروائیوں کے لیے خودکش حملے کو استعمال کیا، اسی خودکش حملے میں اس تنظیم کی ایک

خاتون دہشت گرد نے ۱۹۹۱ء میں وزیر اعظم راجیو گاندھی کے چیتھڑے اڑا دیے تھے۔

ان تمام تاریخی شواہد کے نتیجے میں اب مسلمان یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ

”تمام دہشت گرد صرف مسلمان نہیں بلکہ ہندو، سکھ اور عیسائی بھی ہیں“

All terrorists May not only be Muslims
but hindu, sikh and christians also

رہی بات مسلم تنظیموں کی بنام جہاد دہشت گردانہ سرگرمیوں کی تو اسلام سے ان کا کیا تعلق؟ مذہبی نظریات کی خودساختہ تشریحات اور تحریفات کے ذریعہ چلنے والی وہابیائی تحریک نے اب تک انہیں یہی بتایا کہ اس ”مجاہدے“ سے عرفان اور ایمان حاصل ہوتا ہے مگر عالم اسلام کی اکثریت جو اعتدال پسندوں کی ہے ان سرگرمیوں کو زوال اور عذاب سے تعبیر کرتی ہے، اب جب کہ دن کے اجالوں اور شب کے اندھیروں میں مگر یہ طاقتیں ان کے گرد اپنا شکنجہ کس رہی ہیں تو یہ اپنا مصلی سمیٹنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ افغانستان میں طالبانی طاقت کا حشر نشر وہابیائی تحریک کے خاتمہ کا دوسرا نام ہے۔

مغرب میں آزادی اظہار کا دوہرا پیمانہ

یہ بھی بدترین دہشت گردی ہے

”جن چیزوں نے انسانی فکر کو متاثر کیا وہ دو تھیں، قوت اور مذہب، قوت کا اثر محدود تھا، مذہب کا لامحدود، قوت کے ذریعے انسان کے جسم پر تسلط حاصل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اقلیم دل کی فتح ناممکن تھی، مذہب کی حکمرانی انسان کے ان بنیادی جذبات پر تھی جہاں اس کی فکرو نظر کے سانچے ڈھلتے تھے اور جہاں اس کی شخصیت تعمیر ہوتی تھی۔“

مسلمانوں کے ایمان کا مرکز و محور، قلزم عشق کی موج، سالار کارواں کا میر حجاز اور کتاب زیست کا عنوان ﷺ کی مغربی میڈیا کی جانب سے اہانت پر عالم اسلام کا فطری

ردعمل اور شدید احتجاج، مغربی مفکر برتھولٹ کے مذکورہ اقتباس کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔ آقائے کائنات کے غلاموں اور فرزانوں کے عالمگیر احتجاج کو ہم سلام کرتے ہیں، جنہوں نے مادی طاقت کے نشے میں چور مغربی دنیا کو یہ باور کرادیا ہے کہ دین کے نام پر اگر کوئی مذہب زندہ ہے تو وہ اسلام ہے اور جمہوریت کے نام پر کوئی رائے عامہ ہے تو ہمارے پاس ہے، پندرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اپنی ہزار کوتاہ عملی، حرص اور مجبوریت کے احساس کے ساتھ آج بھی ہم ایمان وعقیدے کی علامت، جذبات کا مظہر اور فکر وخیال کے نازک آبگینے پر ذرا بھی آنچ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

اس مختصر اور خاصی جذباتی تمہید کے بعد اب آیئے ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ڈنمارک کے ایک اخبار ''شیلانڈ پوستین'' Jylland Posten نے بنام آزادی اظہار، رسول اکرم ﷺ کے ۱۲ اہانت آمیز، انتہائی بے ہودگی اور جارحیت پر مشتمل کارٹون شائع کیے، سرور کائنات ﷺ کا کارٹون بنانا بذات خود ایک بھیانک جرم تھا، چہ جائیکہ ان تمام خاکوں (کارٹون) میں یہ پیغام دینے کی شرپسندانہ کوشش کی گئی کہ حضور ﷺ (معاذ اللہ) ایک دہشت گرد اور ان کی تعلیمات امن عالم کے لیے خطرہ ہیں، ان خاکوں میں کہیں پیغمبر امن اماں ﷺ کو عمامہ شریف میں بم رکھا ہوا دکھایا گیا، کہیں قتل وغارت گردی کے لیے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے دکھایا گیا۔ اور کہیں یہ تاثر دیا گیا کہ ان کا سورج غروب ہو رہا ہے، اور کہیں ان کی شبیہ کو ایک دیوار اور خطرناک شخص کے طور پر دکھانے کی مذموم کوشش کی گئی۔

عالم اسلام کا احتجاج اور مغرب کا ردعمل:

ڈنمارک کے مقامی مسلمانوں کی گنہگار آنکھوں نے جب ان دہشت ناک خاکوں کو دیکھا تو ان کی روح تک کانپ اٹھی اور اس شرپسندی پر انہوں نے صدائے احتجاج بلند کرنا شروع کردیا۔ لیکن کہتے ہیں کہ ''نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟'' ان کے ساتھ بھی یہی ہوا نہ وہاں کی حکومت نے کوئی نوٹس لیا اور نہ ہی مذکورہ اخبار نے اس احتجاج پر کوئی

توجہ دی بلکہ اس اخبار کے ایڈیٹر فلیمنگ روز Fleming Rose نے یہ کہہ کر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا کہ یہ ''آزادی کا اظہار کا نمونہ تھا، جس کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔ ۲۰ اکتوبر کو وہاں موجود ۱۰ مسلم ممالک کے سفراء نے ڈنمارک کے وزیراعظم سے ملاقات کرکے اس مسئلے پر احتجاج درج کرانا اور نتائج کی سنگینی پر متنبہ کرنا چاہا تو انہوں نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کردیا کہ ''یہ پریس کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی کا مسئلہ ہے اور ہمارا پریس اور ہمارے عوام دونوں ہی کو یہ حق حاصل ہے۔'' اس ہٹ دھرمی پر ۱۴ نومبر کو جمعیت علماء پاکستان نے اسلام میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا، اسلام دشمنی میں آکر مسلمانوں کے جذبات کو مزید پامال کرنے کے لیے ۱۰ جنوری کو ناروے کے اخبار ''میگزنیٹ'' Magazinet نے ان خاکوں کو دوبارہ شائع کردیا، جس پر دنیا بھر کے مسلمان مشتعل ہو کر سڑکوں پر اتر آئے، جب کہ ۲۶ جنوری کو سعودی عرب نے ڈنمارک میں مقیم اپنے سفیر کو واپس بلالیا اور ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کردیا، سعودی عرب کی اس پیش رفت پر ۲۷ جنوری کو عراق کے تمام مسلمانوں نے جمعہ کی نماز میں ڈنمارک اور دوسرے مغربی ممالک کی پرزور مذمت کی، ان احتجاجوں پر شرمندہ ہونے اور معافی مانگنے کی بجائے ڈنمارک کے مذکورہ اخبار نے ایک بار پھر ۲۹ جنوری کو اسے حق آزادی اظہار، بتا کر اپنی گندی اور متعصب ذہنیت کا ثبوت دیا اور وہاں سے ریڈیو کے براڈ کاسٹنگ کے دوران لوگوں کی فون کالز موصول کی گئیں، جس میں اکثریت نے اس اخبار کو مسلمانوں سے معافی نہ مانگنے پر اکسایا۔ جس پر فلسطین کے مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا اور ڈنمارک کا قومی پرچم نذر آتش کیا، جب کہ لیبیا نے ڈنمارک میں اپنے سفارت خانہ کو بند کرنے کا اعلان کردیا۔ اس مسئلے میں ایک طرف مسلمانوں کا احتجاج شدت اختیار کرتا جارہا تھا اور دوسری طرف مغربی ممالک آزادی اظہار کے نام پر اس مذموم حرکت کا جواز پیش کررہے تھے، جس پر ۳۰ جنوری کو دنیا کی اکثر اسلامی تنظیموں بشمول فلسطین کی حماس اور مصر کی اخوان المسلمین نے ڈنمارک کی مصنوعات کا پوری دنیا میں بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا، اس حکمت

عملی نے اپنا اثر دکھایا اور ڈنمارک کی قومی آمدنی کو چار دنوں میں تین لاکھ ڈالر کا زبردست نقصان ہوا چونکہ وہ مادیت اور معیشت کی ہی زبان سمجھتے ہیں اس لیے ان کی ہٹ دھرمی ٹوٹ گئی اور وہ گھٹنوں پر آ گئے اور پھر ۳۱ جنوری کو اس اخبار کے ایڈیٹر نے معافی مانگی، گو کہ عالم اسلام نے محسوس کیا کہ یہ معافی، ندامت اور شرمندگی کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ ان کی معیشت کے احساس زوال کا شاخسانہ تھی، لیکن مسلمانوں نے صبر و ضبط کیا، یہ معاملہ دھیرے دھیرے سرد پڑ جاتا مگر یکم فروری کو ڈنمارک کے حق آزادی اظہار کی حمایت میں فرانس، جرمنی، اٹلی اور اسپین، کے اخبارات نے انہی خاکوں کو دوبارہ شائع کر دیا، اور سویڈن کے اخبار نے اپنے قارئین کو اسی طرح کے دوسرے کارٹون بنانے کی عام دعوت دی، قارئین کو یاد ہوگا کہ یہ وہی ملک ہے جس نے کبھی بنگلہ دیش کی بے لگام مصنفہ تسلیمہ نسرین کو سیاسی پناہ بھی دی تھی۔

آخر کار آزادی اظہار کی آڑ میں تاجدار کون و مکاں ﷺ کی ذات مقدسہ پر مغربی میڈیا کے پے در پے حملے اور دریدہ ذہنی پر مسلمان بے قابو ہو گئے اور پھر شام، لبنان، انڈونیشیا، پاکستان اور کئی دوسرے ممالک میں ہونے والے مظاہرے تشدد اختیار کر گئے، لوگ زخمی ہوئے، کئی جانیں گئیں اور کروڑوں کی املاک کا نقصان ہوا، جب کہ عراق جیسے مجبور اور مقہور ملک میں ڈنمارک اور دوسرے کئی مغربی ممالک کی کمپنیوں کے ٹھیکے منسوخ ہو گئے۔ ان احتجاجوں کا سلسلہ پوری دنیا میں تادم تحریر جاری رہا، لیکن امن عامہ کے علم برداروں، بقائے باہمی کے ڈھنڈورا پیٹنے والوں، دہشت گردی کے نوحہ گروں اور تہذیب و تمدن کے داعیوں کی بیناء کو تعصب کے جراثیم، اسلام دشمنی کے مہلک مرض اور مغربی تہذیب کے تسلط کے بخار نے اندھا اور کانوں کو بہرا کر دیا تھا، انہیں اب نہ تہذیبی تصادم کا دائرہ وسیع ہوتا دکھائی دے رہا تھا، نہ ہی امن عالم پر خطرہ منڈلاتا ہوا نظر آ رہا تھا، نہ اپنی وحشت و بربریت کے تماشے بے چین کر رہے تھے، اور نہ کروڑوں مسلمانوں کی صدائے احتجاج ان کے کانوں کے پردوں کو متاثر کر رہی تھی۔

آزادی اظہار کا آئینی مفہوم:۔

مذہب اسلام کے خاتمے اور مغربی تہذیب کے تسلط کے لیے پچھلی دو دہائیوں سے مغرب مسلسل اسلامی آثار کی توہین، اسلامی نظریات کے خلاف غلط پروپگینڈے اور اسلام کی تقدس مآب شخصیت حضور ﷺ کی کردار کشی میں لگا ہوا ہے، لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام شرپسندانہ عمل ''آزادی اظہار'' کے نام پر کیا جا رہا ہے، ۱۹۸۹ء میں سلمان رشدی کی ''شیطانی آیات'' کی اشاعت ۲۰۰۲ میں نائجیرین صحافی اسوما ڈینیل Isioma Daniel کا اپنے مضمون میں ''مقابلۂ حسن'' کو حضور ﷺ کا حکم بتانا ۲۰۰۴ء میں ڈچ فلم ساز وین گوف Van Gogf کا مسلم خواتین کے جنسی استحصال پر مشتمل فلم بنانا اور ۲۰۰۵ء میں سویڈن میوزیم میں ایک برہنہ مسلم جوڑے کو جن کے جسموں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں پینٹنگ کے ذریعہ مباشرت کرتے ہوئے دکھانا، اسی اظہار کی مادر پدر آزادی کے نتائج تھے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ آزادی اظہار کا آئینی مفہوم کیا ہے؟ اگر ''آزادی اظہار'' کو یوں ہی مطلق العنان رکھا جائے تو پھر دنیا سے امن و امان اٹھ جائے گا۔ اور پھر معاشرتی، مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی اقدار کے تحفظ اور قومی مفادات کی تکمیل کے لیے خود ہی مغرب کے بنائے ہوئے دوسرے قوانین کی دھجیاں اڑ جائیں گی۔ کیونکہ حقوق اپنی نوعیت کے اعتبار سے باہم معکوس ہوتے ہیں اور ان کی تنفیذ کا دارومدار باہمی طور پر دیگر بنیادی حقوق پر ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی حق کو مطلق نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کے نفاذ کے کچھ حدود اور قیود ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام جمہوری ممالک نے ''آزادی اظہار'' کا حق تو دیا ہے مگر اس اظہار کی آزادی پر اپنے ملک و مذہب کی سالمیت اور مفاد میں کچھ پابندیاں بھی عائد کر رکھی ہیں۔ یہ پابندیاں ان کے معاشرتی، سماجی، تہذیبی، علمی مذہبی اور اخلاقی اقدار کے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر بچوں میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی آزادانہ فحش نگاری اور میڈیا میں مذہبی یا نسلی منافرت کی تشہیر پر دنیا کے بہت سے ممالک میں پابندیاں ہیں، عالمی جنگ کی تباہی سے انکار یورپ کے بہت سے ممالک میں ہرجانہ کے

دیوانی قانون کے تحت ہتک عزت کا قانون موجود ہے جس میں کسی بھی فرد کو کسی کی حق تلفی یا اس کی حیثیت عرفی کے ازالے پر سزا دی جاسکتی ہے، ان کے علاوہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں تقریر، تحریر یا عمل سے قومی دستور کی تضحیک، عدالت کی توہین یا ایوان بالا کی تزلیل بھی قانونی طور پر جرم متصور کی جاتی ہے، اگر آزادی اظہار کا حق مطلق ہے، اس پر کسی طرح کی پابندی نہیں تو پھر ان قوانین پر اعتراضات کیوں نہیں کیے جاتے؟ آخر کیوں ان قوانین کو تسلیم کیا جاتا ہے؟ ہاں اگر آزادی اظہار کے کچھ حدود و اصول ہیں تو پھر حق آزادی اظہار کی آڑ میں کسی بھی قوم کے مذہبی علامات، آثار اور نظریات کی تذلیل اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟

احترام مذہب کے بین الاقوامین قوانین:

حق آزادی اظہار کے حدود و اصول سے احترام مذاہب اور مذہبی آثار و نظریات کی پاسداری کا منطقی نتیجہ اپنی جگہ، دنیا کے تقریباً تمام ممالک نے اپنے دساتیر میں بنیادی مذہبی آزادی کے تحفظ اور احترام مذہب کے لیے قوانین بھی بنائے ہیں، جن کی رو سے بھی مذہبی نظریات کی تزلیل ایک تعزیری جرم ہے، لیکن آج اسلام کے تعصب میں مغربی ممالک اپنے ہی وضع کردہ قوانین کو پامال کر رہے ہیں اور دنیا کے سوا ارب مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اقوام متحدہ کا قانون:

اقوام متحدہ UNO کی چارٹر کی دفعہ i(II) کے مطابق اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور انسانی بین الاقوامی تعاون کے حصول کی خاطر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کی حوصلہ افزائی کرنا سب کے لیے بلا امتیاز نسل، جنس، زبان و مذہب کی آزادی جیسے بنیادی انسانی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ نیز اس مشن کو انسانی حقوق کے یورپی کنونشن کی دفعہ 9 میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔(Charters of UNO)

امریکی قانون:

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا دستور، ترمیمی بل برائے حقوق کہتا ہے کہ ''کانگریس مذہب کو قائم کرنے یا اس کی آزادی میں رخنہ اندازی کرنے یا تقریر اور پریس کی آزادی کو پابندِ زنجیر کرنے یا لوگوں کے آزادانہ اجتماع کے حق کی پاسداری اور حکومت کو شکایات کے ازالے سے روکنے کے لیے کوئی قانون وضع نہیں کرے گی۔'' بعض امریکی ریاستوں نے مذہبی یا شخصی تنقیص، تذلیل اور گستاخانہ تضحیک پر قدغن لگانے کے لیے نہایت سخت تعزیری قوانین بنا رکھے ہیں۔ (پ: ۲۷۲، سیکشن ۲۶۰)

ڈنمارک کا قانون:

ڈنمارک میں جہاں آزادی اظہار کے نام پر حضور ﷺ کی توہین کر کے اپنے بغض کو تسکین فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہاں کے قوانین کی دفعہ ۲۶۶ بی میں یہ قانون ہے کہ ''اگر کوئی عوامی سطح پر کسی مذہب کی کسی بات یا عمل کا مذاق بنائے یا اس کی بے حرمتی کرے تو اس پر جرمانہ ہوسکتا ہے اور اسے چار ماہ سے لے کر دو سال تک سزا ہوسکتی ہے۔''

دیگر مغربی ممالک کے قوانین:

ان کے علاوہ یورپ کے مندرجہ ذیل ممالک میں بھی گستاخانہ کلمات، بے ادبی اور حوصلہ شکنی کے قوانین موجود ہیں، آسٹریا (آرٹیکل ۱۸۸، ۱۸۹ کریمنل کوڈ) فن لینڈ، (سیکشن، اچیسٹر) پینل کوڈ جرمنی (آرٹیکل 144 کریمنل کوڈ) اسپین (آرٹیکل ۵۲۵ کریمنل کوڈ کے تحت مذاہب کی توہین، تعزیری جرم ہے۔

ان قوانین سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار کی مطلق آزادی کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

آزادی اظہار کا دہرا پیمانہ:

مغرب میں اگر آزادی اظہار کا ایک ہی پیمانہ ہوتا تو ہم اس کی مطلق العنانی اور فکری آوارگی پر صبر کر لیتے کہ وہ اس حق کے استعمال میں اپنے اور پرائے کا امتیاز نہیں رکھتا، لیکن جہاں اس نے اس حق کے بیجا استعمال کو لگام دینے کے لیے مختلف قوانین وضع کیے ہیں

وہیں جب اس حق کو اس کی تہذیب و ثقافت، مذہب، فکر و خیال اور قومی پالیسیوں کے خلاف کوئی دوسرا استعمال کرتا ہے تو پھر اس کی ''روشن خیالی'' سمندر کا حباب بن جاتی ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو احترام مذاہب کے بین الاقوامی قوانین کی موجودگی اور آزادی اظہار کی تعیین کے باوجود بنام آزادی اظہار توہین آمیز کارٹون کی اشاعت کر کے اسلام کے وقار کو پامال کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ ایک یہی کیا کم تھا کہ خاکوں کو شائع کر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو بیدردی سے پامال کیا گیا، اس جذبات کی پامالی پر مسلمانوں کے حق احتجاج کو بھی اہل مغرب نے حق آزادی اظہار کی خلاف ورزی بتایا، اس ظلم پر برطانیہ کا ایک اخبار گارجین (Guardian) بھی خاموش نہ رہ سکا اور اس نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ:

''مسلمانوں پر دوہرا ظلم ہوا، ایک خاکوں کے شائع ہونے سے اور دوسرا ان کے احتجاج کرنے کے جمہوری حق پر سوال اٹھا کر۔''

جب کہ برطانیہ کے ہی ایک دایاں بازو کے سیاسی گروپ کے سربراہ نے بھی مسلمانوں کے ان احتجاجوں پر اعتراض کرتے ہوئے خاکوں کی اشاعت کو جائز قرار دیا ہے۔ اس گروپ کے قول و عمل کی یہ دورنگی دیکھیے کہ یہ وہی ہے جس نے بی بی سی کے خلاف کافی عرصے پہلے اس وقت محاذ کھڑا کر دیا تھا جب اس نے Jerry Springer the Opera نامی فلم کی نمائش کی تھی، اس گروپ کا کہنا تھا کہ ''اس میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جن سے عیسائیوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔''

یورپ کے دوسرے ممالک کے علاوہ خود برطانیہ میں بھی اہانت کا قانون (Law of Blasphemy) سولہویں صدی سے بنا ہوا ہے، مگر برطانیہ کی یہ دورنگی ہی ہے کہ اس قانون میں صرف عیسائیت اور حضرت عیسیٰ کے خلاف ہی کچھ ہو تو اسے اہانت مذہب تسلیم کیا جائے گا، لیکن ایسی کوئی حرکت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو تو وہ اس دوغلے قانون کے دائرے میں نہیں آتی۔

☆ ۲۷ جنوری ۲۰۰۳ء کو ایک برطانوی اخبار نے اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کا ایک کارٹون شائع کیا جس میں فلسطین پر اسرائیلی بربریت کو اس طرح دکھانے کی کوشش کی گئی کہ ''وہ ایک فلسطینی بچے کا سر کھا رہا ہے۔'' اس خاکے کی حقیقت افروزی کے باوجود پوری دنیا کے یہودی طبقے میں ایک طوفان برپا ہو گیا، لیکن مغرب کے متعصب ذہن کے آوارہ تصور سے بننے والا یہی توہین آمیز خاکہ جب پیغمبر امن و امان ﷺ کی ذات بابرکت کا ہو، اگرچہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو، مگر وہ ان کے نزدیک حق آزادی اظہار کا ایک جرات مندانہ نمونہ ہوتا ہے اور اس بدتمیزی اور عالمی دہشت گردی کے ردعمل میں مسلمانوں کا عالمگیر احتجاج ناجائز اور خلاف حق متصور کیا جاتا ہے۔

☆ آج سے کچھ عرصہ پہلے برطانیہ کی عدالت نے برٹش نیشنل پارٹی کے ایک ممبر نک گرافن کو اس کے یہ توہین آمیز بیان دینے کے باوجود کہ ''اسلام ایک برا اور گندہ مذہب ہے'' (نعوذ باللہ) باعزت بری کر دیا جب کہ لندن کے Finsbury Park کے امام ابو حمزہ کو عیسائی دنیا کے خلاف بولنے کے جرم میں سات سال کی سزا سنائی گئی اور اسی جرم کی پاداش میں مغرب کے کئی ملکوں نے علامہ یوسف القرضاوی کو اپنی سرحدوں میں داخل ہونے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اہل مغرب نے کئی ممالک میں امام الشاہ احمد نورانی صدیقی پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ ان قادیانیت اور عیسائیت و یہودیت کے خلاف دلائل رکھتے ہیں۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ردعمل میں جب پوری دنیا کے مسلمانوں نے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا شروع کیا تو پوری عالمی برادری چیخنے لگی، لیکن جب دوسری خلیجی جنگ میں فرانس نے عراق پر حملے کے لیے امریکہ کی حمایت نہیں کی تو اسی امریکہ نے انتقامی کارروائی میں فرانس کی شراب اور مکھن کا بائیکاٹ کیا اور پوری مغربی دنیا اس پر خاموش رہی۔

یہ تو چند مثالیں تھیں، اگر اہل مغرب کی سیاسی، تمدنی، تہذیبی اور سماجی زندگی کا سرسری

جائزہ لیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ وہ اپنے اور دوسروں کے لیے ہر ہر سطح پر دوہرا رویہ رکھتے ہیں، اسی دوہرے رویئے نے انہیں مذہبی، تہذیبی اور معاشرتی سطح پر اضطراب اور کشمکش سے دوچار کر رکھا ہے، ان کی مذہبی، تہذیبی اور معاشرتی قدریں زوال پذیر ہیں اور وہ روحانی سکون کی تلاش میں کبھی کلیساؤں اور مٹھوں کی آغوش میں پناہ لے رہے ہیں، کبھی رہبانیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو کبھی دھرم شالہ اور بھوج شالہ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

کارٹون کی اشاعت کا مقصد آزادی اظہار کا استعمال یا کچھ اور؟:

مذہب اسلام پر الزام وافتراء اور حضور ﷺ کی ذات پاک پر اوچھے حملے دراصل مغرب کی بوکھلاہٹ، حسد اور نفسیاتی خوف کا ردعمل ہے، جن کو وہ آزادی اظہار کی آڑ میں کرتے رہتے ہیں۔ دنیا میں کیمونزم کی آمد کے بعد جہاں مغربی معاشرہ تیزی سے اپنی مذہبی قدریں کھونے لگا وہیں حقیقت کی متلاشی روحیں بے تابانہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں، اس کے ردعمل میں مغربی دانشوروں نے پہلے پہل اپنے عوام کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے سنجیدہ اور علمی پیرائے میں کوششیں کیں، ترسیلی نظام بہت زیادہ متحرک اور موثر نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اس میں بڑی حد تک کامیابی بھی ملی، مگر جیسے جیسے ترسیلی فاصلہ Communication Gap ختم ہوتا گیا۔ طرح طرح کی معلومات کا حصول آسان ہو گیا نتیجے میں عوام کو اپنی پسند اور ناپسند کا اختیار زیادہ ہو گیا اور پھر وہ اسلام کے متاثر کن نظریات کی طرف مائل ہونے لگے۔ مغرب کے عام افراد کے اسلام کی طرف رجحان نے ان کے حواس باختہ کر دیے، کیونکہ اسلامی نظریات ان کی نام نہاد تہذیب وتمدن، ثقافت اور مادی جبلت سے متناقض تھے، انکے دل ودماغ میں یہ بات گھر کر گئی کہ اگر مغرب میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اپنے مفادات میں بنائی ہوئی لچر قدریں ختم ہو جائیں گی اور ان کا آبائی مذہب اپنی شناخت کھو بیٹھے گا۔ اس نفسیاتی خوف اور بوکھلاہٹ نے انہیں اپنی نام نہاد شرافت اور تہذیب کے جامے سے بھی باہر لا کھڑا کر دیا اور وہ اسلام کے خلاف

بدقماشی، بدتمیزی اور جارحیت پر اتر آئے، پچھلی دو دہائیوں میں جن کے متعدد مکروہ نمونے ہم دیکھ چکے ہیں۔

حالیہ خاکوں کی اشاعت بھی اسی خوف اور بوکھلاہٹ کا بدترین ردعمل ہے، اس سلسلے میں ۱۰ فروری ۲۰۰۵ء کو ڈنمارک کے اخبار "شیلاند پوسٹین" کے چیف ایڈیٹر فلیمنگ روز کا ایک تفصیلی مضمون آن لائن اخبار Washington Post.Com میں شائع ہوا ہے، اس مضمون کا عنوان ہے Why I published those cartoons?

(میں نے کیوں ان خاکوں کو شائع ؟) عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے اس مضمون میں کارٹون کی اشاعت کے مقصد کو بیان کیا ہے، بظاہر اس کے مقصد کا مرکزی نقطہ آزادی اظہار کی تحدید کو ختم کرنا تھا، تاہم ذیل میں ہم اس تفصیلی مضمون کا ایک طویل اقتباس نقل کر رہے ہیں، جس کو پڑھ کر قارئین عبارات کے بین السطور سے اس خوف ودہشت کو ضرور محسوس کریں گے، کہ اسلام کی حقانیت اور صداقت اہل مغرب کو اپنی طرف مائل کر رہی ہیں۔

میں نے ان کارٹون کو شائع کیا، کیونکہ یورپ کے اندر اسلام کے تعلق سے اشاعت کے سلسلے میں خود احتسابی کے کئی واقعات میرے سامنے آئے، یعنی خوف کی وجہ سے اسلام کے تعلق سے کوئی منفی مسئلہ لکھنے یا چھاپنے کو آسانی سے کوئی تیار نہیں تھا اور یہ دہشت بڑے پیمانے پر پھیل رہی تھی، کارٹون کی اشاعت سے ہمارا ارادہ عالم اسلام کے جذبات کو بھڑکانا نہیں تھا، بلکہ آزادی اظہار کی تحدید کو ختم کرنا تھا۔

ستمبر کے آخری حصے میں ڈنمارک کے ایک ابھرتے ہوئے مزاحیہ اداکار نے ہمیں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "کیمرے کے سامنے بائبل پر پیشاب کرتے ہوئے مجھے کوئی مشکل نہیں ہے، لیکن یہی میں قرآن کے ساتھ کرنے کی جرات نہیں رکھتا ہوں"۔

ستمبر کے آخر ہی میں ڈنمارک کے ایک بچوں کے مصنف نے محمد (ﷺ) کی حیات پر ایک تمثیلی اور تصویری کتاب تیار کرنے کا ارادہ کیا جس کی تصویر بنانے کے لیے کوئی تیار

نہیں ہوا، ایک کمپنی کے تین مصوروں کو جب زیادہ زور دیا گیا تو وہ نوکری چھوڑ کر چلے گئے۔

اسلامی مسائل پر تنقیدی کتابوں کے یورپی ترجمہ نگار اپنا نام کتابوں میں نہیں دینا چاہتے۔ نہ اسلامی تنقید کرنے والے مصنف ہی اپنا نام کتاب میں دینا پسند کرتے ہیں ستمبر میں ہی لندن کی Tale گیلری نے یورپ کے مشہور مصور John Lathan کی پینٹنگ کو لگانے سے انکار کر دیا جس میں قرآن، بائبل اور تلمود کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے دیکھایا گیا تھا۔ اس کی وجہ گیلری کے ذمہ داروں نے یہ بتائی کہ لندن بم حادثے کے بعد وہ دوبارہ ایسا کوئی حادثہ نہیں چاہتے اور ستمبر کے آخر میں ہی اماموں کے ایک گروپ نے ڈنمارک کے وزیراعظم سے ملاقات کی اور ان سے گزارش کی کہ وہ اسلام کے تعلق سے پریس کو مثبت رویہ رکھنے کا حکم دیں۔

ستمبر کے دو ہفتوں میں ہم نے آدھا درجن سے زیادہ اسلام کے تعلق سے لکھنے، کہنے اور چھاپنے کے خوف کا تماشا دیکھا اور یہ خوف آزادی اظہار پر بڑی تیزی سے غالب آ رہا تھا اس لیے شیلاند پوستین نے فیصلہ کیا کہ اس خوف کو کارٹون کی اشاعت سے دور کیا جائے، اس سلسلے میں میں نے ڈنمارک کے کارٹون کی اشاعت سے دور کیا جائے، اس سلسلے میں میں نے ڈنمارک کے کارٹون بنانے والے ایسوسی ایشن کے تمام ممبروں کو لکھا کہ وہ محمد کو جیسا متصور کرتے ہیں ان کا کارٹون بنائیں جن کے ۲۵ ممبروں میں سے ۱۲ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔" (انگریزی سے ترجمہ)

قارئین محسوس کر سکتے ہیں کہ یہ آزادی اظہار ہے یا اسلام دشمنی کا گھٹیا نمونہ؟ ماضی میں سینکڑوں اخبارات و رسائل اور کتابوں میں اسلامی نظریات کے خلاف لکھا جاتا رہا لیکن مسلمان صرف ان کی تفہیم کے لیے دفاعی تحریریں لکھتے رہے اور کبھی ان تحریروں پر مشتعل ہو کر سڑکوں پر نہیں نکلے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اسلام پر ہونے والی نظریاتی بحث کا ایک حصہ ہے جو آزادی اظہار کے دائرے میں آتا ہے۔ اب جب کہ علمیت اور معقولیت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر مغرب اسلامی نظریات و شخصیات کے خلاف سطحیت اور رذالت پر اتر

آیا ہے، ایسے میں ایک زندہ اور پرکشش مذہب کے ماننے والوں کا پرجوش ردعمل اور شدید احتجاج ایک فطری امر ہے۔

آزادی اظہار کا انہیں اتنا ہی شوق ہے تو وہ کیوں نہیں ڈنمارک کے دستور پر کھڑے ہو کر پیشاب کر کے اپنی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں؟ کیوں نہیں امریکی پرچم کو کیمرے کے سامنے نذر آتش کر کے آزادی اظہار کی تحدید کے خلاف بغاوت کا اعلان کرتے ہیں؟ اسلام پر عالمانہ تنقید تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن اس بے ہودگی سے آخر وہ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اس رذالت کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو برانگیختہ کر کے پوری دنیا کے غیر اسلامی طبقے کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ ایک غیر مہذب، جاہل اور دہشت گرد مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے آج تک مغرب نے اسلام سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا، تاکہ اسلام کے وقار، اثرات اور مقبولیت پر قدغن لگایا جا سکے اور ہمیں اسی گمراہ کن سازش کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور ایسی دہشت گردی کے لیے امریکہ نے پہلے اسرائیل اور اب طالبان کتنے پال رکھے ہیں جو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

☆☆

ایٹمی اثاثوں کے خلاف سازش

بھارتی مصنف سین گپتا بنگلہ دیش کی تاریخ کے بارے میں اپنی کتاب History of Bangladesh میں لکھتے ہیں کہ بھارت کی بہت بڑی عسکری قوت کے باوجود اس وقت کی وزیراعظم اندرا گاندھی اپنے جنرلوں سے سوال کرتی تھیں کہ مشرقی پاکستان کی فتح کا امکان کتنے فیصد ہے تو جواب ملتا کہ 50 سے 60 فیصد یہ سن کر اندرا تذبذب میں پڑ جاتیں اور کہتیں کہ میں اس وقت تک پیش قدمی کا حکم نہیں دوں گی جب تک مجھے کامیابی کا ۹۰ فیصد یقین نہیں دلایا جاتا، گوریلا جنگ تیز کراؤ وہاں کے زیادہ سے زیادہ عوام کو اپنے ساتھ ملاؤ، دشمن افواج کو سرحدوں کے ساتھ اور اندرون ملک اس قدر الجھا دو کہ وہ بھارتی

حملے کے وقت تازہ دم اور اکٹھی ہو کر مقابلہ نہ کر سکی۔ ایسا لگتا ہے کہ پاکستان کو توڑنے کے لیے بنگلہ دیش کی تاریخ کو دوبارہ دہرانے اور اندرا گاندھی کے فارمولے کو اپنانے کے لیے سازشیں پھر سے شروع کر دی گئی ہیں۔ تاہم اس وقت اور اب کے وقت میں یہ فرق ہے کہ بھارت کے ساتھ ساتھ اب امریکا کا کردار کلیدی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

2001ء میں جب امریکا پوری قوت کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اس وقت بھارتی مشیر قومی سلامتی برجیش مشرا ہنگامی طور پر واشنگٹن پہنچے اور انہوں نے امریکا کو اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ اگر پاکستان نے طالبان کے خلاف بش انتظامیہ کا ساتھ نہ دیا تو بھارت امریکی حکام کے شانہ بشانہ کھڑا ہوگا موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر کوئی سوال کر رہا ہے کہ اب پاکستان کا کیا بنے گا؟

سوات اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں آگ شدت کے ساتھ بھڑک چکی ہے، کراچی کے حالات ٹائم بم کی طرح ٹک ٹک کر رہے ہیں، ہر شخص خوف کے عالم میں ہے کہ کراچی خانہ جنگی کی دہلیز پر کھڑا ہے، کم و بیش تمام امریکی تھنک ٹینک پاکستان کو ناکام ریاست قرار دے کر یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ طالبان پاکستان کے جوہری ہتھیاروں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، دشمن کا گھیرا تنگ سے تنگ ہوتا جا رہا ہے، پاکستان ایسی صورت حال سے دوچار ہے کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن یعنی انگریزی میں اسے Dilemma کہا جاتا ہے۔ ایک سوات معاہدہ ہوا تھا جس کے بعد لوگوں نے سکون کا سانس لیا لیکن امریکہ نے اس معاہدے کو فوری مسترد کر دیا اور معاہدے کو توڑنے کی صورت میں فوجی اور غیر فوجی امداد سے نوازنے کا اشارہ دیا ساتھ ہی پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کے محفوظ نہ ہونے کے بارے میں خدشے ظاہر کرنا شروع کر دیئے۔ اب یہ بات آہستہ آہستہ حقیقت کا روپ دھار رہی ہے کہ امریکا کا اصل ہدف پاکستان کے ایٹمی ہتھیار ہیں اور امریکی حکام درپردہ ایٹمی اثاثوں کو اپنی تحویل میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکی اخبار دی بوسٹن گلوب نے حال ہی میں شائع ہونے والی ایک چونکا دینے والی رپورٹ میں

انکشاف کیا کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کی حفاظت اور افزودہ شدید یورینیم کو ضائع کرنے کے لیے امریکا اور پاکستان کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے ہیں جب کہ امریکا نے پاکستان کو افزودہ کیے گئے یورینیم کو جہاز کے ذریعے امریکا لے جا کر تباہ کرنے کی تجویز دی ہے، اخبار نے امریکا کے دو اعلیٰ حکام کے حوالے سے مزید لکھا ہے کہ اگر امریکا کے ایٹمی عدم پھیلاؤ کے ماہرین اور انکے پاکستان کے توانائی شعبے کے ان اعلیٰ حکام کے درمیان مذاکرات کامیاب ہو گئے تو یہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کو انتہا پسندوں سے محفوظ بنانے کے لیے بہت بڑا بریک تھرو ہوگا۔ اگر دی بوسٹن گلوب کی خبر میں صداقت ہے تو امریکی حکمت عملی کے خطرناک نتائج سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا اور ہم سقوط ڈھاکا کے بعد جس میں ہم نے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے اب ہم ایٹمی اثاثوں کا ہتھیار ڈالیں گے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا المیہ ہوگا۔

بھارت کو اگر پاکستان سے کوئی خوف رہا ہے تو اس کی صرف وجہ صرف پاکستان کے پاس ۱۰۰ کے قریب ایٹمی ہتھیار ہیں ورنہ ۲۶ نومبر ۲۰۰۸ء میں ممبئی میں ہونے والی دہشت گردی کے بعد دونوں ملک ایک مرتبہ پھر جنگ کے دھانے پر کھڑے تھے۔ بھارتی حکمرانوں نے پاکستان کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے پاکستان کو دھمکی دینا شروع کر دی تھی لیکن جلد ہی پاکستان کی تیاری اور اس خوف سے کہ پاکستان اپنی بقا اور سلامتی کے لیے ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، بھارت نے پاکستان پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ تاہم بھارتی حکمران امریکی انتظامیہ کو وقفہ وقفہ سے اپنی انٹیلی جنس رپورٹوں کے ذریعے اس بات سے آگاہ کرتے رہے ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے خطرے میں ہیں اور یہ الزام عائد کرتے رہیں ہیں کہ پاکستان کے بعض اہلکاروں کے طالبان اور القاعدہ کے لوگوں کے ساتھ روابط موجود ہیں اور اس کو ختم کرنا ضروری ہے اور امریکہ میں بھارتی لابی نے ممبئی حملے کے بعد پاکستان کے خلاف ایک زبردست مہم شروع کر رکھی ہے اور آخر کار بھارتی لابی اوباما انتظامیہ کو اس بات پر قائم کرنے

میں کامیاب ہوگئی کہ پاکستان دنیا کا سب سے خطرناک ملک ہے اور اس خطرناک ملک کے پاس موجود ایٹمی ہتھیار نہ صرف بھارت بلکہ امریکا اور دیگر یورپی ممالک کو بھی خطرناک صورت حال سے دوچار کرسکتے ہیں۔ بھارت نے پاکستان کے خلاف خفیہ مہم میں اسرائیلی حکمرانوں کو بھی پوری طرح سے اپنے ساتھ شامل کرلیا ہے۔ اگرچہ پاکستان اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات کبھی نہیں رہے اور نہ کبھی اسرائیلی اور پاکستان کے درمیان کسی قسم کی محاذ آرائی رہی ہے تاہم یہودی ریاست پاکستان کے جوہری منصوبے سے ہمیشہ خائف رہی ہے۔

یہودیوں کی خاموش دشمنی نے حال ہی میں یہ واضح کردیا ہے کہ وہ بھی پاکستان کے جوہری اثاثوں کی تباہی کے لیے سرگرم ہیں اور بھارت اور امریکا کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، اس سلسلے میں اسرائیل کے نئے وزیر خارجہ اویگدولیبرمین نے ایک روسی روزنامہ کو انٹرویو دیتے ہوئے واضح کردیا کہ اب اسرائیل کے لیے سب سے بڑا اسٹریٹجک خطرہ ایران نہیں پاکستان ہے۔ انہوں نے پاکستان کو ایک غیر مستحکم جوہری طاقت قرار دیا، سرائیلی وزیر خارجہ کے اس بیان سے ایک بات واضح ہوجاتی ہے کہ پاکستان کے خلاف ایک بہت بڑی سازش زور شور سے جاری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ صدر زرداری اور صدر اوباما کے درمیان واشنگٹن میں جاری ملاقات کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں تاہم ایک بات واضح ہے کہ پاکستان کے خلاف بھارت اور اسرائیل کی سازشوں کے ختم ہونے کا امکان فی الحال نظر نہیں آرہا اور ہمارے حکمران پاکستان کی خودمختاری اور سالمیت کا دفاع کس طرح کرتے ہیں، یہ وقت ہی بتائے گا۔ (اکبر جمال)

کلکِ رضا ہے خنجرِ خوں خوار برق بار
اعدائے سے کہہ دو کہ خیر منائیں نہ شر کریں

جنگجوؤں کے خلاف فیصلہ کن برتری کے لیے تمام وسائل استعمال کریں گے۔ جنرل کیانی

قوم کے تمام عناصر ہم آہنگی سے کام کریں، امن کے لیے حکومت کے اقدامات کی حمایت کریں گے، کور کمانڈرز کانفرنس سے خطاب

راولپنڈی (روزنامہ جنگ کراچی) چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کہا ہے کہ پاکستان ایک خودمختار ملک ہے اور پاکستان کے عوام ایک جمہوری نظام کے تحت جسے فوج کی حمایت حاصل ہے اپنے قومی مفاد میں موجودہ بحران سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں شدت پسندوں کے خلاف فیصلہ کن برتری حاصل کرنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں جائیں گے۔ دہشتگردی سے نمٹنے کے لیے قومی قوتیں ہم آہنگی سے کام کریں، شدت پسندوں کا ایجنڈہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے، فوج روایتی خطرات سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔ یہ بات آرمی چیف جنرل کیانی نے جمعرات کو یہاں جنرل ہیڈ کوارٹرز میں ۱۱۸ ویں کور کمانڈرز کانفرنس کی صدارت سے خطاب کرتے ہوئے کہی، آئی ایس پی آر سے جاری بیان کے مطابق یہ کانفرنس باقاعدہ ماہانہ اجلاس کا حصہ ہے۔ چیف آف آرمی اسٹاف نے اپنے خطاب میں کہا کہ سلامتی کی موجودہ صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ قومی طاقت کے تمام عناصر دہشت گردی اور انتہا پسندی کی لعنت کے خلاف لڑنے کے لیے ہم آہنگی کے ساتھ مل کر کام کریں، اجلاس کے شرکاء کو خطہ میں سلامتی کی موجودہ صورتحال کے بارے میں جامع بریفنگ دی گئی جب کہ اجلاس کے دوران آپریشنل تیاری اور پیشہ ورانہ دلچسپی کے معاملات بھی زیر غور آئے۔ چیف آف اسٹاف نے فیلڈ فارمیشنز میں جاری تربیت کے معیار پر اطمینان کا اظہار کیا جو کہ تربیت کا سال کا حصہ ہے، انہوں نے کہا کہ پاکستان آرمی نے کم شدت کی لڑائی سے متعلق آپریشنز پر توجہ مذکور کرنے کے لیے مکمل سہولیات تیار کرلی ہیں۔ امن کے لیے حکومت کے اقدامات

کی حمایت کریں گے۔ جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کہا کہ پاک فوج داخلی خطرات کی شدت سے پوری طرح آگاہ ہے اور وہ جنگجوؤں کے خلاف فیصلہ کن برتری کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری وسائل استعمال کرے گی۔ اس وقت فوج روایتی خطرے سے نمٹنے کے لیے بھی پوری طرح تیار ہے، چیف آف آرمی اسٹاف نے فوج کے بلند حوصلے کو سراہا اور اس پختہ عزم کا اعادہ کیا کہ پاک فوج عوام کی مدد سے موجودہ اور آئندہ کے چیلنجوں سے کامیابی کے ساتھ نمٹے گی۔

☆☆

عسکریت پسندی کے خاتمے کے لیے فوج طلب

فیصلہ کن آپریشن ناگزیر ہو گیا؟ (وزیر اعظم گیلانی)

نظامِ عدل کے بعد بھی ہتھیار پھینکنے کا وعدہ پورا نہیں ہوا، حکومت کی امن پسندی کو کمزوری سمجھا گیا، سوات کی موجودہ صورت حال پوری توجہ چاہتی ہے، قوم سے خطاب

اسلام آباد (روزنامہ جنگ کراچی) وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا کہ نقل مکانی کرنے والوں کی امداد کے لیے ایک ارب روپے دیں گے، عالمی برادری بھی تعاون کرے، قوم حکومت اور فوج کا ساتھ دے۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ کن آپریشن ناگزیر ہو گیا ہے اور عسکریت پسندوں کے خاتمے کے لیے فوج طلب کر لی ہے، گزشتہ شب قوم سے خطاب کرتے وئے انہوں نے کہا کہ نظامِ عدل کے بعد بھی ہتھیار پھینکنے کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ حکومت کی امن پسندی کو کمزور سمجھا گیا، سوات کی موجودہ صورت حال پوری توجہ چاہتی ہے۔

تفصیلات کے مطابق وزیر اعظم نے کہا کہ آج میں آپ سے ایک ایسے موقع پر مخاطب ہوں جب ملک کے بعض علاقوں اور خاص طور پر سوات اور مالاکنڈ ڈویژن کی

صورتحال کے حوالے سے قوم بجا طور پر فکر مند ہے، ہم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس وقت قوم کو دو بڑے چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک قومی سلامتی کا اور دوسرا اقتصادی ترقی کا ہے۔ اس پس منظر میں سوات کی موجودہ صورت حال ہماری فوری توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور کا الزالہ ناگزیر ہو چکا ہے، آپ جانتے ہیں کہ ہم نے کس طرح سوات کے حوالے سے بھی نیک نیتی، صبر وتحمل مفاہمت اور دور اندیشی سے کام لیا۔ ہماری شروع دن سے ہی کوشش رہی ہے کہ اس مسئلے کو پُر امن طور پر حل کیا جائے۔

اس سلسلے میں ہم نے مذاکرات اور بات چیت کا راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی، حکومت کی نیک نیتی اور اسلام دوستی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا کہ ہم نے نظامِ عدل ریگولیشن کے نفاذ کی خاطر ہر ممکن تعاون کیا۔ انہوں نے کہا کہ وقت آ گیا ہے کہ پوری قوم متحدہ اور منظم ہو کر ان عناصر کے خلاف حکومت کا ساتھ دے جو بندوق کی نوک پر قائد اعظم محمد علی جناح اور شاعر مشرق علامہ اقبال کے پاکستان کو یرغمال بنانا چاہتے ہیں طے یہ پایا تھا کہ نظامِ عدل ریگولیشن کے نفاذ کے بعد سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں مکمل طور پر امن قائم کرنے کی خاطر عسکریت پسند ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اُن کی جانب سے خلاف ورزیوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔

میں اس موقع پر آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں عسکریت پسندوں کی جارحانہ اور مسلح کارروائیوں کے نتیجے میں وہاں سے لاکھوں افراد نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں، اور یہ بے گناہ، مجبور اور پریشان حال شہری ہم سب کی بھرپور اور فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ نہتے اور بے گناہ شہریوں کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا گیا ہے، طلباء کو اسکول اور کالج جانے سے زبردستی روکا جا رہا ہے۔ اقلیتوں پر زندگی اجیرن کر دی گئی ہے، قومی اداروں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، اختلاف رائے رکھنے والوں پر کفر کے فتوے عائد کیے جا رہے ہیں، سرکاری اور نجی املاک پر قبضہ کر کے انہیں تباہ کیا جا رہا ہے، عوام کے جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنانے

والے سیکورٹی فورسز کے جوانوں پر حملے کیے جارہے ہیں، اسلام کے نام پر ایسے اقدامات کیے گئے جن سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے سر شرم اور ندامت سے جھک گئے۔ حکومت بجا طور پر سمجھتی ہے کہ عسکریت پسندوں کی مذموم سرگرمیاں اور امن و امان کو تباہ کرنے کی کوششیں اس مرحلے پر آن پہنچی ہیں جہاں حکومت کے لیے فیصلہ کن انتہائی قدم اٹھانا اب ناگزیر ہو چکا ہے، حکومت نے نہایت سوچ بچار اور باہمی اتفاق رائے سے ضروری کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ پاک سرزمین کے تقدس اور قومی وقار کی سربلندی کے لیے عسکریت پسندوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے لیے اور عوام کی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے فوج طلب کی جارہی ہے۔

نقل مکانی کرنے والوں کی بحالی اور فلاں و بہبود کے لیے ایک ارب روپے فراہم کیے جارہے ہیں، جس خاندان کا کوئی فرد عسکریت پسندوں کے ہاتھوں شہید ہوا ہے اس کے خاندان کے ایک فرد کو فوری طور پر ملازمت دی جائے گی، میں خاص طور پر علماء و مشائخ حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اسلام کا اصلی اور حقیقی روپ نمایاں کرنے کے لیے آگے بڑھیں اور دنیا پر یہ حقیقت اُجاگر کریں کہ اسلام میں خودکش حملوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ میں ایک بار پھر قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اور اپنے فرض کی آواز کو سنتے ہوئے متحد اور منظم ہو کر ملکی سلامتی اور قومی خود مختاری کو یقینی بنانے کے لیے آگے بڑھیں۔ میں تمام عالمی قوتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مرحلے پر نقل مکانی کرنے والے لوگوں کی مالی امداد اور امن و امان قائم کرنے والے اداروں کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعہ/ 8 مئی 2009) کراچی

عالم اسلام میں بیک وقت

خوف کے سائے اور امید کی کرنیں

وقتی اور دائمی سوچ:

قرآن پاک کا ایک ارشاد ہے:

وکان الانسان عجولا انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ خالق کائنات نے اس آیت کریمہ میں انسان کی اس نفسیات کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے وہ خوشی پا کر غم کو بھول جاتا ہے اور غم میں مبتلا ہوتے ہی خوشی کے سارے احساسات اس سے رخصت ہو جاتے ہیں، اگر اسے فتح نصیب ہوئی تو سارے جہاں کا فاتح تصور کر بیٹھا اور اگر شکست سے پالا پا سا تو اس کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، دولت ملی تو فرعون بن بیٹھا اور قلاشی سے جوجھنا پا تو خودکشی کر ڈالی، خالق کا تصور ہر وقت ہر انسان کا پیچھا کرتا ہے، آخرت کا خوف اس پر سوار رہتا ہے لیکن اپنی عجلت پسندی کے باعث وہ دنیا کے بعد کی زندگی سے آنکھیں موند لیتا ہے اور اس کے خیالات کو سر سے جھٹکنے کی کوشش کرتا ہے، یہ صرف اس لیے کہ اس کی طبع عجلت پسند کو دائمی اور حقیقی مسائل پر سوچنا سخت ناگوار ہے۔

سید احتشام حسین سرسید کے فکری رجحان پر اظہار خیالات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''

لیکن بجنور میں تاریخ بجنور اور تاریخ سرکشی بجنور ان کے ذہنی موڈ کا پتا دیتی ہے، بجنور میں انہوں نے انگریزوں کی جانیں بچائیں، آفت زدہ لوگوں کی مدد کی اور اپنی جانیں بچائیں آفت زدہ لوگوں کی مدد کیا اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر رفاہ عام میں لگے رہے، دلی پہنچے تو گھر لٹ چکا تھا، لیکن وہ ہمت نہ ہارے اور انگریزوں اور ہندوستان کے درمیان مفاہمت کرانے کی کوشش کرتے رہے...... سرسید مسلمانوں کے کانگریس میں شریک ہونے کے خلاف تھے، ان کا خیال تھا کہ غدر میں تباہی کے بعد مسلمانوں کو اپنی حالت درست کرنے

کے لیے انگریزی حکومت سے مراعات حاصل کرنا چاہیے۔'' (اردو ادب کی تنقید کا تاریخ ص ۱۸۶)

سر سید ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بھی خلاف تھے، ان کی نظر میں یہ جنگ حکومت سے بغاوت تھی جو کسی طرح کامیاب ہونے والی نہیں تھی، انہوں نے جنگ سے پہلے بھی مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ انگریز سے مفاہمت کر لیں، جنگ نہ کریں، اور جنگ کے بعد اپنی فکری پختگی پر خوش بھی ہوئے کہ بالآخر وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔

یکم مئی ۲۰۰۳ء کو جب جنگ عراق صدام حسین کی شکست اور امریکہ کی فتح پر اختتام پذیر ہوئی تو بہت سے مسلم دانشوروں نے فاتحانہ شان سے اس کا اعلان کیا کہ صدام کو جنگ کرنا ہی نہیں تھی، صدام نے اپنی طاقت کا اندازہ کیے بغیر دنیا کی سپر طاقت سے نبرد آزمائی کی اور اس کا نتیجہ وہی ہونا تھا جو ہوا۔ کچھ صحافیوں نے دوران جنگ اس خیال کا اظہار کیا تھا۔ کہ صدام کو چاہیے کہ وہ عراق چھوڑ دیں، کیونکہ امریکہ انہی کی وجہ سے جنگ کر رہا ہے اور جب صدام شکست کھا گئے تو یہ بغلیں بجانے لگے اور یہ اس لیے خوش ہوئے کہ صدام نے ان کی نصیحت نہیں مانی اس لیے انہیں شکست کھانی پڑی۔

اس کے علاوہ مسلم صحافیوں کے عمومی رجحان کا تجزیہ کیجیے تو صدام اپنی شکست سے پہلے صلاح الدین ایوبی ثانی تھے اور شکست کے بعد ان کی حیثیت ایک ظالم حکمراں کی ہے جس نے اپنے مخالف مسلک اہل تشیع حضرات کو تہہ تیغ کرایا، حالانکہ صدام اسلام دوست ایوبی نہیں قومیت پرست عرب تھے اور رہی ظلم و جبر کی بات تو موجودہ دور میں یہ کسی بھی شخصی حکومت میں ایک عام سی بات ہے، اسامہ کے بارے میں بھی تقریباً مسلم صحافیوں اور دانشوروں کا یہی رجحان ہے، شکست طالبان سے پہلے انہیں ایسی مافوق الفطرت قوتوں کا مالک بنا کر پیش کیا جاتا رہا گویا وہی مسیح، موعود ہوں اور شکست بعد اسامہ اور طالبان کی حیثیت ایک ایسے خونخوار مسلمان کی ہوگئی جس کی وجہ سے دنیا کے سارے مسلمان ذلیل

ہو رہے ہیں۔

یہ سب کچھ ایسا صرف اس لیے ہے کہ انسان عجلت پسند ہے وہ حالات کو صرف موجودہ تناظر سے دیکھتا ہے، اس کی نظر نہ ماضی پر ہوتی ہے۔ اور نہ مستقبل پر، وہ یہ سمجھتا ہے کہ آج کے حالات جیسے ہیں یہی حالات آئندہ بھی قائم رہیں گے، حالانکہ تاریخ پر جس کی ہلکی بھی نظر ہو وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں، تاریخ کا طالب علم خواہ یہ کہے کہ خدائے تعالی قوم کی آزمائش کے لیے انہیں مختلف مراحل سے گزرتا ہے، یا یہ کہے کہ گردش ایام سلطنتوں اور حکومتوں کو ایک حالت پر قائم نہیں رہنے دیتی، بہرکیف اس اعتراف سے انکار نہیں کرسکتا کہ حالات یکساں نہیں رہتے۔

تاریخ کے چند اوراق:

(۱) پیغمبر انقلاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے اس وقت عرب کا پورا معاشرہ شرک میں ڈوبا ہوا تھا، آپ نے اپنی ۴۰ سالہ زندگی اس طور پر گزاری کہ مکہ میں آپ کی شخصیت سب سے زیادہ معتمد، پاک باز اور صادق وامین تسلیم کی جانے لگی، ۴۰ سال کے بعد آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور توحید کی دعوت دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ آپ نے اپنی شخصیت کو مکمل تسلیم کرادیا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کی دعوت کو سنتے ہی مشرکین مکہ بھپر گئے، آپ کو اور آپ کے اہل خاندان کو برا بھلا کہا، لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل دعوت حق میں مصروف رہے۔

اہل مکہ نے پہلے سمجھانے کی کوشش کی، پھر دھمکیاں دیں، جب اس پر بھی پیغمبر علم و حکمت کے ارادوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو یہ شرط رکھی کہ آپ ''دعوت توحید'' کو موقوت کرنے کے عوض میں دولت، حکومت، عورت جس کی خواہش کریں ہم اسے آپ کی پسند کے مطابق آپ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں، پیغمبر حق نے اسے بھی قبول نہیں کیا، ادھر آپ کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، مشرکین مکہ غصے میں انہیں طرح طرح

سے ستاتے رہے، پیغمبران کی اذیت ناکیاں دیکھتے اور اپنے دیوانوں کو صبر کی تلقین کرتے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب اہل مکہ نے آپ کا بائیکاٹ کیا، پھر آپ کی جان کے درپے ہوئے، یہاں تک کہ انہیں اپنا شہر عزیز چھوڑنا پڑا اور اس کے بعد بھی کسی پل سکون میسر نہیں آیا، لیکن ان ساری آزمائشوں کے باوجود انہوں نے اپنا ارادہ نہیں بدلا اور دعوت حق سے دست بردار نہ ہوئے، نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ پیغمبر انقلاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی جگہ اگر کوئی آج کا روشن خیال دانشور ہوتا تو وہ حالات سے سمجھوتا کرنے کی بات کرتا، موافق حالات کو موافق بنانے کی بات نہیں سوچتا۔

(۲) کارل مارکس (۸۳/۱۸۱۸ء) جس نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ''انسان کے خیالات اور جذبات اس کے تمام مساعی ایک مخصوص دور کے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں، سیاسیات واقتصادیات کا ایک جرمن ماہر تھا، اس نے یہ محسوس کیا کہ سرمایہ دار مزدوروں کے خون سے اپنے جسم کی فربہی کے سامان کر رہے ہیں، محنت مزدوروں کی ہوتی ہے، اور دولت سرمایہ داروں کی مٹھی میں آتی ہے، اس لیے اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہر ایک ملک کے اندر عوام مزدوروں پر لازم ہے کہ وہ سرمایہ داریت پسند حکومتوں کے خلاف بغاوت کردیں، اس کے بعد ہی سماج میں پیداشدہ نابرابری کو ختم کیا جاسکتا ہے، اس نے 1848ء میں کمیونسٹ کا منشور تیار کیا، اور اقتصاد کے حوالے سے اپنا واضح موقف پیش کیا۔ ۲۰ویں صدی اس کے نظریات سے بری طرح متاثر رہی، خصوصاً روس چین اور مشرقی یورپ میں اس کا برابر اثر رہا، اس کے نظریات نے مزدوروں کو بغاوت پر آمادہ کردیا، مرنے مارنے کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا، ابھی صرف ایک ڈیڑھ صدی کا عرصہ گزرا ہے اس میں اس کے ایک نظریے کا اثر کیا ہوا آج ہر کوئی محسوس کر رہا ہے اس نے مزدوروں میں ایک احساس جگایا تھا، وہ دور سرمایہ داروں کا تھا، اس ایک احساس نے آج کتنے ملکوں سے سرمایہ دارانہ نظام ختم کردیا، اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، کچھ نہیں تو نیپال کی حالیہ صورت حال سے ہم اس کے مضمرات کو

بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) سولہویں صدی کے اواخر میں انگریز تاجر ہندوستان میں داخل ہوئے، ایسٹ انڈیا کمپنی (تاسیس ۱۶۰۰) شاہی مراعات سے شروع ہوکر شاہی اختیارات حاصل کرگئی اور بالآخر ۱۸۵۷ء میں شہنشاہیت کا خاتمہ بھی کرڈالا، اس پورے دور کا جائزہ لیجئے تو محسوس ہوگا کہ عوام میں احساس غلامی پیدا ہوچکا تھا، جو ہر وقت آزادی کا طالب تھا، اور خواص کو دیکھیے تو ایک بڑا طبقہ وطن کی آزادی کے لیے جان کی بازی لگانے کو تیار تھا، اسے غلام ملک میں جینا مرجانے سے زیادہ عزیز تھا، یہ دیوانوں کی جماعت تھی کہیں ہڑتال کر رہی ہے، کہیں انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہی ہے، کہیں انگریزی دفاتر کو نذر آتش کر رہی ہے کہیں انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہی ہے کہیں انگریزی دفاتر کو نذر آتش کر رہی ہے تو کہیں ریلوے پیڑیاں اکھیڑ کر ایک طرح سے اپنا ہی نقصان کر رہی ہے پھر انگریزوں کی بندوقوں سے گولیاں نکلتی ہیں اور ان کے سینے سے ہوکر گزر جاتی ہیں ایک جماعت مرتی ہے تو دوسری جماعت اٹھ کھڑی ہوتی ہے اس جماعت کی آخری قیادت گاندھی جی نے کی جن کے ہاتھوں میں بندوق نہیں، ایک لکڑی کا ڈنڈا ہوا کرتا تھا، اس وقت ملک میں دانشوروں کی ایک جماعت بھی تھی جو انگریزی سرکار کے ظل عاطفت میں بڑے بڑے القابات وخطابات حاصل کر رہی تھی۔ اور اپنی دو پیسے کی نوکری کے عوض ملک۔ کی غلامی کو گلے لگائے ہوئے تھی، سرسید بھی اسی جماعت کے تھے جنہوں نے ہمشہ انگریزوں کو تسلیم کرنے اور ان .. سے مفاہمت کرنے کی بات کی، چوں کہ صورت حال ایسی تھی کہ وقتی دانشوری وہی کچھ کہہ سکتی تھی، جو کہہ رہی تھی، لیکن عوام کے دلوں میں جو بے چینی تھی، جو اضطراب تھا، جو غلامی سے نفرت تھی، وہ کچھ اور ہی کہہ رہی تھی، جلیاں والا باغ تو ہمیں یاد ہے لیکن اس طرح کے او. بھی سینکڑوں باغات ہیں جن کی آبیاری ہندوستانیوں نے اپنے خون سے کی، لیکن مرکرہ جیت گئے ہارے نہیں، آج پورا ہندوستان انہیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔

مابعد جنگ افغان وعراق......

خلیجی جنگ کے بعد عالم اسلام کے افق امید پر تین ستارے نمودار ہوئے اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی ختم ہونے سے پہلے ہی تینوں روپوش ہوگئے، یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اپنے بعد عالم اسلام میں تجسس اور تفکر کی روح پھونک دی، یہی وجہ ہے کہ آج عالم اسلام میں بیک وقت خوف کے سائے اور امید کی کرنیں موجود ہیں، آج کا عالم اسلام فکر کشمکش کا عالم اسلام ہے متضاد صورت حال سے دوچار عالم اسلام میں آج جہاں بیداریوں کی آہٹ محسوس ہورہی ہے، وہیں غفلتوں کے بادل اسلامی روح کو یاسیت میں دھکیلتے جارہے ہیں۔

یہ تینوں ستارے تھے لیبیا کے معمر قذافی جنہوں نے بڑی بڑی چھوڑنے کے بعد بالآخر خاموشی اختیار کرلی اور امریکی بالادستی کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا، دوسرے تھے اسامہ بن لادن جو ۲۰۰۱ میں جنگ افغان میں طالبانیوں کی شکست کے بعد روپوش ہوگئے، پتا نہیں کہ انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، تیسرے تھے مرد آہن جناب صدام حسین
عالم اسلام کی ان تین درخشندہ ستاروں کی اس حالت زار کو دیکھنے کے بعد جو طبعی نتیجہ سامنے آتا ہے اس کی تعبیر صرف ایک لفظ سے ہی کی جاسکتی ہے اور وہ ہے ''مایوسی''، مگر عالم اسلام کے عوام کو دیکھیے تو یہ نتیجہ غلط ثابت ہوتا ہے، کیونکہ عوام کے دلوں میں جو امریکی جارحیت سے نفرت کی چنگاری پھوٹی ہے وہ اب سرد پڑنے کا نام نہیں لیتی بلکہ وہ دن بدن تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے، اسرائیلی اور امریکہ کے خلاف قذافی، صدام اور اسامہ کے سینوں میں جو آہنی جذبہ تھا، بھلے ہی وقت کی تپش نے اسے پگھلا دیا، ہو لیکن ان ستاروں کی کامیابی صرف اس راز میں مضمر ہے کہ انہوں نے اپنے جذبے کو عوام میں منتقل کردیا ہے اس طرح صدام کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے اہداف حاصل نہ کرسکے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شکست کھا گئے وہ ہار کر بھی جیتتے ہوئے ہیں اور امریکہ جیت کر بھی آج

اپنے کو ہارا ہوا محسوس کررہا ہے۔

یکم مئی ۲۰۰۳ء کو امریکی فوج بغداد پر قابض ہوگئی اور صدر امریکہ جناب ڈبلیو بش نے فتح کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ''اب زمین دہشت گردی سے محفوظ ہوگئی''، مسٹر بش کی یہ بات کتنی فی صد درست ہے اس کو سمجھنے کے لیے سب اتنا جان لینا کافی ہے کہ صرف اسی مہینے یعنی مئی ۲۰۰۳ء میں ۵۰۴ عراقی شہری مارے گئے، ظاہر ہے امریکی فوجیوں نے انہیں دہشت گرد سمجھ کر ہی مارا ہوگا، یہ تعداد ہر ماہ بڑھتی گئی، ۲۰۰۳ء میں ۲۰ عراقی یومیہ شہید کیے گئے جب کہ یہ تعداد ۲۰۰۴ء تک مرنے والے عراقی شہریوں کی تعداد ایک سرکاری شمار کے مطابق ۳۰۲۵۹ ہے اگر یہ صحیح ہو جب بھی خون کی اس طرح ارزانی کیوں ہے؟ صدام تو اسیر زنداں ہیں، ان کے احباب قتل کردیئے گئے یا جیل کی سلاخوں میں ڈال دیئے گئے، لیکن اس کے باوجود عراقی شہری اس بے دردی سے اپنی جانوں کا نذرانہ کیوں پیش کررہے ہیں؟ جناب جتیندر کمار سنگھ اس صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''خیال تو یہ کیا گیا تھا کہ صدام کے زوال کے بعد عراقی عوام خوشی کے گیت گائیں گے، امریکی اور برطانوی فوجیوں پر پھولوں کی بارش ہوگی۔ لیکن ہوا بالکل اس کے برعکس، پھول بموں میں تبدیل ہوگئے اور عراقی عوام جنگجو بن گئے، مرنے مارنے کا جو سلسلہ مئی ۲۰۰۳ء کے بعد شروع ہوا تھا۔ اس کا انجام نظر نہیں آتا، عراق میں حکومت سازی کو لے کر بہت سے تجربات کیے گئے اور ایاد علاوی سے لے کر نوری المالکی تک کو آزمایا گیا لیکن حاصل کیا ہوا؟ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔'' (راشٹریہ سہارا، ۱۸ جون ۲۰۰۶ء اتوار کا خصوصی ضمیمہ)

یہ مرض اس لیے بڑھ رہا ہے کہ امریکہ اپنی میڈیائی زبان سے اپنی جنگ کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کہہ کر خواہ جتنا خوش ہولے، لیکن عالمی سطح پر اس جنگ کو دہشت

گردی کے خلاف ثابت کرنے میں وہ اب تک ناکام ہے، امریکہ کے خوف سے اگر انٹرنیشنل صحافیوں اور دانشوروں کی زبان وقلم سے سچائی کا صحیح اظہار نہیں ہو پا رہا ہے۔ اور امریکی جارحیت کو مسلسل دہشت گردی مخالف مہم سے تعبیر کرتے جا رہے ہیں، لیکن ان کی بات عوام کے سینوں میں اب تک اپنی جگہ نہیں بنا سکی ہے، اور خصوصاً آج کا مسلم نوجوان بہرکیف یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ امریکہ چاہتا کیا ہے؟ اس تعلق سے دفاعی وخارجی امور کے ماہر جناب ٹی سری دھر راؤ کا یہ خیال صدفی صد درست ہے کہ

''عراق کا مارچ اپریل ۲۰۰۳ء میں امریکی فوج کے ذریعہ تختہ پلٹ نہیں ہوا ہے بلکہ آہستہ ہی سہی مگر مستحکم انداز میں القاعدہ کا پھیلاؤ ضرور ہوا ہے، دیگر تجزیہ نگاروں کا خیال یہ بھی ہے کہ عراق پر امریکی حملہ اسامہ بن لادن جیسے لوگوں کے جمع ہونے کا ایک بہانہ ثابت ہوا ہے جو اسلامی دنیا کے لوگوں کو یکجا کر کے امریکی رہنمائی میں جاری دہشت گردی کے خلاف جنگ کے قابل بنا کر اسے کامیاب بنا رہے ہیں.'' (ایضا)

۲۶ جون ۲۰۰۶ کی ایک خبر ہے کہ'' دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کو سرمایہ داری اور اسلام کے درمیان ایک ٹکراؤ بتاتے ہوئے۔'' را کے سابق سربراہ (وکرم سود) نے کہا کہ عراق اور ایران (افغانستان) میں جاری دہشت گردی کے خلاف لڑائی نے جتنے دہشت گردوں کو مارا ہے اس سے کہیں زیادہ دہشت گرد پیدا کیے ہیں۔

(راشٹریہ سہارا، دہلی) جناب وکرم سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب جنگ اسلام اور سرمایہ داریت کے بیچ ہے تو اسلام پسند ہی دہشت گرد کیوں ہیں؟ بہرکیف! اس خبر کے بین السطور سے مابعد جنگ افغان وعراق کی حقیقی صورت حال کا بڑی حد تک اندازہ ہو جاتا ہے۔

عالم اسلام کی عمومی ذہنیت:

کہتے ہیں کہ حکومت ہمیشہ عوام کی مرضی پر منحصر رہی ہے، شہنشاہیت دنیا میں اسی وقت

تک قائم رہی جب تک عوام میں سیاسی شعور بیدار نہیں تھا، سیاسی شعور بیدار ہوتے ہی عوام اپنی حصہ داری کا مطالبہ کر بیٹھے اور جمہوریت کی داغ بیل پڑ گئی۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ہمیں عالم اسلام کے حکمرانوں سے زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیے، یہ موم کی گڑھ پتلیاں تو اسی شکل کی بن جائیں گی جیسی عوام کی مرضی ہوگی۔ کیونکہ حکومتوں کا انحصار حکمرانوں پر نہیں عوام پر ہے۔ اس لیے مستقبل پر گفتگو کرنے کے لیے عوامی ذہنیت، عوامی شعور او عوامی مزاج کو ہی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

عالم اسلام میں آج مسلمانوں میں تین طرح کا شعور تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے، ایک طبقہ وہ ہے جو مذہب اور اہل مذہب سے پیچھا چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے، یہ وہ طبقہ ہے جس پر انفرادیت پسندی بنام بے شعوری غالب ہے، یہ عصر جدید کے تقاضوں کو صرف اس جہت سے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپنے پیٹ میں زیادہ سے زیادہ انگارے کیسے بھر سکیں؟ ہمیں اس طبقہ سے بحث نہیں کرنی ہے، ہمیں دوسرے اور تیسرے طبقے سے بحث کرنی ہے، جن کو عصر جدید کے مسائل اور چیلنجز نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور وہ انفرادی سوچ کے ساتھ اجتماعی شعور بھی رکھتے ہیں، عصر جدید کو سمجھنے کا ان کا اندازہ یہ ہے کہ یہ اس بات کو جاننا چاہتے ہیں کہ آج کی دنیا تیزی سے کدھر بھاگ رہی ہے، دنیا کے لوگوں کو دوسروں کی شخصیت، دوسروں کی قومیت اور مذہب کے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ اور یہ کہ موجودہ مسائل کی دنیا میں انفرادی واجتماعی زندگی کیسے گزاری جائے''؟

اس میں شک نہیں کہ حالات بظاہر مایوس کن ہیں، ان کو بدلنا آسان نہیں ہے، اس کے لیے ہمہ گیر جدوجہد اور موثر انقلاب کی ضرورت ہے، حالات کی اس سنگینی نے دوسرے طبقے خوشدید جذباتی بنا دیا ہے، وہ حالات سے لڑنے کے لیے ہر صورت تیار ہے، نہ اسے اپنی عزیز جان کی فکر ہے اور نہ دولت وثروت، عزت ووقار اور اہل وعیال کا خیال ہے، حالات نے اسے ارھابی بنا دیا ہے، دنیا انہیں دہشت گرد کہہ رہی ہے، لیکن ان کے سروں پر

ایسا جنون سوار ہے جو کم وقتوں میں اپنے حق کی حصولیابی کے لیے انہیں آمادہ کر رہا ہے اور وہ اس کے لیے نہ صرف ہر ممکن قربانی دینے کے لیے تیار ہیں بلکہ ناممکن کو بھی ممکن بنانے کی سوچ رہے ہیں۔

تیسرا طبقہ جو مسائل کا حل جذبات سے نہیں حکمت و دانائی اور معقول طریقے سے چاہتا ہے، امت کے مستقبل کے لیے اس سے زیادہ امیدیں کی جاسکتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ طبقہ خود فکری کشمکش میں مبتلا ہے، یہ طبقہ دو گروپوں میں بٹا ہوا ہے، ایک گروپ کے نزدیک طریق حکمت سے مراد طریق مفاہمت ہے وہ Adjustment کی بات کرتا ہے یہ ہر وقت شریعت کے قانون ضرورت کو پیش کرتا ہے اور اس کی روشنی میں حالات سے لڑنے کی بجائے حالات سے ملک رحالات کے ساتھ جینے کی بات کرتا ہے، مثال کے طور پر آج امریکہ ایران سے بلاوجہ یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ اپنا ایٹمی پلانٹ ضائع کر دے، جس کی وجہ سے دنیا پر پھر ایک بھیانک جنگ کے خطرات منڈلا رہے ہیں، ایسی صورت میں اس گروپ کا کہنا ہے کہ بجائے اس کے کہ ایران امریکہ سے دو دو ہاتھ کرے اور تباہ ہو، اسے غیر مشروط طریقے پر امریکہ کا مطالبہ قبول کر لینا چاہیے۔

اور داخلی سطح پر خود کو طاقتور بنانے میں مصروف رہنا چاہیے تاکہ اپنے وجود کو تباہ ہونے سے بچا کر مستحکم بنا سکے۔

دوسرا گروپ اگرچہ مفاہمت Adjustment اور قانون ضرورت کی موافقت کا منکر نہیں، لیکن اس کے ساتھ اس کی نظر نا موافق حالات کو موافق بنانے پر بھی ہے، اس کی فکری توانائی اسی پہلو پر صرف ہو رہی ہے، یہ کام اتنا دشوار ہے کہ سوچنے کے بعد اکثر کی ہمتیں جواب دے دیتی ہیں، بمشکل ایک دو فیصد یا اس سے بھی کم مسلمان ایسے ہیں جو نظریاتی طور پر اس عمل کے لیے خود کو تیار کر پائے ہیں، لیکن عملی طور پر کام کا آغاز کیسے ہو؟ یہ مسئلہ ان کے لیے اب بھی دردِ سر ہے۔

حالات کے اس اجمالی جائزہ کے بعد کم از کم یہ حقیقت تو سامنے آ ہی جاتی ہے کہ امت کے ایک بڑے طبقہ کو آج امت کی فکر دامن گیر ہے، گو کہ ابھی یہ فکر ناپختہ ہے، عمل کے لیے اس سے کوئی محکم اصول سامنے نہیں آیا ہے، اس کے علاوہ امت کے باہمی اختلافات ونزاعات، عصبیتیں، تحفظات اور جانب داریاں ہیں، جو فکر امت کو منظم نہیں ہونے دے رہی ہیں اور جن کی وجہ سے عملی خطوط نہیں بن پار ہے ہیں تاہم امت کے بڑے طبقہ میں اس احساس کا پیدا ہو جانا ہی بڑی بات ہے، امت کے باشعور طبقہ کی آج سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ داخلی سطح پر اپنے کو مضبوط کرے اور قبل اس کے کہ اس کو خارجی سطح پر مکمل مفاہمت کی پالیسی اپنانی پڑے، داخلی سطح پر جزوی مفاہمت کی ایسی پالیسی اختیار کر لے کہ مستقبل میں امت پر کیے جانے والے خارجی حملوں کا اثر کم سے کم ہو۔

کیا دہشت گردی کا عالمی مسئلہ نظر ثانی کا تقاضا کرتا ہے؟

افغانستان میں دہشت گردی کا موجد امریکہ ہے؟

☆ ملکی اور عالمی میڈیا کے توسط سے دہشت گردی کا جو مفہوم ذہنوں میں اتارا گیا ہے وہ اپنے آپ میں کتنا درست ہے؟

☆ مسلسل پروپیگنڈے کے تحت دہشت گردی کا رشتہ مسلمانوں سے جوڑ دیا ہے، اس سوچ کے اندر کتنی سچائی ہے؟

☆ ملکی اور عالمی سطح پر انسداد دہشت گردی کی جو مہم جاری ہے، یہ کس حد تک ن اور نتیجہ خیز ہے؟

☆ مسلمانوں پر الزام دہشت گردی کے ردعمل میں مسلم علماء، قائدین اہل ل اور مسلم میڈیا نے جو کچھ کیا وہ کس حد تک تعمیری اور مفید ہے؟

☆ دہشت گردی کا صحیح مفہوم کیا ہے اور انسداد دہشت گردی کے درست طریقہ کار کیا

ہے؟

''اگر واقعی پوری دنیا سے دہشت گردی کو ختم کرنا ہے تو دنیا کے تمام لوگوں کو ایک نگاہ سے دیکھنا ہوگا، ان کے انسانی اور بنیادی حقوق کی نگہبانی کرنی ہوگی اور ہر طرح کے استحصال سے دنیا کی تمام اقوام کو بچانا ہوگا۔ تبھی دہشت گردی کو جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے......؟''

۱۔ دہشت گردی کا جو مفہوم عالمی میڈیا نے عوامی سطح پر عام کیا ہے وہ سراسر غلط اور تعصب پر مبنی ہے تعصب اس لیے کہ اس لفظ کے اندر بھرے زہر اور نفرت کے حوالے سے مسلمانوں کو نشانہ بنانا تھا اسی لیے اس لفظ کا مفہوم اور اس کی تعبیر و تشریح بھی اس انداز سے کی گئی تاکہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہدف حاصل کیا جاسکے، حالانکہ دہشت گردی کوئی نئی چیز نہیں ہے، لیکن آج جس انداز سے اس کو پیش کیا جارہا ہے جیسے یہ آج کے دور کا کوئی نیا مسئلہ ہو اور دہشت گردی کو عالمی میڈیا نے جس طرح ہوا بنا رکھا ہے، جیسے یہ صرف مسلمانوں کی پیدا کردہ مصیبت ہے، جب کہ سچائی یہ ہے کہ دہشت گردی کی ابتدا حکمرانوں سے ہوتی ہے، لیکن تشدد پر مبنی اقدامات اور احکامات کو نائن الیون سے پہلے نہ تو امریکہ اور نہ ماضی کے سپر پاور روس نے اس طرح کے واقعات کو دہشت گردی کا نام دیا، افغانستان میں جب روس اپنی بربریت کا ثبوت دے رہا تھا تو کیا وہ دہشت گردی نہیں تھی؟ یا امریکہ ویتنام اور ہیروشیما پر بم برسا رہا تھا تو کیا وہ دہشت گردی نہیں تھی۔؟ اگر ماضی کی بات نہ بھی کریں تو ابھی امریکہ اور اتحادی افواج عراق اور افغانستان میں جو کچھ کر رہی ہیں کیا وہ دہشت گردی نہیں ہے؟ بالکل ہے اور اس سے بڑی کوئی دہشت گردی ہو ہی نہیں سکتی کہ کسی ملک پر قابض ہو جائیں اور عوام کے لیے عرصہ حیات تنگ کردیں، لیکن آج کا میڈیا، دہشت گردی کرنے والے کو دہشت گرد نہیں کہتا بلکہ جو دہشت گردی کے شکار اور مظلوم ہیں وہ دہشت گرد ہیں، دہشت گردی تو یہ ہے کہ کوئی اپنی ذاتی ملکی سیاسی یا اقتصادی طاقت کا منفی

استعمال اس طرح کرے کہ اخلاقی قانونی اور آئینی اعتبار سے غلط ہو۔ ہیلری کلنٹن نے اپنے انتخابی مہم کے دوران یہ کہا کہ اگر میں منتخب ہوتی ہوں اور ایران نے اپنا جوہری پروگرام بند نہ کیا تو اسے نیست و نابود کردوں گی۔ ہیلری کلنٹن کا یہ بیان بھی سیاسی دہشت گردی ہے، لیکن عالمی میڈیا اسے امن قائم کرنے کی کوشش سے تعبیر کر رہا ہے، اس صورت حال میں دہشت گردی کا یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ طاقت ور ممالک جو بھی کریں وہ دہشت گردی نہیں ہے لیکن ترقی پذیر اور پسماندہ اقوام اگر اپنے حق کی آواز بھی بلند کریں یا وہ کام کریں جو امریکی اور مغربی ممالک کر رہے ہیں تو وہ دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی کا یہ دُہرا پیمانہ اور حسب ضرورت اس کی تشریح کسی بھی طرح درست نہیں ہے اس لیے عالمی میڈیا (جسے ہم امریکی میڈیا کہیں تو زیادہ درست ہے) جو بھی کہے اور جو بھی تشریح پیش کرے نہ تو کوئی تسلیم کرتا ہے اور نہ کرے گا، کیونکہ یہ سب منصوبہ بند مفاہیم ہیں۔

۲۔ اس سوچ کے اندر ذرا برابر بھی سچائی نہیں۔ اول تو یہ کہ دہشت گردی کو مذہب سے جوڑ کر دیکھنے کی کوشش کی گئی اور وہ بھی صرف اسلام اور مسلمانوں سے جوڑا گیا، اور یہ سب جانتے ہیں کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں تو ایسی صورت میں صرف اسلام سے جوڑنا، یقیناً اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی سازش ہے، ورنہ دنیا کے اور بھی بہت سے مذہب ایسے ہیں جن کے ماننے والے دہشت گردی میں ملوث ہیں، لیکن ان کی کارروائیوں کو ان کے مذہب سے جوڑ کر نہیں دیکھا جاتا۔ دوسری جانب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جب یہ ہوا چلی تو سب سے زیادہ مسلم دانشور اور علماء ہی تھے کہ انہوں نے اس کی مخالفت کی اور اسے غیر شرعی کہا اور اس کے مقابلے دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں نے اس طرح کھل کر دہشت گردی کی مخالفت نہیں کی، باوجود اس کے مسلمانوں سے جوڑ کر دیکھنے کی یہ سازش اور ہٹ دھرمی مغربی ممالک کی ایک طرح سے دہشت گردی ہی ہے۔

(۳) انسداد دہشت گردی کے لیے کوئی بھی مہم یا کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں

ہوسکتی جب تک دہشت گردی کو نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ ہے کیا؟ معاملہ یہ ہے کہ ابھی تک دہشت گردی کے خلاف جو مہم جاری ہے وہ صرف مسلمانوں اور مسلم ممالک کو نشانہ بنا کر کیا جارہا ہے اور المیہ یہ ہے کہ صف اول میں جو ملک کھڑا ہے وہ بھی مسلم ملک ہے، ایک طرف وہ انسداد کی کوشش بھی کررہا ہے، اور دوسری جانب اسے ہی دہشت گرد کہا جارہا ہے، یہ تو عالمی صورت حال ہے ملکی سطح پر اس سے بھی مایوس کن صورت حال ہے، کشمیر میں جو کچھ ہورہا ہے وہ تو دہشت گردی ہے مگر منی پور اور آسام میں جو کچھ ہورہا ہے وہ دہشت گردی نہیں، یا تشدد پسند نکسلی تنظیمیں آئے دن جو خون خرابہ کررہی ہیں اسے دہشت گردی نہیں کہا جارہا ہے، اور حد تو یہ ہے کہ جب مہاراشٹرا میں نونرمان سینا اور شیوسینا کھلے عام دہشت گردی مچاتے ہیں تو اسے دہشت گردی سے تعبیر کرنا تو دور کی بات ہے حکومت خود ہی سہمی ہوئی نظر آتی ہے. انتہا پسند ہندو تنظیمیں جو بھی فتنہ پھیلائیں وہ دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا ہے جب یہ حالت ہوگی تو ملک میں بھی بنائے جانے والے تمام قوانین دہشت گردی کو جڑ سے نہیں ختم کرسکتے اور نہ کوئی مہم کارگر ہوسکتی ہے، ضرورت ہے کہ فتنہ پھیلانے والے تمام لوگوں کو بلا امتیاز مذہب وملت دہشت گرد کہا جائے اور ایک ہی ترازو میں تولا جائے۔

۴۔ یہ علماء، مسلم دانشوروں، مسلم میڈیا کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے، کہ اب بادل چھٹنے لگے ہیں اگر اس سمت میں شدومد کے ساتھ مدافعت اور تصحیح صورت حال سے عوام کو واقف نہ کرایا جاتا تو شاید آج کے حالات ۱۸۵۷ء سے بھی خراب ہوتے۔

۱۸۵۷ء میں ملک پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے یہی کیا تھا کہ ہر طرح سے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرا کر انہیں ہر طرح کی سرکاری مراعات سے دور رکھا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے مسلمان سو سال پیچھے چلے گئے، اس عہد میں بھی ملکی سطح پر یہی کوشش کی گئی تھی لیکن مشترکہ کوششوں کے سبب مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازش ناکام ہورہی ہے، لیکن صرف اتنی ہی سعی کرکے خاموش بیٹھ جانے کا وقت نہیں ہے بلکہ سیکولر طاقتوں کے

ساتھ مل کر اسے مزید آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

۵. دہشت گردی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی فرد، جماعت، تنظیم ادارہ یا ملک اگر طاقت وقوت کا استعمال اس طرح کرتا ہے کہ اس سے کسی کا استحصال، جانی و مالی نقصان، حقوق انسانی کی پامالی ہوتی ہے یا اس سے کسی قوم یا ملک کی اپنی تہذیبی وملکی شناخت کو ٹھیس لگتی ہے تو یہ دہشت گردی ہے، اس دہشت گردی میں فرد بھی ملوث ہوسکتا ہے، اور کوئی خاص ملک اور میڈیا بھی ہوسکتا ہے، اس لیے اگر واقعی پوری دنیا سے دہشت گردی کو ختم کرنا ہے تو دنیا کے تمام لوگوں کو ایک نگاہ سے دیکھنا ہوگا۔ ان کے انسانی اور بنیادی حقوق کی نگہبانی کرنی ہوگی اور ہر طرح کے استحصال سے دنیا کی تمام اقوام کو بچانا ہے، تبھی دہشت گردی کو جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے، اب اس پیمانے پر طاقتور ممالک اور اقتصادی طور پر مضبوط میڈیا کو اپنا محاسبہ کرنا ہوگا اگر ایسا ہوجائے تو دیکھتے ہی دیکھتے دہشت گردی کو ختم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ موجودہ عہد میں دہشت گردی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے جتنا کہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے، اسی غلط افواہ اور ہنگامہ آرائی کے چلتے اصل دہشت گرد تو بچ جاتے ہیں اور جو معصوم اور بے گناہ ہیں وہ مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور انسداد دہشت گردی کی تمام تر کوششیں غلط سمت میں جاری رہتی ہیں۔

☆☆

''ایک مخصوص فرقے کو نشانے پر رکھ کر ساری انسدادی مہم چلائی جارہی ہے اس لیے اس کا نتیجہ ظاہر ہے، دہشت گردی کے انسداد کے لے انصاف پسندانہ نظریے اور مہم کی ضرورت ہے، جس کا ابھی عالمی وملکی دونوں سطحوں پر فقدان ہے۔'' (ڈاکٹر انور پاشا)

(۱) اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ دہشت گردی آج کا ایک عالمی فینومینا کی حیثیت اختیار کرچکی ہے، دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جو آج دہست گردی کی زد میں نہیں ہے، دہشت گردی کی مختلف شکلیں ہیں اور اس کے اسباب بھی مختلف، دہشت گردی کی ایک شکل

وہ ہے جو اسٹیٹ یعنی ریاست کی جانب سے مسلط کی جاتی ہے۔ دہشت گردی کی دوسری شکل وہ ہے جو دنیا کی بڑی طاقتوں کی جانب سے اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے جاری و ساری ہے، دہشت گردی کی تیسری صورت وہ ہے جو جابر قوتوں کے خلاف مدافعت کے طور پر مظلوم قوتوں کی جانب سے اختیار کی گئی ہے، دہشت گردی کی چوتھی شکل وہ ہے جو فرقہ وارانہ اور فسطائی ذہن کی اس پیداوار ہے، لیکن دہشت گردی کی ان تمام شکلوں کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھنے سمجھنے اور اس کے تدارک اور خاتمے کے لیے مناسب اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ملکی میڈیا یا عالمی میڈیا کے ذریعہ دہشت گردی کو جس طرح غلط تناظر میں دیکھا جاتا ہے اور عوام کے ذہنوں میں اس کی جو شبیہ اتاری جارہی ہے وہ گمراہ کن اور متعصبانہ ہے۔

(۲) عالمی اور ملکی دنوں سطحوں پر متعصب، فسطائی اور سامراجی قوتوں کی جانب سے جس طرح دہشت گردی کو ایک مخصوص قوم سے جوڑ دیا گیا ہے، وہ ایک منظم سازش کا نتیجہ ہے ایک مخصوص قوم کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنا اسی طرح کی ذہنیت کا غماز ہے، عالمی اور ملکی سطح پر معروضی اور انصاف پسند نظریہ رکھنے والی قوتیں اس متعصب اور فسطائی سازشوں کے خلاف سرگرم بھی ہیں اور دنیا کی ایک بڑی آبادی کو اس بات کا احساس ہے کہ دہشت گردی کے سلسلے میں ایسا متعصب نظریہ اختیار کرنا نہ صرف گمراہ کن ہے بلکہ دہشت گردی کے تدارک کی راہ کی بڑی رکاوٹ بھی ہے۔

(۳) ملکی اور عالمی سطح پر چونکہ دہشت گردی کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی جارہی ہے. بلکہ ایک مخصوص قوم کو نشانے پر رکھ کر ساری انسدادی مہم چلائی جارہی ہے، اس لیے اس کا نتیجہ ظاہر ہے، دہشت گردی کے انسداد کے لیے انصاف پسندانہ نظریے اور مہم کی ضرورت ہے، جس کا ابھی عالمی وملکی دونوں سطحوں پر فقدان ہے۔

(۴) مسلمانوں پر الزام دہشت گردی کی پوری مہم کی زمام مغربی قوتوں بالخصوص

امریکہ اور اسرائیل کے ہاتھوں میں ہے لہذا اس الزام کے خلاف محاذ آرائی اسی سطح پر ہونی چاہیے تھی۔ لیکن مسلم ممالک کی جو سیاسی صورت حال ہے وہ اظہر من الشمس ہے، میڈیا کے حوالے سے بھی مسلم قوم کی صورت حال بہتر نہیں، یہ دور میڈیا کا دور ہے، دہشت گردی کے حوالے سے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانے کا پروپیگنڈہ بھی امریکی و اسرائیلی میڈیا کی ہی شرانگیزی کا نتیجہ ہے۔ لیکن مسلم دنیا میڈیا کی سطح پر قلاش ہے، ملکی سطح پر مسلم علما اور دانشوروں نے حتی المقدور اس سلسلے میں کوششیں بھی کی ہیں، لیکن وہ کوششیں زیادہ تر اردو اخبارات یا میڈیا تک محدود ہیں، ملک کے قومی و مرکزی دھارے والے میڈیا میں ان کی آواز کو اہمیت نہیں دی جاتی، یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے، مرکزی دھارے والا میڈیا مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے میں تو خوب پیش پیش رہتا ہے، لیکن مسلمانوں کے ذریعہ کی جانے والی مثبت کاوشوں کو بلیک آؤٹ کر دیتا ہے، بہر کیف! مسلم اداروں اور علماء کو اپنے تعمیری اقدام کو جاری رکھنا چاہیے۔

(۵) دہشت گردی کا صحیح مفہوم اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے دہشت اور تشدد کا استعمال کرنا ہے، اگر کوئی فرد یا جماعت یا حکومت اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے معصوم انسانوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے تشدد اور دہشت گردانہ حربے کو اختیار کرتا ہے تو وہ دہشت گردی کا مرتکب ہوگی، یہ عمل انسانیت کشی کے عمل کے مترادف ہے اسے کسی بھی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، یہ مذہب کی رو سے، انسانیت کی رو سے اور انصاف کی رو سے سراسر ناجائز اور قابل مذمت ہے۔

☆☆

”جب تک انصاف کا سلوک اور تمام انسانوں کو مساویانہ انسانی حق حاصل نہ ہوگا، تب تک امن وسلامتی کی باتیں اور اس کا تصور محض خام خیالی ہے“

(ڈاکٹر اخلاق احمد آہن)

ملکی اور عالمی میڈیا کا بیشتر حصہ دہشت گردی کے تعلق سے جو تصور لوگوں کے ذہن و دماغ میں ترسیل کرتا رہا ہے، وہ عموماً گمراہ کن ہے، سب سے پہلے تو یہی بات واضح ہو جانی چاہیے کہ دہشت گردی کے تعلق سے اس تمام ھُو ہنگامہ کے باوجود اب تک اقوام متحدہ یا عالمی برادری کوئی ایسی تعریف پیش نہیں کر پائی ہے، جو سب کو قابل قبول ہو، ظاہر ہے جس تصور کی تعریف ہی نہ ہو سکی ہو، اس کی تفہیم اور اس سے متعلق باتیں کہاں تک درست ہو پائیں گی؟

ابھی دہشت گردی کا نام ہے، کل کچھ اور تھا، اس کے بعد کچھ اور عنوان ہوگا۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ باطل فکر کو اسلام سب سے بڑا خطرہ نظر آتا ہے، اسی لیے اس نوع کے افکار و نظریات کے متعصب اور ہٹ دھرم نمائندے مختلف سازشوں، ہتھکنڈوں اور جھوٹے پروپیگنڈوں کے سہارے اسلام کی غلط شبیہ پیش کر کے آج کے مادہ پرستانہ سماج میں پل رہی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے تشنہ انسانیت کو اس سے دور کرنے کے لیے ہمہ دم کوشاں ہیں، وہ ہر اس حرکت یا جرم کو جو کسی مسلمان سے سرزد ہوتا ہے، اسے اسلام سے جوڑ کر اسے بدنام کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں، اسلامی دہشت گردی، ایسی اصطلاح ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ اسلامی چوری، یا اسلامی ڈاکہ زنی، یا اسلامی جھوٹ وغیرہ، ناچیز نے اپنے حالیہ دورۂ امریکہ کے دوران ویسٹ ورجینیا میں منعقدہ حقوق انسانی سے متعلق ایک بین الاقوامی سیمینار میں بعض سامراج نواز اور صہیونی دانشوروں کے اس نوع کی اصطلاحات اور پروپیگنڈہ کی سخت تنقید اور مخالفت کی، کسی بھی صاحب فہم و دانش کے لیے یہ

سمجھنا مشکل نہیں کہ جس طرح جھوٹ، فریب، قتل و غارت گری کا اسلام یا کسی مذہب سے تعلق نہیں ہو سکتا، اسی طرح دہشت گردی کو بھی کسی مذہب سے نہیں جوڑا جا سکتا اور یہ کہ ہر مذہب کے پیروکاروں میں ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد موجود ہیں۔

عظیم صوفی اور شاعر مولانا رومی کا ایک شعر ہے کہ

خشت اوّل چون نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

چونکہ اس تمام پروپیگنڈہ اور ساتھ ہی بددیانتی اور بدنیتی کی بنیاد پر پھیلائے گئے مختلف سیاسی حربے، ہتھکنڈے جو دنیا بھر کے کروڑوں کمزور اور مظلوم عوام کی حق تلفی، ذلت اور بیزاری کا سبب بن رہے ہیں لوگوں میں غم و غصے کا اصل سبب ہیں، جب تک انصاف کا سلوک اور تمام انسانوں کو مساویانہ انسانی حق حاصل نہ ہوگا، تب تک امن وسلامتی کی باتیں اور اس کا تصور محض خام خیالی ہے۔

اس تمام غلط پروپیگنڈے کے فروغ اور اس کی عمومیت کی وجہ مسلم دنیا کی طرف سے مساوی سطح کی کوششوں کا فقدان ہے، اگر آپ گزشتہ بیس پچیس برسوں کے واقعات و حالات کو ہی نگاہ میں رکھیں تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ عام طور سے مسلم ممالک اور مسلم دانشور حضرات کی بیشتر صلاحیت اپنے دشمن قوتوں کے پھیلائے جال میں پھنس کر صرف ہو رہی ہے. وہ ہمیں کوئی موضوع، قضیہ یا مسئلہ دے دیتے ہیں اور ہم بجائے مثبت کاموں میں اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنے کے مدافعت میں مصروف ہو جاتے ہیں یا احساس کمتری کا شکار ہو کر خود فضیحتی یا کنارہ کشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، نہ ہمارے پاس بی بی سی یا سی این این جیسے چینل ہیں اور نہ ہی ٹائم میگزین جیسے رسالے اور اگر ہوں بھی تو ان کی طرف ہم کب توجہ دینے والے، آج شاید مغربی سامراجی پروپیگنڈہ کا سب سے زوردار اور مثبت جواب ”الجزیرہ“ ہے لیکن اسے ہمارے یہاں کتنے لوگ دیکھتے ہیں، یا جس طرح کی خبریں یا مسائل خود ایک ٹی وی اردو پر دکھائے جاتے ہیں یا ہمارے بعض حق نما اخبارات و رسائل میں چھپتے

ہیں، انہیں ہم کتنا اعتبار بخشتے ہیں۔

لوگوں کو ہر سطح پر اور ہر اسٹیج پر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ناانصافی اور ظلم، کی بنیاد پر قائم نظام اور سیاسی پالیسیاں اصل دہشت گردی ہے، جن کے نتیجہ میں معصوموں اور بے گناہوں کا استحصال کیا جارہا ہے، تہذیبیں مٹائی جارہی ہیں قوموں اور ملتوں کو ذلیل اور بے آبرو کیا جارہا ہے، ناچیز نے دو ہفتہ قبل بچشم خود مشاہدہ کیا کہ واشنگٹن میں پوپ جان پال کی آمد کے موقع پر امریکہ کے دانشوروں کے ایک گروہ نے سوال اٹھایا تھا کہ جس پوپ کی سرپرستی میں لاکھوں لڑکے لڑکیوں کا جنسی استحصال ہوا ہے (جن میں صرف ایک لاکھ امریکی بچے ہیں) وہ بڑا دہشت گرد ہے یا کوئی مسلمان؟ یا جس دہشت گرد مخالف جنگ کے مکھیا بش کی رہنمائی میں سات لاکھ سے زائد عراقیوں کا قتل ہوا ہے وہ بڑا دہشت گرد ہے یا کوئی اور؟ یہ آوازیں جو صداقت پر مبنی ہیں زیادہ حق دار ہیں کہ عالمی سماعتوں تک پہنچیں، گونجیں اور سوئے ہوؤں کو جگائیں۔

دنیا کا واحد ملک امریکہ دہشت پسندی کا موجد

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، چک، الہ آباد (یوپی)

امریکہ نے اپنی طاقت وزعم کا استعمال کار خیر اور دنیا کی فلاح وبقا کی خاطر کبھی نہیں کیا طاقت اور دولت کا مصرف بے جا طور پر لینا اس کی فطرت میں شامل ہے، اس کے نزدیک اپنے تحفظ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں کہ مقابلہ کے لیے مجبوراً میدان جنگ میں کودنا پڑے، وہ تو ہمیشہ دنیا کے امن وامان کو خطرے میں ڈالنے اور دوسروں کا حق چھیننے کے لیے جنگ کرتا ہے اور مسیحا کے روپ میں ڈاکوؤں کا کردار نبھاتا ہے تاکہ ساری دنیا کو اس کی طاقت اور دولت کی فراوانی کا اندازہ ہوتا رہے، اس اندازے کا احساس عموماً ممالک اسلامیہ کو زیادہ کرنا پڑتا ہے کہ امریکہ کی آگ اگلتی آنکھیں ہمیشہ انہیں ممالک کی طرف تاکتی رہتی ہیں،

اس سے قبل جارج ڈبلو بش نے افغانستان وعراق کو تباہ وبرباد تو کیا ہی مگر اپنی گردن سے ذلت ورسوائی کا طوق نہیں ہٹاسکا۔ جس عراق کو امریکہ اپنے لیے خطرہ سمجھتا رہا چین، فرانس، جرمنی، برطانیہ، آسٹریلیا اور ساؤتھ کوریا وغیرہا نے عراق کو کوئی مسئلہ ہی نہیں بنایا، جس سے جنگ کرتے ہوئے امریکہ نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، اسرائیل کی ہمدردی اور عراق کی تباہی میں اکثر یورپین ممالک کے ساتھ مشترکہ جنگ کا مظاہرہ محض دنیا داری اور جنگی طرفداری کا ڈھکوسلا تھا کہ دنیا اس کے جواز سے انکار نہ کرسکے، جب کہ مرد مجاہد صدام حسین کو سولی پر لٹکا دینے کے بعد کسی بھی غیر عرب ملک نے اپنے لیے اطمینان حاصل ہونے یا خطرہ ٹل جانے کی بات ہی نہیں کہی۔

امریکہ کو کسی سے جنگ کرنا یا کسی کا حق چھیننا بہت مہنگا پڑتا ہے۔ بے پناہ اسلحے اور جہاز ضائع ہوتے ہیں اور بے شمار فوجیوں کی جانیں بھی جاتی ہیں، ان بیوؤں سے پوچھیے جن کے فوجی شوہروں کو محض حق چھیننے اور تباہی وغارتگری کی بنیاد پر ہلاک کردیا جاتا ہے۔ چند فوجیوں کو اسپتال بھیج کر باقی کو سمندر میں ڈال دیا جاتا ہے، کیا دوسروں کا غصب کرنے اور بے گناہوں کا قتل عام کرنے والے یہ ہلاک شدہ امریکی فوج جذبہ حب الوطنی اور مرتبہ امتیاز وقربانی کے مستحق ہوسکتے ہیں؟ قطعی نہیں، حب الوطنی کا خطاب اسے دیا جاتا ہے جو حق کے تحفظ میں جان قربان کرتا ہے، دوسروں کا حق چھیننے اور ظلم وستم کرنے والے کو نہیں، مگر امریکی حکومت کو ان سب باتوں سے کوئی مطلب نہیں، اپنے فوجیوں کے تمام عیش وعشرت اور شراب وشباب کا بدلہ خون سے لینے کا پرانا رواج ہے تاکہ نئی بھرتی کے لیے راستہ ہموار ہوتا رہے۔

عراق وافغانستان کو تباہ وبرباد کرنے اور لاکھوں لاکھ مسلمانوں کو شہید کردینے کے بعد بھی چین نہ ملا تو پنٹاگن پر حملہ کو مسلمانوں سے جوڑ دیا اور دہشت گردی کا الزام لگاتے ہوئے ساری دنیا کے مسلمانوں کو چونکا دیا، یہ الزام چونکہ دنیا کے سب سے بڑے میڈیا کی

جانب سے لگایا گیا اس لیے مسلمانوں کا متاثر ہونا لازمی امر تھا۔ مسلم مخالف جماعتوں کو اگرچہ اس شعلہ بار الزام سے تقویت ضرور پہنچی ہے، مگر ہم انہیں اس حقیقت سے بھی آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ الزام وہ داغدار امریکہ لگا رہا ہے، جس نے ہیروشیما پر بم گرا کر دہشت گردی کی بنیاد رکھی، جس نے جاپان پر ہتھیار بنانے پر پابندی عائد کردی اور جو عرصہ دراز تک ویتنام کی زمینوں کو خون سے سرخ کرتا رہا اور جس نے اپنی دھرتی پر سابق صدر کینیڈی کی جان لے لی، زمانہ ہنسنے پر مجبور ہوگیا، کہ دنیا کے سب سے بڑے فتنہ طراز کی زبان سے دہشت گردی کا الزام کس قدر خراب لگتا ہے، یہ الزام چونکہ مسلمانوں کے سر تھوپا گیا ہے اس لیے ایسے الزام کی کوئی اہمیت نہ بن سکی، کسی دوسری قوم پر یہ الزام لگایا گیا ہوتا تو اس کی سیکڑوں مثالیں سامنے آگئی ہوتیں، امریکہ میں بسنے والے بے شمار مسلمانوں کے اخلاق و کردار اور حسن عمل کو دیکھ کر خود امریکہ گواہ ہے کہ مسلمانوں کا کردار دہشت پسندی سے وابستہ ہو ہی نہیں سکتا، امریکہ چاہے تو اپنے الزام کے مطابق امریکہ مسلمانوں کو پریشان کرسکتا ہے، مگر اس کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں، کہ ان کے اخلاقی کردار اور حسن سلوک میں کوئی لچک ہے، برطانیہ میں امریکہ سے کہیں زیادہ کثرت سے مسلمان آباد ہیں وہاں کے شہروں میں سینکڑوں مسجدیں اور مذہبی ادارے قائم ہیں، اسلامی تقریب کا علی الاعلان انعقاد ہوتا رہتا ہے، اسلامی لٹریچر شائع ہوتے ہیں اور بعض دینی عالموں کو ان کی بہترین کارکردگی پر سرکاری مراعات تک حاصل ہیں۔

ان حقائق کے پیش نظر برطانوی حکومت بھی دہشت گردی کا الزام لگانے سے قاصر ہے، مسلمان جن جن غیر اسلامی ملکوں میں رہتے بستے ہیں، اپنے اخلاقیات کی بنیاد پر رہتے ہیں، کسی ملک نے بھی ان پر انگلی اٹھانے کی ضرورت نہیں محسوس کی، کیونکہ مسلمان جانتا ہے کہ اسلام میں دہشت پسندی اور شرانگیزی کی قطعی اجازت نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کا کبھی یہ شیوہ رہا ہے اسلام تو امن و امان کا پیغام دینے، اتحاد و اتفاق کا نوید سنانے، شرافت نفسی کا

چراغ جلانے اور جذبہ حق تلفی کو کچلنے کے لیے آیا ہے، مسلسل اور لگاتار ظلم و بربریت اور غیر منصفانہ رویے کے خلاف آواز بلند کرنے اور اس پر قابو پانے کا حق جہاں دنیا کی ساری قوموں کو حاصل ہے، وہی مسلمانوں کو بھی حاصل ہے، کیا ایسا ہونا چاہیے کہ کوئی ظالم بغیر کسی قصور و خطا کے تلوار لے کر سامنے آجائے اور مسلمان تلوار دیکھ کر اپنا سر جھکا دے کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے؟ مجھے بتایا جائے کہ اگر کوئی کسی کا گھر جلا دے، کوئی حاملہ عورتوں کے پیٹ میں نیزہ ڈال دے، چھوٹے چھوٹے بچوں کو ماں کی گود سے چھین کر زندہ جلا دے، نوجوانوں کو تختہ دار پر لٹکا دے، پوری پوری بستی کو دھماکوں سے اڑا دے تو ایسی صورت میں ردعمل کا کیا کردار ہونا چاہیے۔

بار بار عالمی سطح پر اعلان و اشاعت کے باوجود مسلم دہشت گردی کے الزام کا اثر کہیں اور تو نہیں دیکھا جاسکا البتہ امریکہ کی شہ پر ہندوستان، "کشمیر اور سوات" میں یہ تحریک ضرور رنگ لائی ہے جب کہ صوبوں کی مسلم حکمرانی، صوبوں کی مسلم تہذیب، اخلاقی روایات، روشن مراسم اور حسن سلوک سے وابستہ و متعلق رہنے اور عینی مشاہدات کے زیر اثر ہندوستان پر تو اس غلیظ تحریک کا سایہ نہ پڑنا چاہیے تھا تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کچھ تشدد پسند افراد اس کے منتظر تھے کہ مسلمانوں کے خلاف کچھ مسالہ مل جائے تو سیاسی کھیل کھیلنے اور خود کو بھولا بنائے رکھنے کا بہانہ ہاتھ آجائے، مجرم خواہ کسی بھی قوم کا فرد ہو کسی بھی جماعت کا ہو، اسے سزا ضرور ملنی چاہیے کہ یہی قانون و آئین کی پاکبازی ہے، مگر دوسروں کے گناہوں اور دوسروں کے آتنک کو فضول مسلمانوں کے سر تھوپ کر نئی سیاسی چال کا زہر گھولنا اچھی بات نہیں، یوں بھی ہندوستان کے اکثر و بیشتر سیاسی دنگوں کی ہر شوریدہ روش مسلمانوں ہی کے گرد گھومتی رہتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے اگر ایک طرف اپنی ہر کرم کو ہر بدنامی سے بچایا جاسکتا ہے تو دوسری طرف فتنے کی حقیقت کو غلط راستے پر لگایا جاسکتا ہے، سیاسی بازی گری کی یہ شتر گربگی عرصہ دراز سے جاری ہے کہ فائدہ بھی مسلمانوں ہی سے حاصل کیا

جائے اور نقصان بھی انہیں کو پہنچایا جائے اس کے برعکس اگر حقائق و روایات کو انصاف کے آئینہ میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت حال ہندوستان کے چپے چپے میں نظر آئے گی کہ کسی نہ کسی مقصد اور کسی نہ کسی جذبے کے تحت غیر مسلموں کی کثیر تعداد مسلم تہذیب، اسلامی روحانیت اور پیر فقیروں سے ہر دور میں وابستہ ومتاثر رہی ہے، ہندوستان کا کوئی ایسا آشتانہ وخانقاہ اور درگاہ وبارگاہ نہیں، جہاں کثرت سے باادب حاضر ہو کر فریاد نہ کرتے ہوں اور مصیبتوں سے نجات نہ پاتے ہوں۔

بیشتر شہروں کے بعض آستانوں کے اردگرد غیر مسلموں کی اتنی کثیر تعداد جمع ہو جاتی ہے کہ ہم لوگوں کو قریب جانے میں دشواری ہو جاتی ہے، بالخصوص خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے آشتانے کے آس پاس ہزاروں غیر مسلموں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کتنے جذبے کے ساتھ سر جھکاتے ہوئے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور آنسوؤں کی سوغات نذر کرتے ہیں، جادو ٹونا آسیب اور پرانے امراض سے نجات پانے کے لیے بالخصوص آستانوں اور خانقاہوں کا سہارا لیتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

نماز مغرب کے وقت عموماً ہر مسجد کے سامنے اپنے بچوں اور دودھ پانی پر دم کرانے کے لیے عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، اس کے علاوہ شادی بیاہ اور بعض تہواروں کے موقع پر ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے اور تجارت کے تعلق سے ملنے جلنے اور اٹھنے بیٹھنے کا مشغلہ جاری رہتا ہے، گویا کسی نہ کسی طور پر بیشتر شعبہ حیات میں باہمی رسم ورواج کا تسلسل قائم ہی رہتا ہے، ایسے بھرپور مظاہرات ومشاہدات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کو ہوا دینا اور اتحاد ودوستی کے گلشن کو مسمار کرتے رہنا کتنی شرم وغیرت کی بات ہے۔ مسجدوں، آستانوں اور خانقاہوں کے فیوض وبرکات کے آگے سر جھکانے والے اور جادو ٹونوں کی شدید مصیبت سے نجات پانے والے لاکھوں کروڑوں غیر مسلم افراد مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کا نعرہ کیسے بلند کرنے لگے اور سیاسی چال بازوں کے

چھل میں کیسے آگئے، بڑے تعجب کی بات ہے، ہر حادثے کو مسلمانوں سے جوڑ دینے اور ایک خطا کار کے بدلے سینکڑوں کو پریشان کرنے کی جبلت سے باز آنا ہوگا، ایسے غیر قانونی عمل سے اگر ایک طرف جمہوریت کی دھجیاں اڑتی ہیں تو دوسری طرف شرافت وانسانیت کا خون ہوتا ہے۔

ہندوستان میں گاندھی جی کو قتل کیا گیا، اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کا خون بہایا گیا، جبل پور، جمشید پور، مرادآباد ممبئی اور گجرات وغیرہا میں ہزاروں مسلمانوں کے لہو سے ہولی کھیلی گئی، کبھی جامع مسجد دہلی میں بم پھینکا گیا، تو کبھی خواجہ اجمیری کے دربار میں دھماکہ کیا گیا مگر مسلمانوں نے اپنے جلسوں اور اپنے اخبارات ورسائل میں کسی قوم پر آتنک وادی ہونے کا الزام نہیں لگایا، سدا یہ اپیل کی کہ مجرم کو پکڑنے میں کوتاہی نہ کی جائے، اس کو سزا دینے میں تاخیر نہ کی جائے، اور جمہوری اتحاد کا تحفظ کیا جائے، پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے، کہ وہ مسئلہ امریکہ کا تھا کہ اس نے اپنے طور پر مسلم بغاوت و جنگ کے ماحول میں الزام لگانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ امریکہ کے اس الزام کو فضول ہندوستان میں اپنایا جائے، اور صرف امریکہ کی تائید میں آپسی بھائی چارے کو پارہ پارہ کیا جائے. میرے بھائی یہ یاد رکھو کہ اپنے اپنے وقت پر سب کو مر جانا ہے، دھن، دولت، کرسی اور داداگیری سب یہیں رہ جائے گی، دنیا کو اگر کچھ یاد رہ جاتا ہے تو انسان کا تقویٰ وطہارت، علم وادب، اخلاص واخلاق، اتحاد واتفاق، وفاداری اور امن وشانتی کا پیغام.

یورپ نے دیکھا کر رنگ اپنا، سید کو مرید بنا ہی لیا
سب پیروں سے تو بچ نکلے، اس پیر کے آگے کچھ نہ چلی

دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر

ضیاء الرحمن علیمی

دہشت گردی عصر حاضر کا فینومنا ہے، پوری دنیا پر تشدد واقعات کی لپیٹ میں ہے، گزرتے شب و روز کے ساتھ دہشت کے سائے دراز ہوتے چلے جا رہے ہیں، عالمی برادری خوف و دہشت کے ماحول میں جی رہی ہے، ہر طرف عدم تحفظ کا احساس بڑھتا جا رہا ہے اس کے خاتمے کے لیے پوری دنیا نے دہشت گردی کے خلاف مہم چھیڑ رکھی ہے۔ لیکن اس کے باوجود دہشت گردوں کے دست و بازو کمزور ہوتے نظر نہیں آ رہے ہیں، اسباب و عوامل کیا ہیں؟ دہشت گردی کے پنجے مروڑنے کے لیے میدان میں اتری طاقتیں کس حد تک خود دہشت گردی کی مجرم نہیں ہیں؟ ان کے عزائم میں کس قدر سچائی ہے؟ یہ دہشت گردی کے نام سے جڑے چند سوالات ہیں جن کا جواب ہم آئندہ صفحات میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، سردست ہم دہشت گردی کے مفہوم کے لیے انگریزی میں استعمال ہونے والی اصطلاح ''ٹیررزم'' (Terrorism) کو ڈیفائن کرنے کی کوشش کرتے ہیں.

ایڈوانس لرنرز ڈکشنری آف کرنٹ انگلش میں ٹیررزم کی توضیح میں لکھا ہے۔''

"The use of voilent action in order to achieve political aims"

سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے پر تشدد عمل کو بروئے کار لانے کا نام دہشت گردی ہے۔

نیت میں کھوٹ:۔

میرے خیال میں دہشت گردی کی یہ تعریف مبہم اور غیر واضح ہے، اس تعریف کی رو سے ہر وہ پر تشدد عمل جس میں سیاسی مقاصد و عوامل کار فرما ہوں، دہشت گردی قرار پائے گا اور پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت دہشت گردی کے الزام سے اسے اپنے آپ کو بچا نہیں پائے گی، کیونکہ عموماً تشدد دانہ عمل میں خواہ وہ حق و صداقت کی بالا دستی ہی کے لیے کیوں نہ ہو سیاسی

عوامل در اندازہ ہوتے ہیں، اور دنیا کا کوئی بھی ہوشمند انسان تسلیم نہیں کر سکتا کہ حق و صداقت پر مبنی سیاسی اہداف کے حصول کے لیے کی جانے والی مسلح جدو جہد دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ انگریزی دنیا نے شاید کسی سیاسی مجبوری کی وجہ سے دانستہ طور پر دہشت گردی کے حقیقی خد و خال واضح کرنے سے گریز کیا ہے، انہیں معلوم ہے کہ دہشت گردی کی تصحیح توضیح کر دی گئی تو برطانیہ کی پوری تاریخ ہی دہشت گردی کی داستان ہوگی، اسرائیل کا جواب ہی سراپا دہشت گردی قرار پائے گا اور دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی ''مقدس مہم'' کی قلعی کھل جائے گی۔ اس لیے جان بوجھ کر دہشت گردی کی ایسی تشریح کی گئی ہے کہ اگر اس کی رو سے برطانیہ امریکہ اور اسرائیل اور دوسری جارح مغربی طاقتیں دہشت گردی کے الزام سے نہ بچ سکیں تو کم از کم ان کے مظالم کے نتیجے میں پھوٹ پڑنے والے پر تشدد واقعات اور ظلم و جبر کے خلاف مسلح کوششوں کی اہمیت کم ہو جائے اور عام انسان یہ باور کر لے کہ پر تشدد عمل بہر حال دہشت گردی ہی ہے۔

غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ دہشت گردی کے مختلف پیمانے ہیں، ایک ہی عمل ایک قوم کی نظر میں دہشت گردی ہے تو دوسری قوم کی نگاہ میں حق و صداقت کی جنگ، فلسطینیوں کی مسلح جدو جہد صیہونی نقطہ نظر سے دہشت گردی ہے، اور فلسطینیوں اور انصاف پسندوں کے زاویہ نظر سے جان و مال، عزت و آبرو کا دفاع جو ایک مقدس عمل ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف مہم اس حقیقت پر عالمی اتفاق کے باوجود کو دہشت گردی انسانیت کا ناسور ہے، افتراق و انتشار کا شکار ہے۔

دہشت گردی کا محرک:

موجودہ دور میں دہشت گردی کے لفظ کو پوری دنیا میں عموماً اور مغربی دنیا میں خصوصاً جن لوگوں سے جوڑا جا رہا ہے یا جن علاقوں کو دہشت گردی کا محور و مرکز کہا گیا ہے، ان کے پیچھے مظالم کی ایک مکمل تاریخ ہے، پروفیسر رابرٹ، اے، پیپ، نے لکھا ہے کہ خودکش دہشت گردی کی بنیاد وطن پرستی ہے، یہ غیر ملکی طاقتوں کے چنگل سے ملک کو آزاد کرانے کی ایک اسٹریٹیجی ہے۔ (دیکھیے اے جی نورانی کا مقالہ ''ٹیررزم اینڈ راج'' فرنٹ لائن شمارہ ۱۴

آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ہندوستان میں ہوئی پہلی جنگ آرازی جسے عموماً ''غدر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، پرتشدد پس منظر کے نتیجے میں ہوئی تھی، مغربی ایشیا میں جاری مسلح کشمکش سنگین بین الاقوامی جرم کا ہی نتیجہ ہے۔

حاصل یہ کہ عموماً پرتشدد واقعات مظالم کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں، اگر حق وانصاف کی بالا دستی قائم ہو جائے، طاقتور قومیں کمزور قوموں کو اپنے زیر اثر کرنے کی کوشش چھوڑ دیں تو دنیا دہشت گردی کا خاتمہ ہو سکتا ہے لیکن ایسی کوئی امید نظر نہیں آتی کیونکہ ہوا مخالف سمت میں بہہ رہی ہے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر انسانی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے، انسانیت کے دامن عزت کو تار تار کیا جا رہا ہے، یہ سارے ''کارنامے'' وہ ممالک انجام دے رہے ہیں جو اپنے آپ کو حقوق انسانی کا علمبردار سمجھتے ہیں، اور اس کا پوری دنیا میں ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں، ان طاقتوں اور ان ممالک کی سربراہی عصر حاضر میں امریکہ کر رہا ہے، آیئے ذیل میں امریکہ کے کچھ ''کارناموں'' کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

بربریت کی تاریخ:

امریکہ نے ظلم و بربریت کی تاریخ میں مظلوموں کے خون رنگین سے نئے ابواب لکھ دیئے ہیں، غیر انسانی سلوک روا رکھے جانے کے سارے پیمانے توڑ دیئے ہیں، پہلے اس نے ناگاساکی پر بمباری کی، ویتنام کو برباد کیا اور بعد میں عراق اور افغانستان میں دہشت گردی کے نام پر وہ ننگا ناچ کھیلا کہ پوری انسانیت شرمسار ہے، لیکن امریکہ اس کے اتحادی پشیمان نہیں ہیں، امریکہ دہشت گردوں پر لگام کسے جانے کی بات کہتا رہا، لیکن جب جنگ ختم ہوئی تو مغرب کے سیاسی مبصرین نے بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی اس جنگ کو'' ناکامی'' سے بھی آگے منزل قرار دیا، اور پروفیسر پال راجرس (Paul Rogers) ڈپارٹمنٹ آف پیس اسٹڈیز، یونیورسٹی آف بریڈفورڈ نے تو اپنی ایک رپورٹ میں جس کا عنوان تھا۔

"Towards Sustainable Security:"

Alternative Approaches to the war on terror"

اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ عراق اور افغانستان میں امریکہ کے خلاف جاری مسلح جدوجہد ایسی ہے جیسی کہ سویت یونین کے قبضے کے خلاف افغانستان کے مجاہدین کی تھی، (دیکھیے حوالہ سابق)

امریکہ کی جارحیت کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے گوانتا ناموکے قیدیوں کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک روا رکھا جارہا ہے اس کی خبریں انتہائی پابندی کے باوجود اخباروں میں آتی رہی ہیں، ابھی ۲۹ مئی ۲۰۰۸ء کو اخباروں میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے مغرب کو اور خصوصیت کے ساتھ امریکہ کو حقوق انسانی کی پامالی پر لتاڑا ہے اور کہا ہے کہ امریکہ کو گوانتا ناموا اور حراست کے دوسرے خفیہ مراکز بند کر دینے چاہیے اور زیر حراست افراد کو منصفانہ جانچ کے بعد رہا کر دینا چاہیے۔'' ایمنسٹی انٹرنیشنل کے سیکریٹری جنرل Irena Khan نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ دنیا کے قائدین حقوق انسانی کے پامال کیے جانے کا انکار کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ عراق اور افغانستان میں حقوق انسانی کی پامالی نی حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اور یہ واقعات در حقیقت وائرس کی مانند ہیں، جو نہایت تیزی کے ساتھ پھیلتے جارہے ہیں۔

اب گوانتا ناموکے ایک قیدی اسلامی الحاج کی داستان سنیئے، یہ الجزیرہ کے کیمرہ مین اور صحافی ہیں جن کو ۱۵ دسمبر ۲۰۰۱ء کو صرف اس بنیاد پر گرفتار کیا گیا تھا کہ انہوں نے اسامہ بن لادن سے انٹرویو لیا ہے اور بعد میں مختلف لرزہ بر اندام کر دینے والی اذیتوں کے ذریعے ان سے زبردستی یہ اقرار کروایا گیا کہ القاعدہ سے ان کے روابط ہیں، یہ وہی صحافی ہیں جنہوں نے ان ساری اذیتوں کے باوجود باہری دنیا کو گوانتا ناموں میں قیدیوں پر ہوئے مظالم سے آگاہ کرایا۔ اور انہیں کی بدولت قرآن کریم کی بے حرمتی کی خبر دنیا کو لگی، گوانتا ناموں میں وہ پانچ سال سے زائد عرصہ گزار چکے ہیں، لیکن اب تک ٹرائل نہیں ہو پایا ہے، جنوری ۲۰۰۷ء سے یہ بھوک ہڑتال پر ہیں، ان کی صحت روز بروز گرتی چلی جارہی ہے، یادداشت کمزور ہوتی چلی جارہی ہے، لیکن پھر بھی امریکی ظلم و بربریت کے خلاف انہیں

نے جنگ کا بگل بجا رکھا ہے۔

سامی کہتے ہیں کہ جبری غذا خورانی کے وقت انکی ناک میں نہایت سختی سے ساتھ ٹیوب لگا دیا جاتا ہے اور زبردستی ریسٹرینٹ چیر، میں ان کو بٹھا کر منہ پر اس طرح ماسک لگا دیا جاتا ہے کہ بولنا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں، اس حالت کو دیکھ کر مسلط شخص بولتا ہے میں تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا، ان کے پیشاب میں خون آرہا ہے، انہیں کینسر کا خطرہ ہے، شکایت درج کرائے جانے پر ایسے ڈاکٹر کو بھیجا گیا جس کے پاس چیک اپ کے ضروری آلات ہی نہیں تھے، وہ چیک اپ کے بعد کہتا ہے مجھے تمہاری تکلیف کی کوئی پرواہ نہیں، کینسر کی ہی وجہ سے فیلو پرزنر عبدالرزق حکمتی کی دردناک موت ہو چکی ہے، سخت سردی کے موسم میں ۱۰ بجے رات میں ایک پلاسٹک کا کمبل دیا جاتا ہے، عبادت وریاضت، تسبیح وتہلیل کی مہلت نہیں دی جاتی ہے۔ قرآن کریم کے سوا کسی دوسری دینی کتاب کے رکھنے کی اجازت نہیں ہے، اور بچ کلاتھ، قرآن کریم ایک جوڑا سلیپر، ایک بوتل پانی ہی کل متاع کائنات ہے، کچھ قیدی ایسے بھی ہیں جنہیں پانی رکھنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے اینڈی وارتھنگٹن کا مقالہ: سامی الحاج اے جرنلسٹ آن دی فرنٹ لائن ان گوانتانامو، دی ہندو، ۳۰ اپریل ۲۰۰۸)

امریکہ کی انسانیت سوز داستان یہیں ختم نہیں ہوتی، اسلام اور مسلم دشمنی امریکہ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، بے گناہ اور بے قصور افراد کو صرف شبہے کی بنا پر گرفتار کر کے قید خانے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ابھی حال میں ایسے چھ نوجوانوں کی داستان پر مبنی ایک کتاب نیویارک سے شائع ہوئی ہے، جس کا عنوان ہے۔

"The Jihad Next door the lackawanna six and
rough terror." justice in tha age of

وجے پرشاد کا فرنٹ لائن شمارہ ۹ مئی ۲۰۰۸ء میں اس کتاب پر شاندار تبصرہ شائع ہوا ہے، ان چھ نوجوانوں کی کہانی اسی تبصرے کے حوالے سے مختصراً سنئے۔

۱۹۴۰ء کی دہائی میں لیکاوانا میں دنیا کی سب سے بڑی اسٹیل فیکٹری تھی جس میں

تقریباً ۲۰ ہزار ملازمین کام کرتے تھے ان میں اکثر آئرلینڈ، پولینڈ اور یمن کے باشندے تھے، ۱۹۸۰ کی دہائی میں یہ کمپنی تباہی کا شکار ہوئی اور نوجوان نسلیں بے روزگار ہو گئیں. کچھ یمنی نژاد امریکی نوجوان کامل درویش کی جانب مائل ہو گئے، جو ۱۹۹۰ میں جاری جہاد سے لوٹا تھا، یہ نوجوان اس کے پاس جا کر بوسینیا کی کہانی، بڑے دلچسپی کے ساتھ سنا کرتے، آخر ایک دن کامل نے ان سے بھی جہادی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی درخواست کی، وہ نوجوان لاشعوری طور پر تیار ہو گئے اور القاعدہ کی کیمپ الفاروق جو قندھار میں تھا پہنچ گئے، تھوڑی مدت کے بعد انکی طبیعت اکتا گئی، انہیں وہاں کی دنیا عجیب لگی اور کیمپ چھوڑ کر واپس امریکہ اپنے وطن لوٹ آئے، ایف بی آئی ان نوجوانوں کی تاک میں تھی، ۹ ستمبر ۲۰۰۲ کو ان چھ نوجوانوں کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، انٹیلی جنس نے اس حقیقت کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ یہ نوجوان غلطی سے وہاں پہنچے تھے اور امریکہ کے خلاف انکے کوئی خطرناک عزائم نہیں تھے۔

تشو یہ حیدر ایک سولہ سالہ بنگلہ دیشی دوشیزہ کو صرف اسی شبہے کی بنا پر جلا وطن کی گیا کیا کہ وہ امریکہ کی پہلی خودکش حملہ آور لڑکی ہو سکتی تھی۔ اور اس شبہے کی تائید میں لفظ Suicide کے گرد ایک صفحہ پر بنائے گئے ایک خاکے کو پیش کیا گیا جس کے متعلق ان کے والد حیدر کا کہنا ہے کہ وہ خاکہ مذہب خودکشی کا مخالف" کے موضوع سے متعلق اس کے کلاس نوٹ کا حصہ تھا۔

احساس برتری:

درحقیقت اس سلسلے میں راز پنہاں یہ ہے کہ امریکی کی خارجہ پالیسی میں ہی جارجیت ہے اور کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی دراصل اس ملک کے سیاسی کلچر کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس کی خارجہ پالیسی میں جارجیت اس احساس برتری اور شعور بالادستی کی بنا پر ہے کہ امریکہ کو ثقافتی نسلی اور مختلف قسم کا تفوق حاصل ہے، اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ دنیا میں جہاں چاہے جیسے چاہے اپنی طاقت کا استعمال کرے۔ اب ذرا امریکہ کی دہشت گردانہ سرگرمیوں سے ہٹ کر دہشت گردی سے ہی

جڑے ایک دوسرے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں، دہشت گردی کے روز بروز اضافے سے علم کی ایک نئی شاخ نکل آئی ہے جسے Terrorology یعنی علم دہشت گردی کا نام دیا گیا ہے، برطانیہ اور امریکہ میں اس سے متعلق خصوصی مطالعہ کرانے والے شعبے قائم ہو گئے ہیں۔

9/11 سے پہلے تک حالات ایسے نہیں تھے، امریکہ میں دہشت گردی سے متعلق ۲۰۰۱ء میں صرف ایک سو مقالے شائع ہوئے تھے لیکن ۲۰۰۷ء میں یہ تعداد ۲۳۰۰ ریکارڈ کی گئی، اب اس موضوع پر مختلف پروجیکٹ کرائے جا رہے ہیں اور آہستہ آہستہ مارکیٹ میں ایسے افراد کی بہتات ہو رہی ہے جو اپنے آپ کو ٹیررزم ایکسپرٹ کا نام دے رہے ہیں، مختلف ممالک نے دہشت گردی کے امور میں تعاون اور ایکسپرٹ ایویڈنس کے لیے ان کی خدمات حاصل کرنی شروع کر دی ہیں، یہ اپنے ماہرانہ مطالعے کی روشنی میں دہشت گردوں کی تشخیص کرتے ہیں اور شہادتیں دیتے ہیں۔

اس کا باضابطہ آغاز امریکہ میں اس وقت ہوا جب ڈاکٹر ریووین پاز (Reuven Paz) ڈائریکٹر آف پروجیکٹ فار ریسرچ آف اسلامسٹ موومنٹ اینڈ دی انٹرڈسپلنری سینٹر، ہرزلیا، اسرائیل اور ڈاکٹر میتھو لیوٹ (Matthew Levit) ممبر آف انٹرنیشنل سینٹر فار پالیٹیکل وائے لینس اینڈ ٹیررزم ریسرچ نے بطور ماہر امور دہشت گردی اپنی گواہی پیش کے طور پیش کرنا شروع کیا، سال گزشتہ ایک برطانوی مسلمان محمد عاطف صدیقی کو انٹرنیٹ سے جڑی دہشت گردانہ سرگرمیوں کے سلسلے میں ماہرین کی شہادت کے ذریعے ہی مجرم قرار دیا گیا تھا۔

اسلوب میں خامی:

لیکن جنہیں ایکسپرٹ کہا جا رہا ہے ان کے ایکسپرٹائز پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں، مختلف قسم کے سوالات کے گھیرے میں ہے ان کی مہارت، صرف ایک انڈر گریجویٹ قانون کی ڈگری اور انٹرن شپ لے چکا شخص امریکہ کے شعبہ دفاع اور شعبہ انصاف کا مشیر ہے، یہی نہیں بلکہ ناقدین تو ان ماہرین کے غیر جانب دارانہ کردار کو بھی شک کی نگاہوں سے دیکھ

رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ماہرین عموماً رائٹ ونگ سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر صہیونی حامی تنظیموں سے اور ایسے میں یہ توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے کہ یہ عام طریقے سے ہٹ کر غیر متعصبانہ انداز میں اپنی ذمہ داری نبھائیں گے، دہشت گردوں کی شناخت کے سلسلے میں ماہرین کی شہادت، اس کے معیار اور طریقہ کار پر اپنے شبہے کا اظہار کرتے ہوئے انتھونی گلیز (Anthony Glees) پروفیسر آف انٹلی جنس اینڈ سیکوریٹی سروسز برونیل یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

"by its very nature terrorism is shrouded in secrecy.... the only way academics can get inside information is if they have extremely close links either to intelligence services or to terror groups, and even then there have to be doubts about its accuracy as intelligence reports are often contradictory , any work academic does must inevitably be then regarded as researched opinion which I am not all sure meets the standard of evidence and Cross examination required in court of Law".

دہشت گردی اپنی طبیعت کے اعتبار سے ہی راز سربستہ ہے، امور دہشت گردی کے ماہرین کو اندرونی اطلاع ملنے کی صرف ایک صورت یہ ہے کہ ان کے انٹیلی جنس سروسز سے یا دہشت گرد گروپس سے انتہائی قریبی روابط ہوں، اس کے باوجود اس کی صحت سے متعلق شبہ ضرور باقی رہتا ہے، کیونکہ بسا اوقات انٹیلی جنس کی خبریں باہم بگر یاں ہوتی ہیں، ماہرین کا کوئی بھی علمی کام یقیناً تحقیق سے حاصل شدہ رائے ہی کے زمرے میں آئے گا اور میں اس بابت یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ کورٹ آف لا میں مطلوب ''شہادت'' اور ''تفتیش'' کے معیار کے مطابق ہے۔ جان کریس کا مقالہ Just how expert the terror expert witnesses دی ہندو مئی ۲۰۰۸ء

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے حواریوں نے دہشت گردی کے خاتمے کے

نام پر جو مہم چھیڑ رکھی ہے اس میں کہیں بھی انصاف، غیر جانب داری اور شفافیت کا دور دور تک کوئی پتا نہیں ہے بلکہ اس کی یہ مہم عالمی دہشت گردی کی مہم بن چکی ہے، وہ دہشت گردی کو اور فروغ پانے کا موقع فراہم کر رہا ہے وہ خود مسلسل جرائم پر جرائم کا ارتکاب کرتا جا رہا ہے پہلے اس نے دہشت گردی کو مذہب اسلام سے جوڑا پھر عراق اور افغانستان کو تاراج کیا، قیدیوں کو فئر ٹرائل کا حق نہیں مل پا رہا ہے ان کو غیر انسانی طریقے پر زدوکوب کیا جا رہا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے اور دہشت گردوں کی شناخت میں ان افراد کی مدد لی جا رہی ہے جو نہ تو ماہر ہیں اور نہ غیر جانب دار، دہشت گردی کی مہم کے ان سارے کمزور پہلوؤں نے امریکہ کو شاہرہ عام پر ننگا کر دیا ہے، دوسری طرف امریکہ ان ریاستوں کی غیر مشروط حمایت میں ہم وقت لگا رہتا ہے جو دہشت گردی کے کارخانے چلا رہی ہیں، وہ اب تک سنگین بین الاقوامی جرم کے بطن سے پیدا ہونے والی خون آشام ریاست اسرائیل جس کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی کے ہتھیار موجود ہیں کے تحفظ کے لیے یو این سیکورٹی کونسل میں ۳۹ بار اپنے ویٹو پاور کا استعمال کر چکا ہے، اور اب ایتھوپا کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے کہ وہ وشمالی مسلمانوں کو کچل دے، ایسے میں اگر امریکی کی خون ریزیوں کا جائزہ لیا جائے تو امریکہ ہی دنیا کا سب سے بڑا مجرم اور بین الاقوامی دہشت گرد ملک قرار پائے گا، لیکن ہے کوئی جو امریکہ کی دہشت گردی کو لگام دینے کی جرات کر سکے؟

عرض آخر:

امریکہ اگر واقعی اپنی اس مہم میں مخلص ہے اور وہ اس مہم میں حقیقی کامیابی دیکھنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے خود اسے معصوموں کی خون ریزی، بے گناہ افراد کی گرفتاری اور دوسرے صہیونی حامی عزائم سے باز آنا ہوگا، صہیونی طاقتوں خا آلہ کار بننے سے گریز کرنا ہوگا، اسلامی دہشت گردی کی رٹ لگانا چھوڑنا ہوگا، کیونکہ اسلام میں ناحق خون ریزی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسے القاعدہ، طالبان اور دوسری دہشت گرد تنظیموں کے پس منظر کا مطالعہ کرنا ہوگا، اپنے گریبان میں بھی جھانکنا ہوگا، وہ اسباب وعلل تلاش کرنے ہوں گے جنہوں نے انہیں مسلح جدوجہد پر مجبور کر دیا ہے کہیں وہ خود اس کے اور دوسرے مغربی

استعمار پسند ممالک کے مظالم کا ردعمل تو نہیں۔

اگر ان حقائق پر غور وفکر کیا گیا تو پھر پوری دنیا اس کی اس مہم میں شانہ بشانہ شریک ہوگی اور مہم کامیاب ہو کر رہے گی اور اگر ان حقائق کو نظر انداز کر دیا گیا تو دہشت گردی کے طوفان کے تھمنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی بلکہ حالات تو اس بات کے غماز ہیں کہ صورت حال بد سے بدتر ہوگی اور پوری دنیا قتل وغارت گری کے جہنم میں جھلس کر خاکستر ہو جائے گی۔

اسلام اور عصری جائزین

۱۸۵۷ء کی ۱۵۰ سالہ تاریخ اور عصری تصورات

۱۸۵۷ء کی تاریخ رقم کرنے والے اکثر مصنفین کا یہ وطیرہ بن چکا ہے کہ وہ تاریخ کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی آفاقی شخصیت سے کرتے ہیں، انکی سیاسی، سماجی اور فکری تحریروں کی تعریف کرتے ہیں، انکے افکار جہاں بانی وجہاں بینی کا ذکر کرتے ہیں (جن کا رشتہ ہندوستان کی آزادی سے جوڑنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ اسلام آزادی ہند کا سبب بنا کیونکہ اسلام کی تعلیمات مجموعی طور پر آزادی کے حق میں ہیں نہ کہ غلامی کے حق میں) پھر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں انہوں نے انگریزی تسلط کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس خانوادے کی تعریف جذباتی انداز میں کرتے ہیں اور پھر اسی خانوادے کے فرزند (اور فکری باغی) اسماعیل دہلوی اور انکے شیخ سید احمد رائے بریلوی کا تزکرہ کرتے ہیں اور انکی جہادی کارناموں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں، پھر ۱۸۵۷ء کا ذکر کرتے ہیں، مزید یہ کہ وہ افراد جو نظریاتی طور پر احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے متبع ومقلد ہیں اور جن کا کسی نہ کسی طرح جنگ آزادی ۱۹۴۷ء میں نام بھی آتا ہے ان کا نام لے ہیں، اس جذباتی تاریخ نگاری کے بین السطور سے جو بات باور کرائی جاتی ہے، وہ یہ کہ ہندوستان کی آزادی حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی کے نظریات کی رہین منت ہے۔ جس کا علم عملی طور پر شاہ اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی اور انکے معتقدین ومتوسلین بلند کیے ہوتے تھے چونکہ ایک کھلی سچائی یہ ہے کہ اکثر اردو تاریخ نویس وہ افراد تھے جن کا سر رشتہ رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی صاحب کے اس فکری نظام سے جاملتا ہے، جس کے خالق وہ خود تھے، نتیجہ کے طور پر ۱۸۵۷ء کی تاریخ اپنے پس منظر وپیش منظر کے ساتھ ایسی تحقیقات کا مجموعہ بن گئی ہے، جس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کی حقیقی تصویر کے سوا سب کچھ ہے، چلتے چلتے یہ وضاحت کردینا بھی ضروری ہے کہ رائے بریلوی اور دہلوی صاحب کے پیروکاروں کا ''وہابی'' نام انگریزوں نے نہیں ہندوستانی سنی مسلمانوں نے رکھا ہے، برعکس اس کے وہابی علماء کی درخواست پر انگریز حکومت نے ان کا نام ''اہل حدیث'' رکھا تھا۔ (ملاحظہ فرمائیں محمد جعفر تھا۔ تمانیری کی کتاب تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پر پروفیسر محمد ایوب قادری کا مقدمہ اور مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب ہندوستان کی پہلی تا اسلامی تحریک)

رائے بریلوی صاحب کے جہاد کا مقصد......

پروفیسر خلیق انجم صاحب کی محولہ بالا عبارت پر ایک بار پھر نظر ڈالیے جو وہابیانی تحقیقات کا حاصل ہے۔ محولہ عبارت کا پہلا جملہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید احمد شہید اوران کے رفقاء کار کے خون سے آزادی کا پودا ہندوستان میں سینچا گیا۔ اس جملے پر تنقیدی نظر ڈالنے سے پہلے رائے بریلوی صاحب کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں، رائے بریلوی صاحب یکم محرم ۱۲۰۱ھ ۱۷۸۶ء کو پیدا ہوئے ۴ سال، ۴ ماہ کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا، طبیعت پڑھنے کی طرف مائل نہ تھی۔ (سیرت سید احمد شہید اول ۱۱۰) معاش کے مسئلہ سے دوچار حیران وپریشان ۲۰ سال کی عمر میں دہلی پہنچے اور شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر دہلوی سے ملاقات اور استفادہ کیا (سوانح نگاروں کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے) ۲ جون ۱۸۲۱ھ یکم شوال ۱۲۳۶ھ کو حج کے لیے روانہ ہوئے اور ۳ سال بعد ۱۸۲۴ء میں سفر حج سے واپس ہوئے، واپسی کے بعد ہی جہاد کی تیاری شروع کردی، ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء / ۷ جمادی الاخر ۱۲۴۱ھ کو رائے بریلی سے روانہ ہوئے اور گوالیار ٹونک، اجمیر پالی عمر کوٹ حیدر آباد، کوئٹہ

قندہار، کابل اور پشاور ہوتے ہوئے۔ ۱۱ دسمبر ۱۸۲۶ / ۱۸ جمادی الاولی ۱۲۴۲ء کو نوشہرہ پہنچے ۴ سالوں تک چھوٹی بڑی جھڑپیں اور جنگیں ہوتی رہیں اور بالاخر ۲۴ ذی قدہ ۱۲۴۶ھ کو بالا کوٹ کے میدان میں یہ داستان جہاد اپنے اختتام کو پہنچ گئی، ناکامی کیوں ہوئی؟ تدبر کے ساتھ مولانا محمد سلیمان قاسمی کی ان سطور کو پڑھا جائے تو بات واضح ہوجائے گی۔

''براہو نسلی غرور کا، براہو قبائلی عصبیت کا، براہو جہالت کا اور ستیاناس ہو علماء سوء کی پھوٹ ڈالنے والی حرکات کا اور خدا معاف کرے مخلصین کی بے صبری، بے تدبیری اور ناتجربہ کاری کو، سب نے مل کر کیے کرائے پر پانی پھیر دیا، حنفیت اور وہابیت کے جھگڑے کھڑے کردیے گئے، قبر پرستوں نے سرفروشان اسلام پر کفر کے فتوے داغے، سرحد کے پٹھانوں نے غداری کی'' (کربلا سے بالاکوٹ تک ص ۲۳۱، ناشر مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ستمبر ۲۰۰۵) ہرچند کے یہ پوری عبارت رائے بریلوی صاحب کی گرداب عقیدت میں ڈوبی ہوئی ہے تاہم غیر شعوری طور پر وہ سارے حقائق سامنے آگئے ہیں جن کو سمجھنے کی ضرورت ہے، ان میں دو باتیں نمایاں ہیں اول یہ کہ ان جہادیوں میں بے صبری، بے تدبیری اور ناتجربہ کاری تھی اور دوم یہ کہ شکست کی وجہ وہابیت اور حنفیت کا جھگڑا بنی، بلفظ دگر سید صاحب نے جہاد کا رخ سکھوں سے ہٹا کر مسلمانوں کی طرف پھیر دیا تھا۔

سید صاحب کی زندگی کو سامنے رکھیے اور اس کے بعد پروفیسر خلیق احمد کے اس ادعاء کا تجزیہ کیجیے کہ ''حقیقت یہ ہے سید احمد شہید اوران کے رفقاء کار کے خون سے آزادی کا پودا ہندوستان میں سینچا گیا۔ تو سخت مایوسی ہوتی ہے، افق ذہن پر یہ چند سوالات یکا یک کھڑے ہوجاتے ہیں۔

(۱) یہ بات اس وقت درست تسلیم کی جاتی کہ سید صاحب اوران کے رفقاء کا کا خون انگریزوں نے بہایا ہوتا۔

(۲) سید صاحب نے اپنی جنگ کے لیے فوج وسامان فراہم کرنے کے لیے جن علاقوں کا دورہ کیا ان میں اکثر انگریزوں کے زیر نگین تھے، لیکن انگریزوں نے کہیں بھی سید صاحب کی اس ''فوجی کاروائی'' سے تعرض نہ کیا، کیا انگریز اتنے ہی بے وقوف تھے؟''

(۳) سرحد کے علاقوں پر یا تو سکھوں کا قبضہ تھا یا مسلمانوں کا پھر آزادی کے پودے کی سینچائی کرنے سید صاحب کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟

(۴) ہندوستان کے مرکز دہلی پر ایک کمزور سہی مسلم سلطنت قائم تھی، اور ہندوستانی علاقے نوابوں اور راجاؤں کے زیر نگین تھے، ایسے میں انگریزوں کی ایک بیرونی طاقت تیزی سے ہر جگہ ہر معاملے میں دخیل ہوتی جا رہی تھی، ایسی صورت حال میں جہاد کی صرف دو صورتیں ہو سکتی تھیں۔

(الف) سید صاحب دہلی کے تخت پر جلوہ فرما مغل شہنشاہ کے تعاون میں اپنی فکر و عمل کی ساری توانائیاں صرف کر دیتے اور اس وقت کی ایک مسلم حکومت کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دے کر ایک مضبوط سلطنت قائم کرتے اور پھر غیر ملکی تسلط ختم کرنے کی تدبیریں کرتے۔

(ب) سید صاحب اپنے اجتہاد کی بنیاد پر تخت دہلی پر جلوہ افروز شہنشاہ کو نااہل قرار دیتے اور اس کو معزول کر کے دوسرے مستحکم مسلم/ اسلامی حکومت قائم کر کے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے انگریزوں اور مشرکین سے جہاد کرتے۔ یا انگریزوں اور مشرکین سے ایک ساتھ جہاد کرتے۔

مگر سید صاحب نے ان دونوں میں سے کچھ بھی نہ کیا اور کسی مسلم حاکم و امام کے فرمان کے بغیر جو جہاد کی شرط ہے، ہزاروں میل کا سفر کیا اور جہاد کے نام پر غیر منظم لڑائیاں شروع کر دی۔ انگریزوں سے رابطے ہموار ہیں، ہندو راجوں، مہاراجوں، کی دعوتیں اڑا رہے ہیں اور جہاد کا رخ صرف سکھوں کی طرف اور حنفی سنی مسلمانوں کی طرف ہے، بالفرض اگر یہی عمل ان کا جہاد ہے تو اس جہاد سے ہندوستان کی آزادی کا کیا رشتہ؟

(۵) جناب شاہ حسین گردیزی صاحب کی تحقیقی کتاب "حقائق تحریک بالا کوٹ" میرے سامنے ہے، اس میں سید صاحب کے متعدد موافقین و مخالفین اور غیر جانب دار قلم کاروں کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ سید صاحب کسی طور پر بھی انگریزوں کے مخالف نہیں تھے ان حوالوں میں شیخ اکرام کا یہ اقتباس بڑا واضح ہے۔

"جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے، کسی شخص نے آپ

سے دریافت کیا اتنے دور سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو، انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں، گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو، یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا، سید صاحب نے جواب دیا، سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی، اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ (حقائق تحریک بالا کوٹ ص......۷۱ مجلس اتحاد اسلامی کراچی بحوالہ موج کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۲۰۔)

کیا اس کے بعد بھی سید صاحب کو تحریک آزادی کا ہیرو ثابت کرنے کا جنون صحت فکر کا اشاریہ ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ سوال بہر کیف اپنی جگہ پر رہ جاتا ہے کہ پھر سید صاحب کی ان معرکہ آرائیوں کا کیا مقصد تھا؟

میرا خیال ہے کہ اس سوال کا جواب سید صاحب کی زندگی کے جزئیاتی واقعات میں تلاش کرنے کی بجائے سرحدی مسلمانوں اور خانوادۂ ولی اللہی سمیت پوری ہندوستانی مسلمانوں کی دو خانوں میں تقسیم اور ان کے گزشتہ ۱۵۰ سالہ باہمی جنگ و جدال کا علمی، فکری اور نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو حقیقت حال سے آگہی زیادہ آسان ہو جائے گی، اور اگر خلیق احمد نظامی صاحب کے جملے کو معمولی تبدیلی کے ساتھ اس طرح کر دیا جائے کہ "حقیقت یہ ہے کہ سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کار کے خون سے وہابیت" کا پودا ہندوستان میں لگ گیا۔" تو یہ ایسی حقیقت ہوگی جس کا انکار سید صاحب کے موافقین اور مخالفین میں سے کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا۔

۱۸۵۷ء کی یاد، غفلت اور شکایت:

سال ۲۰۰۷ء شروع ہونے سے چند ماہ پیشتر ہی ایک دن حضرت مولانا یسین اختر مصباحی صاحب کی مجلس میں حاضر تھا، حضرت نے ۲۰۰۷ء کا ذکر کیا اور کہا کہ "آنے والا سال ۲۰۰۷ء کو انقلاب ۱۸۵۷ء کے ۱۵۰ سال مکمل ہو جائیں گے، اس کی یاد حکومتی سطح پر کچھ نہ کچھ منائی جائے گی۔ اور غیر حکومتی سطح پر بھی، اس موقع پر ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اہ

طور پر سیمنار و سمپوزیم منعقد کریں، رسائل و جرائد کے خصوصی شمارے شائع اور ان میں خاص طور ان علماء کو پیش کریں جن کا کردار انقلاب ۱۸۵۷ء میں کلیدی نوعیت کا ہے۔''

۲۰۰۷ء کی آمد کے ساتھ ہی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے علمی ترجمان ماہنامہ اشرفیہ شمارہ جنوری ۲۰۰۷ء کا اداریہ ''سال ۲۰۰۷ء انقلاب ۱۸۵۷ء کے نام'' تشریف لایا جس میں مدیر محترم مولانا مبارک حسین مصباحی نے اداریے کے مرکزی نکتے پر زور دینے کے ساتھ کئی دوسرے گوشوں کو اجاگر کیا، دوسرے اردو ہندی اور انگریزی اخبارات و رسائل میں بھی اس موضوع پر مضامین شائع ہوئے مختلف زبانوں میں اس موضوع پر نئی کتابیں بھی آئیں، مئی کے مہینے میں حکومتی سطح پر مختلف ثقافتی تقریبات منعقد ہوئیں، اب سال نصف سے زائد گزر گیا، اور ۱۸۵۷ء کے تعلق سے امنگیں عموماً ختم ہوگئیں، تاہم میری معلومات کی حد تک ابھی ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ایک ضخیم نمبر کی تیاری میں مصروف ہے، اس کے ساتھ ہی اعلیٰ پیمانے پر ایک سیمنار کے انعقاد کا بھی ارادہ رکھتا ہے، مولانا یسین اختر مصباحی کی کوششوں سے دہلی، ممبئی، لکھنؤ میں کئی پروگرام ہو چکے اور ابھی کئی تیاری کے مرحلے میں ہیں، تنظیم ابنائے اشرفیہ شاخ دہلی اور مسلم فاؤنڈیشن دہلی کے اشتراک سے عنقریب ایک پروگرام جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں منعقد ہونے کو ہے مولانا یسین اختر مصباحی صاحب کی اب تک تین کتابیں ''انگریز نوازی کی حقیقت'' چند ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء اور علماء و قائدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء شائع ہو چکی ہیں، قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی زیر اشاعت ہے، اور ان کے علاوہ ۱۸۵۷ء سے ہی متعلق کئی موضوعات حضرت مصباحی صاحب کے ذہن میں موجود اور صفحۂ قرطاس پر اترنے کے لیے بے تاب ہیں۔ (اطال اللہ بقاء وجعلہ نفعاً وخیر الاسلام والمسلمین اس کے ساتھ ہی مولانا بعد الملک مصباحی کی ایک عمدہ کتاب ''جنگ آزادی اور وطن کے جانباز'' جلد ہی شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔

ان یادوں کی بہاروں کے بعد ہمارے سماجی شعور کو تین احساسات سختی سے جکڑے ہوئے ہیں، یہ احساسات مختلف شکایات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ۱۸۵۷ء کی یادشایان شان نہیں منائی گئی۔

(۲) مسلمانوں کو اور خصوصاً علماء کو نظر انداز کر دیا گیا یا ان کے کردار کو وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے واجبی طور پر وہ مستحق تھے۔

(۳) انقلاب کا مرکز ہندوستان کا مرکز رہا، جہاں جہادی جذبہ پیدا کرنے میں علمائے اہل سنت کا مرکزی کردار رہا لیکن اردو کی معاصر تحریروں میں ان جید علماء کو شعوری طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔

ان شکایات و احساسات کے تجزیہ سے پیشتر لازم ہے کہ تاریخ کے مفہوم و مزاج کا تجزیہ کر لیا جائے، علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون اپنی شہرہ آفاق تصنیف، مقدمہ ابن خلدون، کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ تاریخ ایک مقبول، نفع بخش اور مقصد خیر کا حامل فن ہے، یہ گزشتہ قوموں کے اخلاق و اطوار، انبیاء کرام کی سیرت طیبہ اور سلاطین کی حکومتوں کے اخلاق اور ان کی تدابیر جہاں بانی کے احوال سے واقف کراتا ہے، یہاں تک کہ تاریخ کا طالب علم اپنے دینی و دنیوی امور میں ایک بصیرت حاصل کر لیتا ہے۔'' (ص ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۲)

فن تاریخ کے موجد مسلم علماء نے تاریخ نگاری کو اسی مفہوم میں لیا تھا اور مذکورہ مقصد کے لیے ہی اس راہ پر خار کی آبلہ پائی کی تھی، لیکن عصر حاضر میں تاریخ نگاری کا مفہوم یکسر بدل چکا ہے، اب پیش کی طور پر کوئی مدعا طے کر لیا جاتا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے چند دیمک خوردہ کتابوں کے حوالے پیش کر کے اپنے نظریے کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا ہے۔ استشراق کے بعد تاریخ نگاری نے ایک نئی کروٹ لی اور غایت درجہ خطرناک بنیادی مقصد کو تحقیقات کے صفحوں میں چھپا کر بظاہر نیک مقاصد کے تحت تاریخ نگاری کی جانے لگی۔

تاریخ کے اس مزاج کو سامنے رکھنے کے بعد جب ہم اپنی شکایت پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں تو ہماری ساری شکایات بے سود اور لاحاصل معلوم ہوتی ہیں، پہلی شکایت تو اس لیے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کا مرکزی مقصد (دیگر تمام اسباب و مقاصد کے ساتھ) راقم

السطور کی نظر میں مسلم سلطنت کا دوبارہ سہارا دینا تھا اور اس پر مسلط غیر ملکی عیسائی تسلط کا خاتمہ کرنا تھا، اس کی واضح دلیل چوٹی کے علماء کا فتوئ جہاد دینا ہے، اس کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے فتوئ جہاد دیئے جانے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہونا، ظاہر ہے جو انقلاب اس مقصد کے تحت برپا ہوا اس کا بہت زیادہ چرچا موجودہ جمہوریت کے مفاد کے خلاف ہے، اس کا ذکر اسی قدر کافی ہے جس سے ''ہندوستانی قومیت'' اجاگر ہو سکے، ملکی سطح پر کیے جانے والے انقلاب ۱۸۵۷ء کے چرچوں کا چشم بینا سے جائزہ لیا جائے تو اس مدعیٰ پر کسی دلیل کی ضرورت بالکل ہی نہ ہوگی۔

دوسری شکایت کی وجہ بھی ''ہندوستانیت'' کا یہی مزاج ہے، تیسری شکایت کی وجہ بھی اردو مورخین اور قلمکاروں کی یہی ''بامقصد تاریخ نگاری'' ہے چوں کہ ان میں بیشتر وہ افراد ہیں جن کا فکری سررشتہ ان علمائے اہل سنت سے کٹا ہوا ہے، پھر بھلا وہ تاریخ نگاری کے چکر میں ایسا کام کیوں کرنے لگے، جس سے ان کے اسلاف کے فکری حریفوں کا نام روشن ہو، یہاں تک تو بات کسی قدر سمجھ میں آتی ہے لیکن اس کے بعد انکا اہل سنت مجاہدین کی کردار کشی میں تاریخ نگاری کے نام پر مذبوحی حرکتیں کرنا ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں۔

آخر میں اپنی تساہلی کا برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہم شکایت کے مرحلے میں اس لیے ہیں کہ جو کام ہمیں کرنا تھا وہ ہم نے نہیں کیا اور احمقانہ طور پر دوسروں سے یہ امید لگائے رہے کہ وہ ہمارا کام کر دیں گے. ہم اس رویہ کو بدل لیں تو پھر شکایت کی گنجائش ہی نہ رہ جائے گی۔ درج کردہ شکایات کے پہلے اور دوسرے نکات پر مسلم دانشوران کو بطور خاص سنجیدہ غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے، یہ اسلام، ریاست، عصر اور عروج زوال کا سنگین مسئلہ ہے، جس کی طرف یہاں صرف اشارہ ہی کر دینا ممکن ہے، سو میں نے کر دیا، رہی تیسری شکایت تو اس کے ازالے کی کوششوں کا آغاز ہو چکا ہے، یہ ایک خوش آئند بات ہے تاہم اس عمل میں عموماً ''ردعمل'' کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے، اس لیے اس موضوع پر لکھنے والوں سے صرف یہی گزارش ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں معروضیت لانے اور عصری اسلوب کی پیروی کرنے کی کوشش کریں۔

نقابوں میں چھپنے والوں کو ذرا جھانک کر دیکھ لے

امریکی طالبان، جن پر اسلام کا نقاب ہے، اُن میں کچھ بھارتی کچھ نام نہاد مسلمان جن کا رابطہ لشکر جھنگوی، اور تمام وہابیہ تنظیموں، اور القاعدہ سے ہے، اور القاعدہ امریکی دریافت ہے، ان میں کوئی مسلمان نہیں، سارا کھیل پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کا ہے، پاکستان آج اپنے ایٹمی اثاثوں کی دستبرداری کا اعلان کردے تو نہ کوئی طالبان اور نہ القاعدہ کا وجود ہوگا۔ لشکر جھنگوی جو طالبان کی سرپرستی امریکہ کے بعد وہ کر رہی ہے تو، جو امریکہ اور بھارت سے اسلحہ لے کر مسلمان فوج کے خلاف استعمال کرے، کیا وہ مسلمان ہے اگر یہ اپنے دعوؤں کے مطابق امریکہ کے خلاف ہیں، ایران میں کون سے امریکی بیٹھے ہیں؟ جہاں جند اللہ ایران کے ۴۰۰ فوجیوں کو ہلاک کر چکی ہے، پاکستان میں کون سی امریکی فوج بیٹھی ہے؟ جہاں گھروں، بازاروں مسجدوں میں بم چلائے جا رہے ہیں، اور ان بموں کا نشانہ بننے والوں میں کتنے امریکی ہوتے ہیں؟ جن تین ملکوں میں مسلح کارروائیوں کی مزید تیاریاں کی جارہی ہیں، وہ تینوں ہی مسلمان ملک ہیں، اور تینوں ملک ہیں اور تینوں ہی سٹریجک اعتبار سے اسلامی دنیا کو ایک بڑی طاقت میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے راقم بار بار لکھتا رہا ہے کہ یہ جنگ ابھی شروع ہوئی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے کئی پردے اٹھیں گے، کئی چہرے بے نقاب ہوں گے، اور کئی راز کھلیں گے، یہ جنگ افغانستان اور پاکستان کے شمالی مغربی علاقوں تک محدود نہیں، پورے پاکستان میں پھیل چکی ہے۔

لاؤ تو قتل نامہ ذرا ہم بھی دیکھ لیں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

اسلام اور عصر جدید

☆☆☆

ذیشان احمد مصباحی

عصر حاضر کو عہد تضاد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، انسانی آبادی کی کثرت اور آزادی فکر و نظر سے پیدا شدہ کثرت افکار و نظریات نے ہر مسئلہ کے کئی پہلو پیش کر دیے ہیں اور عجب یہ ہے کہ ہر پہلو میں ایک فلسفے کے تحت جتنی خوبیاں نمایاں کی جاتی ہیں، دوسرے فلسفے کے تحت اتنی ہی خامیاں بھی دکھائی جاتی ہیں، اس کی سادہ مثال عصر جدید میں عورت کے لباس کا مسئلہ ہے، جہاں اسلامی فکر اس کے تعلق سے یہ کہتی ہے کہ عورت کو بے حجاب کر کے یا باریک کپڑے پہنا کر اس کی جسمانی شراب سے نفسانی سرور حاصل کرنا عورت کا جنسی استحصال اور اس پر کھلا ظلم ہے، وہیں غیر اسلامی فکر کا یہ پرزور ادعا ہے کہ عورت کو باحجاب کر دینا اس کو ایک طرح سے کپڑے میں جکڑ دینا اور بوریے میں کس دینا ہے اور اسے موٹے کپڑے پہننے کو کہنا اسے ٹھنڈی ہوا کھانے کے فطری حق سے محروم کرنا ہے اور یہ سراسر ظلم ہے اور یہ اس زاویے سے بھی ظلم ہے کہ عورت کا جسم اس کی ملکیت ہے، وہ چاہے چھپا کر رکھے یا اپنے حسن کو بے حجاب کر دے اس مسئلے میں دوسروں کا پڑنا اس کو اس کی شخصی آزادی سے محروم کرنا ہے۔

یہ ایک مثال ہے، موجودہ دور میں کسی بھی مسئلہ پر غور و خوض کرنے بیٹھ جائیں تو تضاد کی صورت ہمیں صاف نظر آئے گی، اسلامی اعتقادیات اور اسلامی نظام حیات آج پوری دنیا میں زیر بحث ہے، یا دوسرے لفظوں میں ہدف تنقید ہے، ان کے بارے میں نہ صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ عصر جدید میں ان کا نفاذ مشکل ہے، بلکہ انہیں خلاف واقع، غلط اور خلاف انسانیت ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، دوسری طرف اسلام پسندوں اور اسلامی دانشوروں کو دیکھیے تو وہ کائنات کے لیے صالح زندگی کے لیے اور پرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے صرف اسلامی نظام فکر و حیات کو بنیاد سمجھتے ہیں، اسلام اور کفر پر مشتمل پوری

دنیا اس نظری جنگ میں شامل ہے، جنگ زوروں پر ہے، جو جب جہاں اور جیسے غالب آتا ہے فریق مخالف کا ایک بڑا گروہ اس کا ہمنوا بنتا چلا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کا ایک بڑا حلقہ دامن اسلام میں آ رہا ہے، وہیں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسلام کے کتنے ہی فرزندوں پر غیر اسلامی فکر و نظر اور طرز بود و باش غالب آتی جا رہی ہے، اپنے آپ میں مسلم اسکالر اور دانشور کہے جانے والے افراد بھی مغرب سے فکری و عملی اور معاشرتی شکست تسلیم کرتے جا رہے ہیں۔

دور جدید کا یہ متضاد پہلو ہمیں بتاتا ہے کہ آج حالات کے تجزیہ میں خواہ ہم جو کا یہ بھی بنائیں وہ مکمل طور سے مبنی بر حقیقت نہیں ہو سکتا، بعض نہیں بہت سے زاویوں سے اس میں استثناء کی صورت ہمیں نظر آئے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثال طور پر جس طرح یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ موجودہ دور اسلام موافق دور ہے، اور اب جلد ہی اسلام کا غلبہ عام ہونے والا ہے، اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ موجودہ دور اسلام مخالف دور ہے اور اب جلد ہی اسلام پوری دنیا میں مغربی زیر اثر آ کر مکمل طور پر شکست و ریخت سے دوچار ہو جائے گا، اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عصر جدید اسلام پسندوں کے لیے نہ تو خوش فہمیوں کی جنت ہے کہ مارے خوشی کے بغلیں بجانا شروع کر دیں، اور نہ ہی مایوسیوں کا مدفن ہے جہاں زندگی، حرکت اور موثر عمل کا ہر تصور بے معنی ہوتا ہے کہ شدید قنوطیت سے مجبور ہو کر وہ مصلی بچھنے کی تیاری میں لگ جائیں۔

دور جدید کا جو سبق ہمارے لیے سب سے اہم ہے وہ یہ کہ کسی بھی کام کے لیے جس قدر کوشش ہوگی اس کے اثرات بھی اسی قدر سامنے آئیں گے اگر ہم کسی گاؤں میں جلسے کر کے شہر والوں تک اپنا پیغام پہنچانا چاہیں، اسلام کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر مخالفین کے دانت کھٹے کر دینے کا خواب دیکھیں اردو مضامین لکھ کر انگریزی پڑھنے والوں کو بھی حقیقت آشنا کرنے کا تصور کر لیں، کسی ریڈیو اسٹیشن یا ٹیلی ویژن چینل سے ایک بار اپنی بات کہہ کر خود کو دعوت حق کی ذمہ داریوں سے سبکدوش سمجھ لیں تو ہماری سوچ مضحکہ خیز ہی نہیں قابل ماتم بھی ہوگی۔ کوئی بھی نظریہ، کوئی بھی تصور یا کوئی بھی نظام، اگر اسلامی طور پر ہم

اسے حق مانتے ہیں، اسے فلاح انسانیت کا ضامن سمجھتے ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ دنیا کے ہر ہر فرد تک اس کو پہنچانے کا عزم کر لیں ابلاغ حق میں ہماری جتنی کاوشیں ہوں گی ان کا اثر ضرور مرتب ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ لیس الانسان الا ما سعیٰ کو وسیع تناظر میں دیکھیں تو یہ حقیقت سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی۔

اسلام کی داخلی صورت حال:

اسلام قرن اوّل میں ہی شیعہ اور سنی جماعتوں میں تقسیم ہوگیا، ہر دو فریق نے اپنے کو حق پر اور دوسرے کو ناحق پر قرار دیا، پھر ہر ایک گروپ سے درجنوں جماعتیں وجود میں آئیں، سنی جماعت کے ماتریدیہ واشاعرہ مکتب فکر کو چاروں مسالک فقہیہ نے قبول کیا اور یہ اتفاقی طور پر تسلیم کیا گیا کہ یہ پورا گروہ اہل سنت وجماعت ہے۔

۱۷۴۴ء میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شیخ ابن تیمیہ کے فکری منہاج پر توحید کی دعوت شروع کی اور بزعم خویش مسلمانوں میں پیدا شدہ شرک کی آلائشوں کو پاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو وہابی تحریک کی بنیاد پڑی اور جس طبقہ نے اس نئی دعوت کو مسترد کر دیا وہ صوفیہ کہلایا تقلید شخصی کے تعلق سے وہابی تحریک دو خیموں میں بٹ گئی، غیر مقلدین جنہیں سلفی کہا جاتا ہے، اور مقلدین جو دیوبندی تبلیغی، ندوی وغیرہ ناموں سے جانے جاتے ہیں، جماعت اسلامی اور عالم عرب کی اخوانی تحریک بھی اس سے متاثر ہے، صوفیہ بھی مختلف سلسلوں میں بٹے ہوئے ہیں، ان کے بھی کئی ایک نام ہیں، لیکن باوجود اس کے پوری دنیا (اہل تشیع اور بعض استثناء کے علاوہ) نظریاتی طور پر اسی دونوں گروہوں میں ہی بٹی ہوئی ہے، واضح رہے کہ وہابی تحریک اپنے جملہ متعلقات کے ساتھ ایک نئی تحریک ہے، اس سے وہی لوگ متاثر ہوئے جن پر اس کی تبلیغی کاوشیں ہوئی، اتفاق سے روز اول سے ہی اسے حکومتی پشت پناہی حاصل ہوگئی، اس لیے اس کا تبلیغی دائرہ وسیع ہوگیا، لیکن باوجود اس کے عوامی سطح پر یہ آج بھی بے اثر ہے، اور امت کا بڑا طبقہ اس سے اب بھی بیزار ہے، اور چوں کہ وہابیت ایک نئی تحریک ہے، اس لیے جو فعالیت اور دعوتی اسپرٹ اس کے اندر ہے

وہ صوفیہ کے اندر نہیں ہے، اس کے ساتھ موجودہ دنیا کی ساری مسلم جماعتوں کا فکری وعملی جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک دوسری جماعت کے ساتھ آمادۂ پیکار ہے، جس کی وجہ سے اس کی نظر خارجی دشمن پر کم پڑتی ہے، یہ تشدد اس قدر ہے کہ جو حملے خارجی سطح سے اسلام پر کیے جا رہے ہیں ان کے رد وابطال میں گروہی مفاد خالص اسلامی مفاد پر غالب آجاتا ہے۔

اسلام کی خارجی صورت حال: خلافت راشدہ اسلامی حکومت کی مثالی تصویر تھی، اس کے بعد ۴۱ھ/۶۶۱ء میں خلافت بنوامیہ کا قیام عمل میں آیا جو ۱۳۲ھ/۷۴۹ء میں عباسی خلافت کے قیام سے اپنی انتہا کو پہنچ گئی، اموی دور اسلامی توسیع کا دور رہا، عباسی دور میں علمی، تعمیری اور فنی کام زیادہ ہوئے، اس کے دور آخر میں صلیبی حملے ہوئے جس کو ایوبی تدبر نے ناکام بنا دیا، لیکن تاتاریوں نے ۶۵۵ھ/۱۲۵۷ء میں حکومت کا تختہ پلٹ دیا اور امت خارجی سطح پر بے حد کمزور ہوگئی، لیکن مشیت ایزدی ایسی رہی کہ صنم خانے سے کعبہ کو پاسبان مل گئے اور عثمانی خلافت قائم ہوگئی، جس کا اختتام ۱۹۲۳ء میں ہوگیا، اس کے ساتھ ہی مغرب کے اشارے پر مرکز خلافت سرزمین ترکی سے شریعت اسلامیہ کو معطل کر دیا گیا اور سوئزرلینڈ کے مدنی وشہری قانون، اٹلی کے دیوانی قانون اور جرمنی کے تجارتی قانون ترکی میں نافذ العمل قرار پائے، اس کے بعد مسلم دنیا کا نقشہ بدلتا ہی چلا گیا اور استعماری زور اور مشینری قوت نے یکے بعد دیگرے مسلم حکومتوں سے اسلامی قوانین کو دیس نکالا دے دیا، ۱۹۲۷ء میں ایران میں رضا شاہ نے اسلامی قوانین کی جگہ فرانسیسی قوانین نافذ کیے، آج حال یہ ہے کہ اسلامی اصول وقوانین کی جگہ فرانسیسی قوانین نافذ کیے، آج حال یہ ہے کہ اسلامی اصول وقوانین تقریبا تمام مسلم ریاستوں میں اجنبی بن گئے ہیں یا بنتے جا رہے ہیں، اس کے پیچھے دراصل مغرب کی وہ عملی وفکری جنگ کا اثر ہے جسے استشراق تبشیر اور دوسرے ناموں سے جانا جاتا ہے۔

عبرت کی دو صدیاں:

اسلام اور مغرب کے تناظر میں جب بھی جنگ وامن کی گفتگو ہوتی ہے تو عموماً ایسا ہوتا

ہے کہ اسلام پر جنگ کی افزائش کا الزام آجاتا ہے اور مغرب امن کا حامی اور ''جیو اور جینے دو'' کے اصول کا علم بردار بن جاتا ہے، مسلمانوں نے چند جنگیں کیا لڑیں کہ آج تک ان کا دفاع کرتے کرتے ان کے قویٰ مضمحل ہونے لگے ہیں اور ہمت جواب دینے لگی ہے، مغربی اہل علم نے انہیں علمی اور فکری طور پر ایسے الجھا دیا ہے کہ اب وہ دفاعی پوزیشن سے بھی ہٹ کر راہ فرار تلاش کرنے لگے ہیں، آج جنگ و امن کی پوری بحث ۱۴ سو سالہ قبل ان جنگوں کے ارد گرد ہی گھومتی رہتی ہیں، جنہیں مسلمانوں نے اپنی بقا کے لیے لڑی تھیں. اہل مغرب بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسلامی عروج کے عہد کو وحشت کا عہد کہتے ہیں اور دور جدید کو تمدن کا عہد، حالاں کہ پچھلے چار سو سالہ تاریخ کا عمیق جائزہ لیجیے تو پتہ چلے گا کہ اسلام جس طرح رفتہ رفتہ کمزور ہوتا چلا گیا، دنیا اسی طرح وحشت کا شکار ہوتی چلی گئی، بلکہ در حقیقت اسلام کے خلاف کی جانے والی اسی داخلی و خارجی وحشت ہی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کمزور ہوا، خصوصاً پچھلے دو سالوں میں استعمار اور تبشیر نے جو کچھ کیا اگر ان کا ناقدانہ اور منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی، معروف عرب قلم کار مصطفیٰ محمد الطحان نے انیسویں اور بیسویں صدی میں عالم اسلام پر صلیبی عسکری حملوں کی جو روداد پیش کی ہے، اسے ذیل میں نقل کرتے ہیں، اس سے عہد تمدن کی وحشت ناکیاں بخوبی سمجھی جاسکتی ہیں۔

☆۱۷۹۸ء میں ہندوستان کے مغربی جزائر ہالینڈ کے تسلط میں آگئے۔

☆۱۸۱۱ء میں فرانس میونس پر حملہ آور ہوتا ہے،

☆۱۸۲۰ء میں عمان اور قطر کی امارتیں برطانوی تحفظ کے زیر نگیں ہوگئیں۔

☆۱۸۳۰ء میں فرانس نے الجزائر کی آزادی سلب کرلی۔

☆۱۸۳۴ء میں قوقازکو روس کی آمرانہ حکومت نے ہڑپ کرلیا۔

☆۱۸۳۹ء میں برطانوی حکومت کے زیر نگیں ہندوستان اور افغانستان میں پہلی جنگ ہوئی۔

☆۱۸۳۹ء میں برطانیہ عدن پر قابض ہوجاتا ہے۔

☆۱۸۴۹ء میں برطانیہ سندھ کی مسلم امارتوں پر اپنا تسلط قائم کرتا ہے۔

☆۱۸۴۹ء میں برطانیہ ہندوستان کے مغربی شمالی علاقوں میں قبائل کی اراضی پر قبضہ

کرتا ہے۔

☆۱۸۵۳ء میں روس، تاشقند پر قابض ہوجاتا ہے۔

☆۱۸۵۴ء میں برطانیہ ہندوستان میں مغلوں کی حکومت کا خاتمہ کرتا ہے۔

☆۱۸۵۶ء میں برطانیہ ہندوستان میں اودھ کی مسلم ریاست پر اپنا تسلط قائم کرتا ہے۔

☆۱۸۶۶ء میں سمرقند و بخارا کی سرزمین پر روس اپنا عفریت مسلط کردیتا ہے.

☆۱۸۷۳ء میں ازبکستان پر روس مسلط ہوجاتا ہے۔

☆۱۸۷۵ء میں خوکند کے علاقے روس ہضم کرجاتا ہے۔

☆۱۸۷۸ء میں قبرص پر برطانیہ اپنا قبضہ قائم لیتا ہے۔

☆۱۸۷۹ء میں برطانوی ظلم کے خلاف افغانستان کی دوسری جنگ ہوتی ہے۔

☆۱۸۸۲ء میں برطانیہ مصر پر قبضہ کرتا ہے۔

☆۱۸۸۵ء میں اٹلی نے اریٹیریا پر حملہ کردیا.

☆۱۸۹۰ء میں فرانس نے سینیگال پر یورش کردی۔

☆۱۸۹۱ء میں مسقط اور عمان برطانوی تحفظ میں کردیئے گئے.

☆۱۸۹۵ء میں روس پامیر کو اپنے اندر ضم کرلیتا ہے۔

☆۱۸۹۸ء میں برطانیہ سوڈان پر قبضہ جمالیتا ہے۔

☆۱۸۹۹ء میں بلوچستان کے مسلم علاقوں کو برطانوی ہندوستان میں ضم کردیا گیا۔

☆۱۹۰۰ء میں فرانس چاڈ پر حملہ کربیٹھتا ہے۔

☆۱۹۰۶ء میں شمالی نائیجریا کی اسلامی سلطنتیں برطانیہ کی چراگاہ بن جاتی ہے۔

☆۱۹۱۲ء میں اٹلی لیبیا پر ہلہ دیتا ہے۔

☆۱۹۱۲ء ہی میں فرانس اور ہسپانیہ مراکش پر حملہ آور ہوجاتے ہیں،

☆۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور ترکی پر حملہ کردیا گیا۔

☆۱۹۱۴ء میں کویت برطانوی تسلط میں چلا گیا۔

☆۱۹۱۹ء میں یونان ترکی کی اراضی پر قابض ہوگیا۔

☆۱۹۱۹ء ہی میں ترکی میں شامل اٹلی کے حصوں پر اٹلی نے اپنا تسلط قائم کرلیا۔

☆۱۹۱۹ء میں ہی فرانس عثمانی سسلی پر قابض ہوگیا۔

☆۱۹۱۹ء میں ہی تیسری افغانی جنگ لڑی گئی۔

☆۱۹۲۰ء میں عراق برطانوی تحفظ میں چلا گیا۔

☆۱۹۲۰ء میں شام اور لبنان فرانسیسی حفاظت میں کردیے گئے۔

☆۱۹۲۶ء میں اٹلی صومالیہ کے ایک حصے پر قبضہ کرلیتا ہے۔

☆۱۹۴۱ء میں ایران روسی و برطانوی مشترک مقبوضات میں چلا جاتا ہے۔

☆۱۹۴۸ء میں فلسطینی قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر اسرائیل کی مملکت قائم کردی جاتی ہے۔

☆۱۹۵۶ء میں نہر سویز کے مسئلہ پر برطانیہ اور فرانس مصر پر دھاوا بول دیتے ہیں۔

☆۱۹۷۹ء میں روس افغانستان میں اپنی فوجیں اتار دیتا ہے۔ (فی التدریب التربوی (اردو ترجمہ) ص ۱۳-۱۴، ہلال پبلیکیشنز کلکتہ ۱۹۱۳ء)

یہ عہد تمدن میں متمدن قوموں کی اسلام مخالف یورشوں اور غاصبانہ قبضوں کی ایک مختصر سی جھلک ہے، اس کے بعد ۱۹۹۲ء کی جنگ خلیج کی وحشتیں اور پھر افغانستان وعراق پر یکے بعد دیگرے مہذب حملوں کی خوں چکاں داستان الگ ہے، اہل مغرب کی ان ساری شرافتوں کے باوجود نہ جانے کیوں آج بھی ظلم ووحشت کی سوئی اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہی اٹھی رہتی ہے، مخالفین اسلام کی بات تو چھوڑیے، مسلم علماء، دانشوران اور طلبہ کی نظروں سے بھی یہ دو سو سالہ تاریخ بربریت اوجھل ہے۔ اتنی بڑی مظلومیت کے باوجود مغرب نے انہیں احساس ظالمیت میں مبتلا کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ساری ذہنی توانائی اسلام اور مسلم حکمرانوں کے دفاع میں صرف ہوتی ہے، آج ضرورت ہے کہ مسلم اہل علم، طلبہ، لیڈران، قائدین سب سے پہلے احساس ظالمیت سے باہر آئیں' اور دنیا کے سامنے اپنی مظلومیت کو واضح کریں۔ یہ بہت بڑا فریضہ ہے، جب تک ہم دنیا کے سامنے اپنی مظلومیت پیش نہیں کردیتے عوامی سطح پر ہم کبھی بھی نرمی اور رواداری کے مستحق نہیں ہوسکتے۔

خطرات کی طرف:

۱۸۹۷ء میں ہرتزل کی قیادت میں وئزرلینڈ میں یہودیوں کی کانفرنس ہوئی جس میں یہودی ریاست کے قیام پر غور وخوض کیا گیا، اس کانفرنس کے بعد جب اخباری نمائندوں نے ہرتزل سے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے اس کانفرنس میں کیا کیا؟ تو اس نے جواب دیا ''ہم نے اسرائیل کی سلطنت قائم کرلی۔'' سوال ہوا کہ یہ ریاست عملاً کب قائم ہورہی ہے؟ تو ہرتزل نے جواب دیا۔ ''وہ پانچ سال بعد قائم ہوسکتی ہے لیکن پچاس سال بعد تو ضرور قائم ہوکر رہے گی۔'' (فی التدریب التربوی (اردو) ص ۲۰۸)

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انیسویں صدی یہودیوں کی سازش، تلفیق اور عیسائی مشیریوں کے توسط سے اپنے مفاد کی حصولیابی کی فکر میں گزری، اب وہ اس پوزیشن میں تھے کہ باضابطہ اپنی ریاست قائم کرکے اپنے اوپر سے ذلت ومسکنیت کی مہر کو مٹانے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اختتام کے ساتھ ہی انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہوگیا۔ اور ہرتزل کے توقعات کے عین مطابق ۵۰ سال کے اندر اندر یہودی ریاست اسرائیل قائم ہوگئی۔ مسیحی سامراج اور مشیری تحریکات کے ذریعہ انہوں نے راستہ بنایا اور جب منزل کے امکانات روشن ہوگئے تو خاص حکمت عملی کے تحت اب سامراج سے ملکوں کو آزاد کرانا شروع کردیا۔ اور نتیجہ میں ایک آزاد ریاست ان کے ہاتھوں میں بھی آگئی۔ یہ ۱۹۴۷ء کی بات ہے، اس کے ساتھ ہی لیگ آف نیشنز کا قیام پھر اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آگیا جو تنظیم برائے امن بنام تنظیم برائے استیصال اقدار اسلامی ہے اور جس کا فی الواقع مقصد یہودی عالم نظام کا قیام ہے۔

۱۹۸۳ء میں امریکی صدر بل کارٹر نے ''قابل برداشت سوسائٹی Sustainable Society'' کے قیام کا اعلان کیا جو یہودی عالمی نظام کی عملی تشکیل کی راہ میں پہلا قدم تھا اور اس راہ میں مزید عملی پیش رفت کے لیے ۱۹۹۱ء میں ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا اعلان کردیا گیا، اکے مطابق قابل برداشت سوسائٹی کے قیام کے لیے تمام مراحل تفصیل اوار نوٹ کرلیے

گئے اور اس منصوبہ کی تکمیل کی مدت ۴۰ سال رکھی گئی، اس طرح ۲۰۳۰ تک اس نظام کو مکمل طور پر نافذ ہو جانا ہے، یہ قابل برداشت سوسائٹی کیا ہے؟ اس کے بارے میں جناب اسرار عالم لکھتے ہیں.....

''یہودیوں کی دیرینہ خواہشات کے عین مطابق سیکولرائزیشن کے ہمہ جہت، ہمہ گیر، ہمہ اطراف اور بیک وقت جزوی اور کلی دونوں سطحوں پر نفاذ کا دوسرا نام ''قابل برداشت سوسائٹی'' ہے۔ اسے ٹوٹل سیکولرائزیشن کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ (عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال، ۳۴۶)

اس قابل برداشت سوسائٹی کا قیام نیو ورلڈ آرڈر کے منصوبہ۔ کے تحت، اقوام متحدہ کی زیر سرپرستی امریکی قوت نافذہ کے ذریعہ عمل میں آئے گا۔

۱۹۹۱ء کے بعد امریکہ نے اس کے لیے اپنی جدوجہد تیز کردی ہے، اپنے اردگرد ہم آئے دن جو کچھ دیکھ رہے ہیں جن سے ہماری حیرتوں میں ہر دن اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ دراصل اسی نیو ورلڈ آرڈر کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ Dalit Voice کے ایڈیٹر وی ٹی راج شیکر کے بقول نیو ورلڈ آرڈر منصوبہ سفید فاموں اور صیہونیوں کی سیاہ فاموں اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سازش کا نام ہے۔

"Global Conspiracy of white racists and zionists against Blacks and Muslims"

راج شیکر مزید لکھتے ہیں۔ ''اگرچہ یہ منصوبہ یورپی سفید فاموں نے بنایا تھا، لیکن قبل اس کے کہ یہ تمام اہل یورپ کے ہاتھ میں آجاتا، اس کی قیادت کو امریکہ نے اچک لیا اور اس نے یوروپی سفید فاموں سے یہ عہد کرلیا کہ وہ نیو ورلڈ آرڈر کا تجربہ خلیجی ممالک سے شروع کرے گا، پہلے عراق کو شکست دے گا، صدام کو قتل کرے گا اور پھر بغداد کو اسلامی عسکری قوت کو کچلنے کے لیے مرکز کے طور پر استعمال کرے گا۔ اس کے بعد پاکستان کو افغانستان کے راستے اپنے بہروپیوں کے ذریعے ختم کرے گا۔ (وہ بہروپیے طالبان اور ان کے ہم فکر اور ہم عقیدہ لوگ ہیں)

جناب راج شیکر نومبر ۱۹۹۱ء کے اپنے اس اداریے میں مزید لکھتے ہیں:

''لیکن بدقسمتی سے نہ تو عالم اسلام کو اب تک کوئی تشویش ہے اور نہ ہی پاکستانی مسلمانوں کے اشرافیہ طبقہ کو ہی کوئی پریشانی لاحق ہے۔ جب کہ قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طوفان سے عالم اسلام کے مسلمانوں کو بار بار بیدار کیا، جب کہ ان کے علاوہ وہ کسی پاکستانی مسلم قیادت کو تو اب تک یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ملک کا اعلیٰ طبقہ آرین حکمراں نیو ورلڈ آرڈر سے اپنی وابستگی قائم کرچکے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو کچلنے کے سارے اقدامات ہوچکے ہیں۔''

(India`sMuslimProblem,P64DalitSahityaAkademy,1998

نیو ورلڈ آرڈر کے اعلان کے بعد قابل برداشت سوسائٹی Sustainable Society کے نفاذ کی کوششیں بہت تیز ہوگئی ہیں، اس سوسائٹی کے قیام کے لیے یہودی مشنیری کو تین محاذوں پر کام کرنا ہے۔

(۱) معاشی محاذ، جس کے تحت پوری دنیا کو معاشی طور پر غلام بنانا ہے۔

(۲) عسکری محاذ، جس کے تحت پوری دنیا کو نہتا کرنا ہے اور جنگ سے اپاہج بنانا ہے اور (۳) ماحولیاتی محاذ جس کے تحت پوری دنیا کو ایسے ماحول میں لاکھڑا کردینا ہے، جہاں لوگ شکم اور نفس کی آگ سرد کرنے سے سروکار رکھیں اور ان کی فکری اور عقلی قوتیں ماؤف ہوجائیں تاکہ وہ کسی بھی مسئلہ پر اپنے طور پر سوچنے کے اہل نہ رہ سکیں۔ ان تینوں محاذوں پر برق رفتاری سے کام ہو رہا ہے، اس کے ردعمل میں مسلم دنیا کیا کررہی ہے؟ اور مستقبل میں کیا کچھ ہوسکتا ہے؟ اس پہلو پر ہمیں بہت عمیق، سنجیدہ اور بیدار مغزی سے غور کرنا ہے۔ ہمارے علماء مشائخ اور پیران طریقت، دانشوروں اور کالم نویسوں، سیاست دانوں، غیر سیاسی تنظیموں، سب کو، پاکستان اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں ہر پہلو پر پوری ذمہ داری کے ساتھ سوچنا چاہیے۔

☆☆☆

11 مذہبی جماعتوں نے مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان کے پلیٹ فارم پر صوفی محمد کو شریعت اور آئین کا باغی قرار دے دیا

جہاد کشمیر کو غیر اسلامی قرار دینے والے انگریز کے ایجنٹ ہیں، استحکام پاکستان کانفرنس سے پیر عتیق، مفتی منیب الرحمن، ڈاکٹر سرفراز نعیمی، پیر طریقت حضرت پیر عبدالخالق آف بھرچونڈی شریف مرکزی امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان اور دیگر کا خطاب

طالبان امریکی جاسوس ہیں، مزارات مسمار کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے ورنہ مریدوں کو جہاد کے لیے تیار کریں گے، اظہر الحسن اور دیگر کی لاہور میں تقریریں۔

راولپنڈی (نمائندہ ایکسپریس) گیارہ سے زائد مذہبی وسیاسی تنظیموں کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے ملک کی سلامتی استحکام اور بقا کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے، تمام تنظیموں نے صوفی محمد کو شریعت اور دین کا باغی قرار دیتے ہوئے کہا کہ حکومت پورے ملک میں رٹ قائم کرے، یہ اعلان راولپنڈی میں مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ استحکام پاکستان کنونشن میں کیا گیا، کنونشن نے مالا کنڈ ڈویژن میں مولانا صوفی محمد کے اقدامات کو مسترد کرتے ہوئے واضح کیا کہ بندوق کے زور پر نفاذ شریعت کا اعلان قابل قبول نہیں، وزیر اعظم اور مسلح افواج آئین کی پاسداری کریں□، اسلام میں دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں، پورے ملک میں نظام مصطفیٰ نافذ کیا جائے، کنونشن کی صدارت مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئر مین پیر عتیق الرحمن نے کی جب کہ سابق صدر و وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان، مرکزی جماعت اہلسنت کے مفتی منیب الرحمن، جے یو پی کے قاری زوار بہادر نے خطاب کیا، پیر عتیق الرحمن نے کہا کہ ہم پاکستان کے خلاف کسی بھی فتنے کو سر اٹھانے نہیں دیں گے، اور جہاد کشمیر کو غیر اسلامی قرار دینے

والے انگریز کے ایجنٹ ہیں، سابق صدر وزیر اعظم سردار عبدالقیوم نے کہا کہ امریکا یہاں عراق جیسا ڈرامہ دہرانا چاہتا ہے عوام اہلسنت اکٹھے ہو جائیں، مفتی منیب الرحمن نے کہا کہ صدر، وزیر اعظم اور پارلیمنٹ جواب دیں کہ ۱۶ کروڑ عوام کو قربانی کا بکرا کیوں بنایا گیا، نظام عدل کا ۲۵ صفحات پر مشتمل مسودہ پونے گھنٹے میں پڑھے بغیر پارلیمنٹ سے کیسے منظور کرلیا گیا، صوفی محمد شریعت اور ائین کے منافی کام کررہے ہیں۔

☆

جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی جنرل سیکریٹری قاری زوار بہادر نے کہا کہ اسلام امن کا نام ہے اور جو لوگ ملک میں دہشت گردی کررہے ہیں ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ہمارے اولیاء کرام نے پاکستان بنایا اور جن کے اکابرین نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی آج ان کی اولاد صوفی محمد، فضل اللہ اور بیت اللہ محسود کی شکل میں پاکستان کے وجود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کررہے ہیں، بلوچستان اور سرحد میں اولیاء کرام کے مزارات کو مسمار کرنے اور مشائخ و علماء کرام کو شہید کرنا بند کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو گولی کا جواب گولی میں دینے کے لیے تیار ہیں، ان خیالات کا اظہار استحکام پاکستان کنونشن سے 313 مشائخ نے خطاب کرتے ہوئے کہا، انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ پورے ملک میں نظام مصطفیٰ نفاذ کیا جائے اور حکومت صوفی محمد، بیت اللہ محسود، فضل اللہ اور اس کے حواریوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے ایف آئی آر درج کرے ان سے مذاکرات انتہائی نقصان دہ ہیں، کنونشن میں آئندہ ماہ اسلام آباد میں مشائخ کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا اور کہا گیا کہ دنیا کے امن کی تباہی کا ذمہ دار امریکا ہے اور طالبان اس کے جاسوس ہیں، ہم ملک میں امن قائم کرنے کے لیے کروڑوں مریدوں کو جہاد کے لیے تیار کریں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس بروز بدھ 10 جمادی الاول 1430ھ/6 مئی 2009)

دارالقضاء کا قیام اور طالبان کی سرگرمیاں

سرحد حکومت کی جانب سے مالاکنڈ ڈویژن میں دارالقضاء قائم کرنے کا نوٹیفکیشن جاری ہونے کے بعد سوات میں طالبان کی پُرتشدد کارروائیوں کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہوگیا ہے، ایک خبر کے مطابق اتوار کے روز مینگورہ میں طالبان سڑکوں پر نکل آئے اور گشت کرتے رہے، اس روز شہر فائرنگ کی آواز سے گونجتا رہا، تھانہ رحیم آباد پر نامعلوم افراد نے راکٹوں سے حملہ کردیا اور تھانے کے قریب کئی دکانیں نذرآتش کردیں گئیں، ننگولٹی میں ایک ہائر ہائی اسکول بموں سے اڑادیا گیا اور مینگورہ میں واپڈا کے مین گرڈ اسٹیشن پر حملہ کیا گیا، جس سے ایک ٹرانسفارمر تباہ ہوگیا، ایک طرف یہ صورتحال ہے دوسری طرف کالعدم تحریک نفاذ شریعت محمدی کے سربراہ مولانا صوفی محمد نے حکومت کی جانب سے مالاکنڈ ڈویژن میں دارالقضاء کے قیام کے اعلان کو ایک طرفہ قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا ہے جب کہ سرحد حکومت کا اصرار ہے کہ دارالقضاء صدر کے دستخط سے قائم ہوچکا ہے، مولانا صوفی محمد کو اسے مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہے، اس طرح معاہدہ سوات پر عمل درآمد کے آغاز میں ہی صورتحال غیریقینی اور تشویش ناک ہوگئی ہے، سرحد حکومت کی جانب سے نوٹیفکیشن جاری ہونے کے فوری بعد سوات میں تخریب کاری کے واقعات شروع ہونے کے دو ہی معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ سوات کے طالبان مولانا صوفی محمد کے کہنے میں نہیں ہیں اور اپنی من مانیوں میں مصروف ہیں اس طرح مولانا معاہدے کے تحت سوات میں طالبان کو غیرمسلح کرنے میں ناکام ہوچکے ہیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حکومت نے دارالقضاء قائم کرنے کا اعلان کرکے معاہدے میں طے پانے والے معاملات میں اپنے حصے کی ذمہ داریاں پوری کرنا شروع کردی ہیں لیکن مولانا معاہدے میں طے شدہ اپنے حصے کی ذمہ داری پوری کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ سوات میں تخریب کاری بالقصد کرائی جارہی ہے تاکہ حکومت کو دباؤ میں لاکر مرکز سے مطالبات

منوائے جاسکیں، اس حوالے سے تحقیقات کی جانی چاہیے تاکہ اس میں ملوث عناصر کو بے نقاب کیا جائے، وزیراعلیٰ صوبہ سرحد امیر حیدر ہوتی نے اس صورت حال پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ کچھ ایسے عناصر ہیں جنھیں امن راس نہیں آرہا ہے، انہوں نے واضح کہا ہے کہ نظامِ عدل کے نفاذ کے بعد اسلحہ اٹھانے والے عناصر کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا، وزیراطلاعات صوبہ سرحد میاں افتخار حسین نے اس معاملے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا صوفی محمد حکومت سے جو نئے مطالبات کررہے ہیں ان کی وجہ سے نیا پنڈورا بکس کھل رہا ہے، انہوں نے کہا کہ صوفی محمد کا طالبان پر کنٹرول نہیں ہے، وہ ان کی بات نہیں سنتے۔ اس صورتحال کے سلسلے میں ایک اور خدشے کو بھی نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے ہوسکتا ہے کہ سوات میں وہ عناصر سرگرم ہوں جو نہیں چاہتے کہ امن معاہدے پر عمل درامد اور اس علاقے میں امن قائم ہو۔ ان عناصر کو ناکام بنانے اور سوات معاہدے کو سبوتاژ ہونے سے بچانے کے لیے اقدامات کیے جانے چاہئیں اور اس کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس معاہدے کے فریقین طے کی گئی شرائط پوری کریں۔ حکومت نے اپنے حصے کا کردار ادا کیا ہے تو ضروری ہے کہ کالعدم تحریک نفاذ شریعت محمدی بھی اپنے حصے کی ذمہ داری پوری کرنے پر توجہ دے اور سوات میں امن قائم کرے۔ اس حوالے سے اگر ٹھوس اقدامات عمل میں نہ لائے گئے تو اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال کی تمام تر ذمہ داری تحریک نفاذ شریعت پر عائد کی جائے گی۔ جہاں تک لوئر دیر اور بونیر میں جاری آپریشن کا تعلق ہے تو اس کی ضرورت بھی ان علاقوں میں طالبان کی نامناسب سرگرمیوں کی وجہ سے پیش آئی ورنہ سوات معاہدے کے نتائج کو پرکھنے کے لیے اس علاقے میں معاہدہ طے پانے کے فوری بعد آپریشن موقوف کردیا گیا تھا، ضروری ہے کہ اس تعطل کو جتنا جلدی ممکن ہو ختم کیا جائے، کیونکہ اس حوالے سے کسی قسم کی تاخیر حالات کو اس حد تک پہنچا سکتی ہے جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلامی تعلیمات میں ایفائے عہد پر خصوصی طور پر زور دیا گیا ہے، چنانچہ مناسب یہی ہے کہ معاہدے میں جو معاملات

طے پائے تھے انکے مطابق آگے بڑھا جائے اور معاہدے کے فریقین میں سے کوئی بھی نئے مطالبات نہ کرے، ایفائے عہد کے سنہری اصول کا یہی تقاضا ہے۔ علاوہ ازیں معاہدے کے فریقین کی جانب سے غیرضروری بیان بازی بھی بند ہونی چاہیے، خاص طور پر کالعدم تحریک نفاذ شریعت محمدی کے سربراہ کی جانب سے پاکستان کے آئین، جمہوریت، لڑکیوں کی تعلیم اور ملک میں نافذ نظام پر جو بے جا تنقید کی جارہی ہے اس سے بھی حالات کے مزید خراب ہونے کا خدشہ ہے، مناسب یہی ہے کہ صرف اسی علاقے میں نظام عدل کا تجربہ کیا جائے جس کے لیے معاہدہ طے پایا ہے اور دیگر علاقوں کو اپنی عمل داری میں شامل کرنے کی بات نہ کی جائے۔ یہ بات طے ہے کہ اگر تحریک نفاذ شریعت محمدی نے نئے نئے مطالبات کا سلسلہ جاری رکھا یا سوات میں امن وامان کی صورت حال کو کنٹرول کرنے کے لیے طالبان کو قابو نہ کیا تو حکومت کے پاس سوات میں آپریشن دوبارہ شروع کرنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں بچے گا اور اگر ایسا ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری فریق ثانی پر عائد ہوگی جو حالات کو سلجھانے کے بجائے معاملات کو الجھانے کی کوشش میں مصروف محسوس ہوتا ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس بروز منگل 9 جمادی الاول 1430ھ/5 مئی 2009)

اصل خطرہ

وطن عزیز اپنی تاریخ کے خطرناک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ محب وطن حلقوں میں ملک کے مستقبل کے حوالے سے تشویش اور فکر مندی میں اضافہ ہورہا ہے۔ صوبہ سرحد، فاٹا، بلوچستان اور کراچی کے مخدوش حالات پر ہر مکتب فکر کے لوگ دل گرفتہ اور آزردہ خاطر نظر آتے ہیں۔ سوات میں نظام عدل کے نفاذ کے باوجود امن کا قیام مشکل ہورہا ہے۔ طالبان سوات سے آگے پیش قدمی کے لیے کوشاں ہیں، نتیجتاً حکومت کو دیر اور بونیر میں آپریشن کا فیصلہ کرنا پڑا، اور اب عسکریت کے مکمل خاتمے کا آپریشن شروع ہوگیا ہے۔

معاہدے کے تحت مالاکنڈ میں قاضی عدالتیں قائم کردی گئی ہیں، لہٰذا طالبان کو ہتھیار

ڈال دینے چاہییں، لیکن طالبان کے ترجمان مسلم خان کہتے ہیں کہ اسلحہ مسلمانوں کا زیور ہے، اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سواتی طالبان معاہدۂ امن پر اخلاص نیت سے عمل کرنے میں سنجیدہ نہیں، تاہم صوفی محمد کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے قول اور معاہدے کے مطابق سوات میں قیام امن کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اب حالات کے بگاڑ کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوگی، سواتی طالبان اب پنجاب اور سندھ بالخصوص کراچی تک پیش قدمی کے خواہاں ہیں، میاں نواز شریف پنجاب کے بعض علاقوں میں طالبان کی موجودگی اور ان کی سرگرمیوں کی نشان دہی کرچکے ہیں۔

کراچی میں گزشتہ ہفتے پرتشدد واقعات میں ۳۰ سے زائد انسان لقمہ اجل بن گئے۔ متعدد گاڑیوں، دکانوں اور املاک کو نذرِ آتش کردیا گیا۔

کراچی پاکستان کی معیشت کی شہ رگ ہے، یہاں پیدا ہونے والی بدامنی سے پورے ملک کا معاشی نقصان ہوتا ہے۔ کراچی میں قیام امن پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بڑے مسائل کو جنم دینے کا سبب بن جاتے ہیں۔ جن سے ملک ٹوٹ جاتا ہے۔

شکایات کے ازالے کے وعدے اور مسائل کے حل کی یقین دہانیاں کرائیں، لیکن بدقسمتی دیکھئے کہ ہر دور حکومت میں بلوچوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے نمک پاشی کی جاتی رہی۔ کمانڈو صدر جنرل پرویز مشرف نے معروف بلوچ رہنما اکبر بگٹی کی ٹارگٹ کلنگ کرکے بلوچوں کے سینوں میں سلگتی آگ کو دوآتشہ کردیا، تاہم صدر آصف علی زرداری جو خود بھی بلوچ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان کے دیرینہ مسائل حل کرنے میں پوری طرح سنجیدہ ہیں، بلوچستان کے دیرینہ مسائل کے حل کے لیے زبانی وعدوں کے بجائے عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔ کراچی سے خیبر تک حالات جس طرح الجھتے اور گنجلک ہوتے جارہے ہیں، اسی طور پر عوام کے ذہنوں میں ان گنت سوالات جنم لے رہے ہیں۔ جن کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ملکی حالات کو جواز بنا کر بیرونی حلقے بھی ہمارے مستقبل پر سوالیہ نشان لگارہے ہیں۔ بطور خاص امریکہ جیسے ہر زمانے میں ہمارا مخلص دوست، ہمدرد، غمگسار، اور اتحادی ہونے کا دعویدار رہا ہے، آج اس امریکہ کا صدر بارک حسین اوباما پاکستان کی جمہوری حکومت کو ناکام قرار دے رہا ہے۔ اپنے سو روزہ عہد

حکومت کی تکمیل پر منعقدہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر اوباما فرماتے ہیں کہ پاکستان کی موجودہ سول حکومت بہت کمزور ہے اور عوام کو صحت، تعلیم اور دیگر بنیادی سہولیات وحقوق فراہم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور نہ ہی ملک میں امن وامان اور قانون کی حکمرانی قائم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے وہ اس قابل نہیں رہی کہ عوام کی تائید وحمایت حاصل کرسکے۔ اسی سانس میں انہوں نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ پاکستانی فوج کی بھارت کو اپنے دشمن سمجھنے کی تاریخی غلط فہمی بھی اب دور ہوگئی ہے اور فوج کو احساس ہوگیا ہے کہ پاکستان کو اصل خطرہ ہمسائے سے نہیں بلکہ ملک کے اندر موجود انتہا پسند اور دہشت گرد عناصر سے ہے کہ جن کے ہاتھ جوہری ہتھیاروں تک پہنچ سکتے ہیں۔ صدر اوباما کا یہ بیان عین اس وقت سامنے آیا کہ جب صدر پاکستان آصف علی زرداری سرکاری دورے پر امریکہ پہنچ چکے ہیں، صدر اوباما کی حکومت پاکستان پر بے جا تنقید ایک آزاد خودمختار ملک کے معاملات میں براہ راست مداخلت اور ۱۷ کروڑ عوام کی توہین کے مترادف ہے جس پر ملک کے سیاسی صحافتی اور عوامی حلقوں میں سخت تشویش اور غم وغصے کا پایا جانا قابلِ فہم نہیں، وزیر اعظم گیلانی نے امریکی صدر کے اس بیان پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اسے پرویز مشرف آمریت کی امریکی پشت پناہی کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو موجودہ حالات تک پہنچانے میں امریکہ ہی کا کردار ہے جو جنرل ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف کی آمریت کی سربراہی کرتا رہا ہے، افغان روس لڑائی میں طالبان اور ان کا مخصوص اسلام پاکستان کو برآمد کیا گیا، منشیات وکلاشنکوف کلچر کو فروغ ملا۔ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کو فرنٹ لائن اتحادی بنا کر امریکہ نے بدامنی کی فضا کو پروان چڑھایا، خودکش حملوں، بم دھماکوں کو تحریک ملی اور انتہا پسندوں نے اپنے قدم جما لیے۔ امریکی واویلا بلا جواز ہے کہ جوہری ہتھیار شدت پسندوں کے ہاتھ لگ جائیں گے اور وہ اسلام آباد پر قبضہ کرلیں گے، درحقیقت امریکا ہمارے ایٹمی اثاثوں تک پہنچنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے، ہمارے جوہری ہتھیاروں کو اصل خطرہ امریکہ سے ہے نہ کہ شدت پسندوں سے۔

(ایم جے گوہر) (روزنامہ ایکسپریس بروز ہفتہ/9 مئی 2009)

☆☆☆

پاکستانی طالبان اوران کے حمایتی دراصل محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکری اولاد ہیں

جو انسان محمد ابن عبدالوہاب نجدی، کی بدعقیدگی، انتہا پسندی، شرانگیزی، اہلِ اسلام کے خلاف کفر وشرک اور بدعت کے فتوے لگا کر مسلمانوں کی تکفیر اور اُن کا قتلِ عام، غیر مسلموں سے دوستی، اہلِ ترک مسلمانوں سے جنگیں، اور انگریزوں سے شرمناک خفیہ معاہدے، توحید کے بہانے، تنقیص رسالت کی دیدہ دلیری، ستم بالائے ستم کہ ابن سعود کے ہاتھوں، جنت المعلیٰ، وادی بدر، جنت البقیع، دامنِ اُحد، جبلِ سلع، المعلیٰ میں مزاراتِ صحابہ کرام کا انہدام، بزور شمشیر وہابیت ونجدیت کا فروغ، جیسے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے واقف ہے، وہ فتنہ طالبان اِن کرائے کے قاتلوں اور اُن کے مخصوص ایجنڈے، اُن کی ظالمانہ کارروائیوں کے ذریعے خوب جانتا ہے کہ یہ طالبان بروزن ظالمان، بھی دشمن قوتوں سے شرمناک اور خفیہ معاہدے کے تحت شریعت کا نام لے کر اہلِ شریعت ہی کے قاتل، شریعت کے فروغ کے بہانے، بزورِ اسلحہ، شریعت شکن، نفاذ شریعت اور نظام عدل کے بجائے نفاذ شر، پھیلانے میں مصروفِ عمل ہیں، ان ہلاکو اور چنگیز خان کے اصلی جان نشینوں، محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکری اور معنوی اور حرامی اولاد، جہاد کے بہانے اور افغانستان کے ذریعے، اور اسلحے کے زور پر اولیاء اللہ کے مزارات کو مسمار کرنے، حضرت شیخ عمر بابا کے مزار کو دھماکے سے تباہ کرنا، حضرت پیر سمیع اللہ قادری کی لاش کو قبر سے نکال کر پھانسی دینا، اور کئی روز تک پیر سمیع اللہ قادری کی لاش چورنگی میں درخت پر لٹکائے رکھنا، خودکش بمبار بن کر مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا، اسرائیلیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں سے مدد لے کر پاکستان دشمن قوتوں کو خوش کرنا، اور پاکستان کو توڑنے کے اسباب پیدا کرنا اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی تفرقہ ڈال کر انتقام لینا، نظام شریعت کی جدوجہد کرنے کو متنازع بنانا یہ سب ان ظالمان کا اہم کردار ہے، اور یہی فکر محمد بن

عبدالوہاب نجدی کی توحید کی کرشمہ سازیاں ہیں، دراصل یہ لڑائی نفاذِ شریعت ہے، نہ نظامِ عدل کی، طالبان نامی جنگجوؤں کے پیچھے پاکستان کے وجود کی کوئی دشمن طاقت موجود ہے جو اس لڑائی کو اتنا طول دینا چاہتی ہے کہ پاکستان کسی حشر سے دوچار ہوجائے، جو حشر افغانستان، عراق وغیرہ کا ہوا۔ اس جنگ میں دشمن باہر سے حملہ آور نہیں ہوا بلکہ وہ ملک کی سرحدوں کے اندر سے ہی ہمارے شہروں، قصبوں، اور دیہاتوں میں نہتے شہریوں کے درمیان چھپا ہوا اور رل مل کر بیٹھا ہے، دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اندر یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ہمارے ہی مسلمان بھائی ہیں۔ اب تک ہماری ساری ناکامیوں کا بنیادی سبب یہی دو پہلو ہیں۔"

یہ پاکستان اور اس کی 17 کروڑ عوام کی توہین ہے، دراصل طالبان مافیا مذہب کے نام پر اور دوسری تنظیم حقوق کے نام پر ہے۔ یہ دونوں جنرل ضیاء الحق کی پیداوار ہیں۔ بعد میں جن کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی جنرل پرویز مشرف کی آمریت کرتی رہی۔ درحقیقت امریکا ہمارے ایٹمی اثاثوں تک پہنچنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے، ہمارے ملک کو کوئی خطرہ نہیں جب تک ہمارے جوہری ہتھیاروں کو اِن نام نہاد طالبان کے ذریعے ہمارے وہ ایٹمی اثاثوں تک نہ پہنچ جائے۔" اور ان شاء اللہ عزوجل یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ طالبان، جاہل لوگوں کو جنت میں جانے اور خودکش بمبار کے گھر والوں کو بھاری رقم سے خرید کر، ان دونوں چیزوں کا لالچ دے کر خودکش حملہ کرنے کی تربیت دیتے ہیں اور وہ جاہل بدنصیب ان ظالموں کے دھوکے اور فراڈ میں آکر بے گناہ انسانوں کی جانوں پر خودکش حملے کے ذریعے کھیل جاتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہوجاتے ہیں۔

اِس تعلیم و تربیت سے یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کا تعلق اور واسطہ تو ہوسکتا ہے کسی مسلمان صاحبِ ایمان کا ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسلام اور دہشت گردی دو متضاد چیزوں کا نام ہے۔

وقت کا تقاضا:

آج جب کہ پاکستان ہی نہیں بلکہ پورا عالمِ اسلام ان طالبان جیسے بدنصیب لوگوں کی وجہ سے گوناگوں مصائب و مسائل سے دوچار ہے اندرونی و بیرونی خطرات پوری شدت سے اس کے گرد منڈلا رہے ہیں اور دنیائے اسلام پر دشمنانِ اسلام کی مسلسل یلغار جاری ہے۔ اندرون ملک اسلام دشمن طالبان عناصر کے جارحانہ عزائم کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، وہ مسلمان فوج کے مقابلے میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ عوام الناس، جس میں عورتیں، مرد، نوجوان بچے، بوڑھے بیمار سب کے سب گھر سے بے گھر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

(۱) اگر طالبان حقیقتاً مسلمان ہوتے، دینِ اسلام کی ہمدردیاں ان کے شاملِ حال ہوتیں، اِن کی جنگ "اسلام" کی جنگ ہوتی تو وہاں کے عوام کا ردِعمل فوج کے خلاف ہوتا، وہ فوج کے خلاف احتجاج کرتے۔" جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

(۲) لڑائی میں ہلاک ہونے والے طالبان کے بارے میں اخبار نے لکھا ہے کہ وہ غیر مختون ہیں، اب آپ بتائیں کہ مسلمان تو وہ ہیں نہیں، ہندو ہی ہوسکتے ہیں۔ جو اسلام کے نام پر اہلِ اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اور اپنے آقایانِ ولی نعمت عیسائیت و اسرائیلیت و قادیانیت و یہودیت کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں تمام مسلمانوں کو سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہیے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کے فروغ کو عام کر کے اُس پر عمل کرنا چاہیے۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

محمد بن عبد الوہاب نجدی شیطان کا سینگ

جس طرح نبی پاک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک آنے والے تمام فتنوں سے اپنی اُمت کو آگاہ فرمایا تھا تا کہ مسلمان اُن سے دھوکہ نہ کھائیں، اُسی طرح اُن فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ "نجدیت وخارجیت" ہے اس شیطانی گروہ کے مسکنِ خاص نجد کے متعلق بھی نبی اکرم نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

حدیث نمبر ا: نجدی فتنہ شیطان کا سینگ ہیں:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ النَّبِی صلی الله تعالیٰ علی و آله وسلم اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی یَمِینِنَا قَالُوْا وَفِی نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فی یَمِینِنَا قَالُوا یَارَسُوْلَ اللهِ وَفِی نَجْدِنَا فَاظُنُّه، قَالَ الثَّالِثَةِ هُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالفِتَنُ وَبِهَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ

(بخاری جلد سوم کتاب الفتن ۱۹۷۱، ترمذی کتاب مناقب فضل شام ۱۸۸۸)

ترجمہ:۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمیں ملکِ شام میں برکت دے۔ اے اللہ! یمن (ملک) میں برکت دے، حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے نجد میں بھی برکت کی دعا فرمادیجئے تو آپ نے دعا فرمائی مگر نجد کا نام تک نہ لیا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے نجد میں بھی برکت کی دعا فرمادیجئے، (راوی کا کہنا ہے تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کرنے کے باوجود آپ نے نجد کے لیے برکت کی دعا نہیں فرمائی، بلکہ جب تیسری مرتبہ لوگوں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا:" وہاں سے زلزلے اور فتنے ظاہر ہوں گے اور شیطان کا سینگ اُسی جگہ سے نکلے گا۔"

حدیث نمبر ۲: نجدی فتنہ کفر کی چوٹی ہے:

عَنْ ابنِ عُمرَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مِنْ بَیْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَاْسُ الْکُفْرِ مِنْ هٰهُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلَعُ قَرْنُ الشیطَانِ یَعْنِی الْمَشرق (مسلم شریف کتاب الفتن ۷۱۶۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے باہر آکر ارشاد فرمایا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی۔ جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے یعنی مشرق سے۔

حدیث نمبر ۳: نجدی فتنہ شیطان کے سینگ کی طرح مشرق سے نکلے گا

عَنْ اِبنُ عُمرِیَقُوْلُ سَمِعتُ رَسُولُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یُشِیْرُ بِیَدِهٖ نَحْوُ الْمشرقِ وَیَقُوْلُ هَا اِنَّ الْفِتنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ثَلَاثًا حَیْثُ یَطلَعُ قُرْنَ الشیطانِ (مسلم شریف کتاب الفتن ۷۱۶۸)

ترجمہ: حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشرق کی طرف ہاتھ سے یہ اشارہ کرکے فرماتے ہوئے سُنا کہ بے شک یہاں فتنہ ہے۔ بے شک یہاں فتنہ ہے۔ بے شک، یہاں فتنہ ہے۔ جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ آپ نے یہ تین بار ارشاد فرمایا۔

کرمانی شرح بخاری شریف میں علامہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی نجد سے شیطان کی اُمت اور اُس کا گروہ پیدا ہوگا۔ ص ۱۲۴ ج ۶)

جب کفارِ مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشورہ کرنے کے لیے دار الندوہ میں جمع ہوئے تو شیطان مردود شیخ نجد، بن کر اُن میں آیا اور ابوجہل کے مشورہ کو اسی نجدی شیطان نے سراہا یعنی شیطان کو شیخ نجد، کا بہروپ رسول دشمنی کے لیے نہایت موزوں نظر آیا۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ بھی نجدی ذہنیت کی خباثت پر حرف آخر ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

كَانَ يَرَىٰ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ابليس فِي صُورَةِ الشيخ النجدى

ترجمہ: سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شیطان کو جب بھی دیکھا۔ شیخ نجدی ہی کی صورت میں دیکھا۔

نجد بھی حجازِ مقدس کا ایک علاقہ ہے جیسے شام اور یمن۔ مسندِ احمد کی اسی روایت (جو حدیث نمبرا) کے آخر میں یہ بھی ہے کہ شر کا 9/10 حصہ وہیں (نجد میں) ہے۔

صحیح بخاری، جلد اوّل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اسی علاقہ نجد کو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے رَأسُ الْکُفْر قرار دیا ہے۔

بخاری کی جلد اوّل میں حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں شیطان کے دو ساتھی یا شیطان کے دو پیروکار نکلیں گے۔ اُن دونوں پیروکاروں سے مراد ایک مسلیمہ کذّاب اور دوسرا محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے، یہ دونوں خبیث ایک ہی (مُضر) قبیلے کے فرد تھے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی قبیلہ بنی تمیم سے ۱۱۱۱ھ بمقام عینیہ، مُلکِ نجد میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ میں جہنم رسید ہوا۔ اس حساب سے اس خبیث کی کل عمر ستانوے سال ہوتی ہے۔"

محمد بن عبدالوہاب نجدی، منافق، خارجی، وہابی، اہلحدیث، محمدی، سلفی اور طالبانی سب کا بانی ہے۔" مختلف حالات کے لحاظ سے یہ فرقہ نجدیہ اپنے نام تبدیل کرتا رہا۔" اس شخص نے تمام عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے، علما کو قتل کیا، صحابہ کرام و آئمہ عظام و علماء و شہداء کے مزارات اور قبریں کھود ڈالیں، روضہ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا (بڑا بُت) اور اہلِ اسلام پر طرح طرح کے ظلم کیے۔ حدیث مذکورہ کے مطابق نجد سے شیطان کا گروہ اور فتنے اُٹھیں گے۔ بارہ سو برس بعد ظاہر ہوا جس کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس خارجی اور مسیلمہ کذاب کے گروہ کے بارے میں بتایا کہ عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا۔

جس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکری اور معنوی اولاد اسماعیل قتیل دہلوی نے کیا۔ جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا۔ اور ہندوستان میں ایسی خبیث وہابی نجدی نے وہابیت پھیلائی۔

عزیز قارئین کرام! ان وہابیہ کے عقائد بتانے سے قبل، نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم، اور صحابہ کرام کی زبانی اس گروہ کی چند علامات، نشانیاں تحریر کی جاتی ہیں۔ جس سے نام نہاد مجاہدین، مسلمانوں کے قاتلوں، بنام طالبان کے بارے میں اُن کے ایجنڈے، اور تحریک نفاذ شریعت محمدی کی حقیقت اور اُن کے مقاصد، اور جس کفری طاقت کے آلہ کار ہیں معلومات ہو جائے گی۔" یہ نشانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سب سے بڑی پہچان ہے کہ شیطان کے دوسرے پیروکار سے یہی مراد ہیں جب کسی مسلمان کو یہ اپنے دین میں داخل کرتے تو اس کا سر ضرور منڈواتے تھے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات اور اسلام و مسلمین پر مظالم دیکھنے ہوں تو مکہ مکرمہ کے مفتی سید احمد بن زینی وحلان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۴ھ کا رسالہ الدرالسنیہ اور مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ کے نام سے چھپی ہوئی کتاب "تاریخ نجد وحجاز" اور حضرت شیخ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری کی بڑی کتاب "برطانوی مظالم کی کہانی" جو تقریباً ۱۰۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت شیخ مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دیوبندی مذہب وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں۔

☆☆

شیطانی گروہ کی علامات:

نمبرا: کافروں مشرکوں کے رد میں نازل ہونے والی آیات انبیاء واولیاء کے خلاف پڑھیں گے:

وہ آیات جو بتوں اور مشرکین کے رد میں نازل ہوئیں نجدی اُن آیات کو اللہ تعالیٰ کے خاص وعام مسلمانوں، اولیاء اللہ پر ڈالیں گے۔"

حدیث: كَانَ ابنِ عمر يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلقِ اللهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْا هَاعَلٰى المؤمنين (بخاری جلد دوم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آپ مخلوقات میں سب سے بڑے شرارتی گروہ کو دیکھو گے کہ وہ آیات جو کفار اور بتوں کے ردّ میں نازل ہوئیں اُن آیات کو مسلمانوں پر ڈال کر اُن کو کافر و مشرک بدعتی ہونے کے فتوئی لگائیں گے۔"

مثلاً نجدی اپنے بیان میں اولیاء اللہ کے خلاف فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ اَحَدًا اور وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ تدعوا من دُون الله

اور فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

وغیرہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل بالا حدیث کے چلتے پھرتے اشتہار نظر آتے ہیں۔ اس نجدی وہابی ٹولے کی اپنی اور الگ پہچان ہے۔

"تَعْرِفُهُمْ بسيما هم پہچانوں گے تم اُن کو ان کی علامتوں سے۔"

یہ وہابیوں نجدیوں، کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ اسی وجہ سے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس گروہ کے بانی محمد عبدالوہاب نجدی کو شیطان کا سینگ قرار دیا۔ اور آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہابیوں نجدیوں، دیوبندیوں، طالبانیوں کی پوری قوم صرف یہی تبلیغ کر رہی ہے۔"

شیطانی گروہ کی علامت نمبر۲:

نجدیوں کے نزدیک نبی اکرم انصاف کرنے والے نہیں:

نظام عدل، اور دار القضاء کے نفاذ بہت اچھی بات ہے کوئی مسلمان اس کے خلاف نہیں، مگر صوفی محمد یا طالبان کا خود ساختہ نظامِ عدل جس میں اسلام کی اتنی واضح تعلیمات کے باوجود مسلمان، مسلمان کا خونِ ناحق کریں و مال و دولت اور عزت برباد کریں تو یہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ آج سوات وغیرہ میں جو صورتحال ہے اس سے سب آگاہ ہیں کہ مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ دراصل ان نظام عدل کے نفاذ کے

بات کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ گروہ کون سا گروہ ہے۔

قارئین کرام! یہ وہی شیطانی گروہ ہے جن کو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظام عدل کا نفاذ اچھا نہیں لگا تھا۔ اس گروہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی صحابہ کرام کے سامنے عدل کرنے کی دعوت دی تھی آپ حدیثِ پاک پر غور کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رضي الله تعالىٰ عَنْهُ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ بِالْجِعرَّ انَّهٗ مُنصَرَفه منظ حُنَيْنٍ وَفِى ثَوْبِ بَلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُوْلُ اللهِ صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ وَسلَّم يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِى النَّاسَ فَقَالَ يَامحمد اِعْدِلْ قَالَ وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ اَكُنْ اَعْدِلُ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرتُ اِنْ لَمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بِنِ الخطّاب رضى الله تعالىٰ عنه دَعْنِى يَارَسُوْلَ اللهِ فَاَقْتُلَ هٰذَ الْمُنَافِقُ، هٰذا وَاَصْحَابَهٗ يَقْرَءُ نَ الْقُرانَ لَا يُجَاوِزُ حنا جِرَهُم يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسلم شريف)

ترجمہ: حضرت جابر بن رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جبش سے واپسی پر جعرانہ میں تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا در آن حالیکہ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا تمہیں عذاب ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کرتا تو (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا۔

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجئے میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ فرمایا یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ لوگ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

نوٹ: قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت ایک اچھا عمل ہے، ڈاڑھی رکھنا بھی اچھا عمل ہے، نمازیں پڑھنا بھی بہت اچھا عمل ہے مگر ایک جماعت کا ان

تمام امورِ خیر کو ڈھال بنا کر کسی اور لبادے میں نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم جیسی شخصیت کو عدل وانصاف کا درس دینا، جس نبی کی صداقت اور امانت داری کی گواہی مکہ کے مشرکین اور کافر بھی دیں، اُن کے عدل وانصاف میں شک کرنا کفر اور منافقت ہے اور یہی چیز سرکار نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بتانا چاہتے ہیں کہ آپ اِن کی شکلوں اور اعمال کیطرف نہ جانا یہ ایسی شکلیں اور بظاہر اچھے عمل کرنے کے باوجود بھی دینِ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ واپس نہیں آتا۔ یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کی علامات ہیں، اُن کی شکلوں کو غور سے دیکھیں۔

شیطانی گروہ کی علامت نمبر۳:

نجدیوں کی ڈاڑھیاں بڑی، گال اُبھرے ہوئے، آنکھیں اندر دھنسی ہوئی، پیشانی اُونچی، سرمنڈا ہوا ہوگا: نجدی کافروں کے دوست اور مسلمانوں کے دشمن ہوں گے لہٰذا نجدیوں نے اپنے عمل نے ثابت کردیا......؟

حدیث: فَجَآ رَجُلٌ کَثُ اللّحیَۃِ مُشرِفُ الوجنتَین غَائِرُ العَینین نَاتِی الجَبِینِ مَحلُوقُ الرَّاسِ فَقَالَ اِتّقِ اللّٰہَ یَا محمد قَال فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فَمَنْ یَطِعِ اللّٰہ اِنظ عَصَیتُہ آیا مُنِی عَلیٰ الارضِ وَلاتَا مَنُوْنِی قَالَ ثُمَّ اَدْ بَرَ الرَّجُلُ فَاستَاذَنَ دَجُلٌ مِنْ القَوْمِ فِیْ قَتْلِہٖ یَرَوْنَ اَنَّہٗ خَالِدُبْنُ الوَلِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ مِنْ ضنضیی ءِ ھٰذا قَوْمٌ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُحَنَا جَزھُم یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الاسلام وَیَدْعُوْنَ اَھْلَ الاوثَان یَمرُقُونَ مِن الاسلامِ کَمَا یَمرُقُ السَّھُمُ مِنَ الرَّمِیَّہ لَئِن اَدْرَکتُھُم لاقُتلنَّھُم قَتلَ عَادٍ (مسلم شریف)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی، گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ وہ (بدبخت) کہنے لگا اے محمد اللہ سے ڈریے،

حضرت ابو سعید کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے، پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ قوم میں سے ایک شخص نے قتل کی اجازت چاہی، لوگوں کا خیال ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کرڈالتا۔

نوٹ: قارئینِ کرام آپ اس حدیث کو پڑھیں اور نجدیوں کی شکلیں اور ان کے اعمال، کردار، محمد بن عبدالوہاب نجدی، اسماعیل دہلوی صوفی محمد نجدی سے طالبان تک ایک نظر دیکھیں۔"

جو قوم نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، اور انصاف کی تبلیغ کرے وہ کون ہوسکتے ہیں؟، آج نجدیوں کے اعمال وکردار سے ثابت ہوچکا کہ کافروں سے رقم لے کر مسلمانوں کو قتل کرنا کافروں سے دوستی، طالبان روس جیسے کافر ملک سے امداد لے کر افغانستان کے مسلمانوں کو قتل کررہے ہیں۔ مسلمانوں سے دشمنی اظہر من الشمس ہوچکی کہ ڈاڑھی، پردے، عدل وانصاف کے بہانے مسلمانوں کو قتل کررہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ اسی حدیث کو پڑھیں اور اس وقت کے کسی نجدی وہابی مولوی کو سامنے رکھیں اُن کی شکل کو دیکھیں آپ کو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ فخر صادق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس نجدی وہابی قوم سے اُمت کو پہلے سے خبردار فرمادیا تھا۔' آگے چل کر ہم اس نجدی قوم کے ظالمانہ کارنامے تحریر کریں گے۔"

شیطانی گروہ کی علامت نمبر۴:

نجدی کی نمازیں لمبی، قرآن کا حوالہ بات بات پر مگر بے فائدہ ہوگا وہ دین سے نکل جائیں گے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِي هٰذِهِ الا مُةِ وَلَمْ يَقُل مِنْهَا قَوْمٌ تُحقِرُوْنَ صَلٰوتَكُمْ مَّعَ صَلٰوتهم فَيَقرءُ وْنَ القرْاٰن لَا يُجَاوِزُ مُلُوْ قُهُم اَوْحَنَاجِرَهُم يَمرُقون مِنَ الدِّيْنِ مُرُوق السَّهم مِنَ الرمية الخ (مسلم شريف)

ترجمہ: حضرت سعید الخدری کے والد سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ سُنا ہے، آپ نے فرمایا اِس امت میں ایک جماعت نکلے گی، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ہوگی وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو ہیچ سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم یا گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

نوٹ: نجدیوں کی مذہبی علامات میں سے یہ بھی اُن کی ایک علامت ہے کہ وہ لوگوں کو دیکھاوے کے لیے لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے اور ہر وقت اُن کی زبانوں پر قال اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی آیات جاری رہتی ہیں۔ ''قارئین بظاہر یہ عمل بہت اچھا ہے مگر اس عمل کو نجدی علامات دین کے دشمنوں کی علامت بیان فرمائی گئی ہیں۔ آپ یہ علامت بھی نجدیوں میں بدرجہ اتم دیکھتے ہیں۔

شیطانی گروہ کی علامت نمبر ۵:

بڑی ڈاڑھی وسر منڈا ہوا وتہہ بند پنڈلیوں سے اونچا، آنکھیں اندر دھنسی ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو بھی اللہ سے ڈرنے کی دعوت دیں گے:

حدیث: قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غائرُ ا العينين مُشرِفُ الوَجْنَتين نَاشِزُ الجهيته كِثُ اللِّحيةِ مَحلوقُ الرَّاسِ مُشَمّرُ الازاز فقَال يَارسول الله اِتَّقِ اللهَ فَقَالَ وَيلَكَ اَوْ لَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الارضِ بِاَنْ يَّتقِى الله قَالَ ثُمَّ وَلّىٰ الرَّجُلُ ...... الخ (مسلم شریف)

ترجمہ: آپ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک آدمی (نجدی) کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھُولے ہوئے تھے۔ پیشانی اُبھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی سر منڈا ہوا تھا۔ اور تہہ بند پنڈلیوں سے اُونچا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے فرمایا تجھے عذاب ہو، کیا روئے زمین پر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا، باقی حدیث ماقبل کی طرح ہے۔''

نوٹ: قارئین کرام آپ غور فرمائیں آج کل کے نجدیوں، وہابیوں، دیوبندی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی معنوی اولاد کو دیکھیں۔ اور اُن کی علامات کو دیکھیں اپنی احادیث میں سرکار نے اُن کی مزید علامت بتائی ہے کہ اُن کا تہہ بند پنڈلیوں سے اونچا تھا۔ اس زمانے میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ علامت کون سے گروہ کے افراد میں پائی جاتی ہے۔

تہہ بند یا شلوار کا پنڈلیوں سے اونچا ہونا شریعت کا حکم نہیں ہے۔'' بلکہ تہہ بند یا شلوار کا ٹخنوں سے اونچا ہونا شریعت ہے۔ اور یہ لوگ اپنی شلواروں اور تہبندوں کو اپنی پنڈلیوں سے اونچا کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہی ہیں جو شریعت پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ یہ شریعت نہیں بلکہ نجدی گروہ کی علامت ہے۔ جو وہ کر کے دیکھاتے ہیں کہ ہم ہی ہیں محمد بن عبدلوہاب نجدی کی معنوی اور فکری اولاد ......

شیطانی گروہ کی علامت نمبر ۶:

نجدیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بھی منصف نہیں، نجدی صحابہ کے نزدیک واجب القتل ہیں:

حدیث : وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِی تَمِیم فقَال یَارَسُول الله ! اِعْدل فَقَالَ رَسُول اللهصلی الله تعالیٰ علیه و آله وَسَلَّمِ وَیْلَکَ وَمَنْ یَّعدَلُ اِذْلَمْ اَعْدل قَدْ خبتَ وخَسِرتَ اِنْ لَم اَعْدِلُ فَقَالَ عُمر بن الخطاب رَضِی الله تعالیٰ عنه یَارُسول الله ائذن لِی فِیه اَضرِبُ عُنقه قَالَ رسول الله صی الله علیه وسلَّم دَعْهُ فَاِنَّ لَه' اصحَابًا یَحْقِرُاَحَدُ کُم صَلوته مَعَ صَلوتهم وَصِیامیه مَعَ صیامِهِم الخ

ترجمہ : وہ آدمی بنی تمیم سے تھا، آیا اور اُس نے کہا اے اللہ کے رسول عدل کرو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: تجھے عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو تم ناکام اور نامراد ہو جاؤ، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑا دوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا رہنے دو، کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور اس کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے باقی حدیث اُسی طرح ہے۔

نوٹ : اس حدیث میں اس گستاخِ رسول نجدی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ شخص بنی تمیم کا تھا، جیسے شیطان کا سینگ محمد بن عبدلوہاب نجدی بھی بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا، یہ نجدی گستاخوں کا ٹولہ نمازوں اور عدل وانصاف کے بہانے مسلمان بن کر ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا رہا اور آج تک آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کی علامات ان کے اعمال وکردار اور اب تو کسی کے لیے ان نجدیوں کے بارے میں سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ طالبان نے نجدی ہونے کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔

نجدی گروہ بدترین مخلوق ہے:

فرمایا: هُمْ شَرُّ الخَلقِ وَالخَلِیْقَه یہ مخلوق خدا میں سب سے بدترین لوگ ہوں گے اس بدترین مخلوق نے دینِ اسلام کو جتنا بدنام کیا ہے کسی کھلے کافر نے بھی نہیں کیا ہوگا۔

بات بات پر مسلمانوں پر کُفر وشرک اور بدعتی ہونے کے فتوے، انبیاء کرام واولیاء عظام کے گستاخ وبے ادب، جس جگہ گاؤں، شہر، یا محلے میں ایک بھی نجدی ہوگا اُس کی اپنی فطرت میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اُس شہر، گاؤں یا محلے والوں کے لیے بدامنی پھیلانے کا سامان ہوگا، اور آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ افغانستان میں اسی شیطانی گروہ کی ناخلف اور حرامی اولاد ہیں جو طالبان اسلام اور عدل وانصاف کا بہانہ بنا کر اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام اور دہشت گرد مذہب بنا رہے ہیں، اور پوری دُنیا میں اِسلام اور اہلِ اسلام تمام مسلمانوں کے لیے رسوائی کے سامان پیدا کر رہے ہیں، اب چونکہ پاکستانی فوج کے سامنے صوفی محمد کے شیخ الاسلام ہونے کا لبادہ اُتر گیا اس کے ساتھ ساتھ طالبان کا ایجنڈا کیا تھا وہ بھی سمجھ میں آچکا۔ اور جیسے ہی 09-5-9 کو اُن کے خلاف فیصلہ کُن آپریشن شروع ہوا پاکستان کے سارے نجدی یکدم حرکت میں آگئے۔ اس سے قبل یہ تمام نجدی طالبان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے رہے۔"

☆☆

یہ نجدی وہابی طالبان کی یہود نوازی:

اِس فرقہ نجدیہ وہابیہ، طالبانیہ، کے متعلق جیسا کہ مذکورہ احادیث مبارکہ میں آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ یہ فرقہ مختلف ناموں کے ساتھ قیامت تک رہے گا اور اُن کا آخری گروہ دجال علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہوگا۔

اِسی بدنصیب شیطان کے سینگ نجدیہ کے بارے میں علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے درِمختار کے حاشیہ ردالمختار میں تصریح فرمائی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین زمانہ حال کے خوارج ہیں۔

موصوف کے اس بیان کی مولوی حسین احمد ٹانڈوی المتوفی (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) نے اپنی تصنیف "الشہاب الثاقب" میں مولوی خلیل احمد انبھٹوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء) نے المہند میں تصدیق وتائید کی ہے۔ یہ دونوں کتابیں تمام علمائے دیوبند کی مسلمہ اور موخر

الذکر اکثر اکابر دیوبند کی مصدقہ ہے۔"

ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مذہب کی ترویج واشاعت کی تھی۔ موصوف کے جملہ متبعین بھی خوارج ہی کی ماڈرن آفس کاپیاں ہیں۔ احادیث میں نجدیوں وہابیوں کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور کافروں مشرکوں سے بنا کر رکھیں گے، چنانچہ نجدی مذکور نے اور اس کے اتباع وخلفاء نے جزیرہ عرب کے مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہانے اور اُن کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھ کر چھیننے میں کون سا دقیقہ فروگزاشت کیا تھا۔ ظالموں نے حرمین کا ادب بھی قطعاً ملحوظ نہ رکھا۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر وہ قیامت ڈھائی جس کے سُننے سے مسلمانوں کا خون کھول اُٹھتا ہے۔ یہاں تک کہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِن کی آخری آرام گاہوں میں تنگ کیا۔

مزاراتِ شہید کروا دیئے اور جنت البقیع میں ہل چلوا دیئے۔ نیز کتنی ہی مقدس یادگاروں کا اِس طرح سے نام ونشان مٹا دیا کہ صرف کتابوں میں تذکرے ہی رہ گئے۔

اگر نجدی، وہابی، خارجیوں نے یہ کچھ کیا تو ہندی، نجدی وہابی خارجی کون سے پیچھے رہ گئے، انہوں نے انگریزوں کی مدد سے سکھوں سے مقابلہ کرنے کی آڑ میں دل کھول کر پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، خادی خان سردار ہنڈ، یار محمد خان حاکم یاغستان اور اُس کے بھائی سلطان محمد خان سے یکے بعد دیگرے لڑائیاں بنام جہاد کیں، اوّل الذکر دونوں کو شہید کیا، ان لڑائیوں میں جو مال چھینا اُسے مالِ غنیمت شمار کیا۔ اسی کھلاہٹ، مرغز، کدا ٹھنڈ کوٹی، پنج پیر، ہنڈ، چار گلٹی، مصدم، گھڑیالی، نواکلٹی، شیخ جانا، اسماعیلہ، امان زئی، کاٹ لنگ، مونڈ خور، مردان، ہوتی، مایار، تورو وغیرہ دیہات کو بزورِ شمشیر مسلمانوں سے چھینا گیا۔ مایار کی لڑائی میں سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کیا اور پشاور پر پیش قدمی کی لیکن سلطان محمد خان کی دانشمندی سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔

ہزاروں مسلمانوں کا خون رنگ لایا اور ظالموں کو مظلوموں کا خون نگل گیا۔ وذلک جزاء الظلمین

قتل وقتال مسلمین:

قارئین کرام! مولوی اسمٰعیل دہلوی نجدی وہابی المتوفی (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) کا ایک سوچے سمجھے اور سیکھے سکھائے منصوبے کے تحت آج کل کے طالبان کی طرح مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرانے کا زبانی جمع خرچ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" کا اُردو ترجمہ بنام تقویۃ الایمان" سے مطابقت کرکے سوچیے! اگر تعلیماتِ قرآن وحدیث اور تصانیفِ علمائے دین پر نظر ہے تو بتائیے کیا موصوف کے اس خانہ ساز شرک سے اُمتِ محمدیہ کا کوئی ایک فرد بھی بچ سکا ہے؟"

بات دراصل یہ تھی کہ موصوف نے محمد بن عبدالوہاب المتوفی (۱۲۰۶ء) کی طرح مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرا کر اپنے خارجی نجدی ہونے کا عملی ثبوت بھی پیش کرنا تھا۔ مسلمانوں سے قتل وقتال کرکے اپنی ہوس ملک گیری کو تسکین دینی تھی اس لیے مولوی اسماعیل نجدی وہابی نے حصولِ سلطنت کی خاطر مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرانے کے لیے تقویۃ الایمان کتاب لکھی۔ تاکہ برٹش گورنمنٹ کے حکم کے مطابق پنجاب کے سکھوں اور سرحد کے مسلمانوں کو زیر کیا جائے، اور جس طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل کر آلِ سعود کے سہارے، خارجی حکومت قائم کی تھی۔ متحدہ ہندوستان میں بھی اُسی طرح انگریزوں کے سہارے اپنی سلطنت قائم کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ سکھوں سے لڑنے کی خاطر پنجاب سرحد کی خواتین ورؤسا کا تعاون ضروری تھا، جب یہ حضرات اپنی جمعیت سمیت انواحِ پشاور میں پہنچے تو جن خواتین کو آپ کی اطلاع ہوتی گئی وہ بڑی خوشی سے دستِ تعاون بڑھاتے چلے گئے، کیونکہ ابتداء وہ انہیں رحمتِ خداوندی شمار کرتے تھے۔

۱۲ ربیع الثانی (۱۲۴۲ھ) کو ہنڈ کے مقام پر مجمع عوام وخواص یعنی خواتین ورعایا نے سید

احمد صاحب کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی۔ آپ کو جناب امیر المومنین بنالیا گیا، جمعہ میں آپ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ جس طرح آج کل اُن نجدیوں، وہابیوں، خارجیوں کی معنوی اور فکری اولاد صوفی محمد اور طالبان'

اب کیا ہوا جناب سید صاحب کی مہر اسمہ احمد اور آپ کے مشیر خاص وسپہ سالار افواج نجدیاں یعنی مولوی اسماعیل دہلوی کی مہر واذکر فی الکتاب اسمٰعیل مقرر ہوئی عمال اور قاضی مقرر کیے گئے علاقے کا انتظام سنبھال لیا۔ زکوۃ وعشر کا وصول کرنا شروع کیا۔ نام نہاد ومقدمات کی سماعت کرنے لگے تو جن مسلمانوں نے انہیں تالیف قلوب کے سارے اسباب سے لیس دیکھ کر رحمتِ خداوندی عزوجل سمجھا تھا اُنہیں چندروز میں ہی معلوم ہونے لگا کہ ظلم وستم کے اصل بانی نیز ہلاکو اور چنگیز خان کے اصلی جان نشین یہی ہیں۔ جس طرح آج کل کے صوفی محمد اور طالبان تمام مسلمان اُن کی شرعی عدالتیں اور جہاد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

تو قارئین کرام اس کے ساتھ ہی اُن پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوگئی کہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اور اُن کی آبروریزی کا سلسلہ اس لیے جاری ہے کہ یہ البیلے مجاہد نجدیت و خارجیت کے مرض میں گرفتار اور مسلمانوں کو مشرکین وکفار سمجھتے ہیں۔

برطانوی ڈپلومیسی میں پورے ماہر ہیں کہ جو امیر ان سے تعاون کا اعلان کرتا ہے اس کا علاقہ زیرنگیں وخزانہ زیر تصرف یہ صورتِ حال دیکھ کر جو رئیس ذرا پیچھے ہٹا، اُسے باغی اور منافق قرار دے کر واجب القتل ٹھہرادیا۔ موقعہ ملنے پر حملہ کر دیا مسلمانوں کے خون سے خوب ہولی کھیلی، قیدیوں کو لونڈی، غلام بنایا اور جو مال ہاتھ لگا وہ کافروں کا مال ٹھہرا کر مال غنیمت شمار کیا اور خمس نکال کر باقی فوج خارجیت میں تقسیم کر دیا جاتا۔ ان خارجی وہابی نجدی مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا کہ سکھوں سے زیادہ اِن کلمہ گو کافروں (اہلسنّت) پر جہاد فرض ہے۔

(حیرت دہلوی مرزا: حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۲۱۸)

جزیرہ عرب سے اسلامی تشخص کے مٹانے میں آلِ سعود کا کردار

اس میں کوئی شک نہیں کہ سرزمین حرمین میں نبی کریم ﷺ کے آثار اور باقیات کی امت مسلمہ کے علماء ومشائخ کے نزدیک بہت بڑی اہمیت رہی ہے اور ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش مکہ میں ہوئی ہے وہاں پر ان کی طفولیت، لڑکپن اور جوانی کے ایام گزرے، یہاں تک کہ چالیس سال تک پہنچ کر ایک مرد کامل بن گئے۔ آپ کی بعثت ہوئی تو بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ تیرہ سال تک اس شہر کے سرد وگرم کو دیکھتے رہے۔ اہل ایمان کی محبت دیکھتے اور اہلِ کفر کی سرکشی اور طغیان کو برداشت کرتے رہتے تھے۔

آپ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں پر انصار مدینہ نے ان کو محبت کی گود میں لے لیا اور سر آنکھوں پر بٹھایا، مہاجرین صحابہ بھی آپ کے ساتھ رہے۔ مہاجرین اور انصار نے دینِ اسلام کا جھنڈا بلند کر کے کفر وشرک اور یہودیت ومنافقت کو شکست دی اور جزیرہ عرب میں اسلام کا بول بالا ہوگیا۔ یہاں تک کہ ایک دن مکہ مکرمہ کی سرزمین میں بھی آپ ﷺ اپنے صحابہ اور جان نثاروں کی معیت میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور خانہ خدا کو بتوں اور بت پرستوں سے پاک کر دیا۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے، عالمِ عربی نے وفود کی شکل میں آکر اسلام کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا، تا آنکہ قرآنی آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(سورہ المائدہ آیت ۳)

ترجمہ: ﴿آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری طرح

تمہیں دے دیں اور میں نے اسلام کو تمہارے لیے دین کے طور پر پسند کرلیا۔﴾

نبی کریم ﷺ نے دنیا سے آخرت کی طرف سفر کیا اور رفیق اعلی کو اختیار کر لیا۔

تاریخِ اسلام کا یہ پورا زمانہ جو گزرا ہے اس میں اس سے زمین نے نبی کریم ﷺ کے آثار اور نشانیوں کو مختلف اوقات میں مختلف شکلوں اور رنگوں میں دیکھا۔ اس سے قبل بھی سرزمینِ مکہ تو مناسکِ حج کی سرزمین ہونے کیوجہ سے مختلف آثار و معالم کا مرکز تھا۔ بیت اللہ الحرام، حجر اسماعیل، مسجد حرام، حجرہ اسود، مقامِ ابراہیم، صفا و مروہ، منیٰ و مزدلفہ اور عرفہ وغیرہ یہ تمام مقامات اپنی جگہ اس سرزمین کے آثار و معالم میں اور نبی ﷺ کی آمد اور تشریف آوری کے بعد تو اس سرزمین نے آپکے قدموں کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرلیا آپ دن رات اس میں گھومتے رہے قبائل سے ملتے رہے رشتہ داروں کے پاس جاتے تھے مشرکین مکہ کے ظلم و بربریت کو سہتے رہے اور دورانِ ہجرت طریق ہجرت کو منور کر کے مدینہ منورہ کو اپنے انوار و برکات سے منور و مبارک کرتے رہے، مدینہ منورہ میں آپ نے قیام فرمایا اسلامی ریاست قائم کی مسجد بنائی اپنے صحابہ کی ملاقات اور عیادتوں کے لیے انکے گھروں میں تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ وہاں باغات میں داخل ہو کر آرام فرماتے رہے وہاں کے کنوؤں میں لعاب مبارک ڈال کر میٹھا اور متبرک کرتے رہے، احد گئے وادی عقیق، احجار الزیت گئے بقیع گئے، مدینہ منورہ کا ذرّہ ذرّہ آپ کے انوار و برکات سے مزین ہوگیا۔ یہ آثار صحابہ کرام تابعین اور امت مسلمہ نے تیرہ سو سال سے ایک مقدس امانت کے طور پر محفوظ رکھے تواتر کے ساتھ اس کی حقیقت معلوم رہی، جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی خوش قسمت بندہ حج و عمرہ کے لیے حرم اطہر جاتا تھا تو حج و عمرہ سے فراغت کے بعد زیارت مدینہ سے محفوظ ہوتے تھے اور مناسک کے علاوہ ان معالم و آثار کو دیکھ کر ان کی زیارت مدینہ سے محفوظ ہوتے تھے اور مناسک کے علاوہ ان معالم و آثار کو دیکھ کر ان کے ایمان تازہ ہوجاتا تھا وہاں کے رہائشی لوگ خوشی خوشی سے ان لوگوں کو بتاتے تھے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی جائے پیدائش ہے، یہاں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے آرام کیا

تھا، یہاں بیعت عقبہ ہوئی، یہاں آپ نے شعب ابی طالب والا زمانہ گزارا۔ یہاں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی قبر ہے، وغیرہ وغیرہ مسلمان ان تمام معالم اور آثار کو جو وہ کتابوں میں پڑھ چکے ہوتے تھے آنکھوں سے دیکھ کر آبدیدہ ہوتے تھے۔ ایمان کو تازگی ملتی تھی، اور حج و عمرہ کی سعادت کے علاوہ حاجی و زائر کو ان مقامات مقدسہ کی زیارت بھی نصیب ہوتی تھی۔ لیکن جب سعودی طاغوت نے ارضِ حرمین پر قبضہ جمالیا تو بدعات کا بہانہ بنا کر آثار و معالم کو بے دردی کے ساتھ نہایت سفاکانہ طریقے سے بلڈوز کر دیا۔ یہودی پروگرام کے مطابق جب ان کا روحانی اور مذہبی پیشوا ابن عبدالوہاب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو وہ تمام معالم و آثار مٹا دیئے جو سالہا سال سے محفوظ تھے قائم تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ امت مسلمہ کا تعلق اور رابطہ ماضی سے کٹ جائے اور سرزمین حجاز میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے آثار باقی نہ رہے تاکہ مستقبل میں یہودی اور نصرانی مستشرقین یہ دعویٰ کرسکیں کہ حضرت محمد کا مکہ میں پیدا ہونا اور مدینہ منورہ میں مدفون ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ مکہ میں یا مدینہ میں ان کے رہنے کے کوئی آثار موجود نہیں۔ ایک درد دل رکھنے والے نے ان لوگوں کا قصہ کچھ یوں بیان کیا ہے۔

جب ان طاغوتوں نے سرزمین حرمین پر قبضہ کیا تو مکہ مکرمہ میں جتنے معالم و آثار تھے اس کو مسمار کر دیا۔ یہ آثار صدیوں سے مسلمانوں نے سنبھال رکھے تھے، ان آثار پر بزرگوں نے مسجدیں بنائی تھی ان لوگوں نے جبلس اور ہتھوڑوں سے ان سب کو مسمار کر دیا، جنت المعلیٰ کا مقبرہ مکمل طور پر تباہ کر دیا وہاں کے گنبد گرا دیے، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر کا گنبد بھی گرا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی مولد کا گنبد بھی گرا دیا، ابوبکر عمر عثمان و علی کے گھروں پر بنے ہوئے گنبدوں کو مسمار کر دیا و زمزم کا گنبد بھی گرا دیا اور جہاں جہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے آثار ملتے تھے ایک ایک کر کے اس کو خراب کر دیا۔ ان اعمال کے ساتھ وہ لوگ گانے بھی گاتے تھے، طبلے بھی بجاتے تھے اور قبروں کو گالیاں دیتے، ایک ستم ظریف نے تو سید محبوب بزرگ کی قبر پر پیشاب بھی کیا، اور

مکہ مکرمہ میں تو اللہ تعالیٰ نے بے انتہاء برکات رکھے ہیں، اس میں بیت اللہ الحرام، مشاعر الحج، مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم وغیرہ جیسے اہم مقامات ہیں آپ ﷺ وہاں پیدا ہوئے، طفولت اور بچپن کی زندگی وہاں ہی گزاری۔ جوان ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب سے سرفراز فرمایا اس لیے اس شہر میں ایک نہیں ہزار ہا یادگاریں ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی نشانیاں اور آثار ہیں بعض معالم کا تعلق تو ہے ہی مناسکِ حج کے ساتھ اور بعض مقامات کا تعلق اگرچہ مناسکِ حج سے نہیں ہے لیکن ان کی زیارت موجبِ اجر وثواب اور موجبِ تبرک ضرور ہے۔ بعض آثار مقدمات کی زیارت کا مقصد کسی ثواب کی نیت سے نہیں بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے دل کو اطمینان اور سرور نصیب ہوتا ہے اس کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ امت کو اپنے شاندار ماضی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں اور ان مقامات کا تعارف ہو جاتا ہے، جن کی رسول ﷺ سے کوئی نسبت ہوتی ہے۔

مناسکِ حج سے متعلق کا ذکر تو تمام کتابوں میں موجود ہے۔ ہم اس رسالہ میں اس کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے ہیں، دوسری قسم کے معالم میں وہ مزارات شامل ہیں جیسے جنت المعلیٰ میں موجود ہیں جس قبرستان میں اس امت کے سابقین اولین محو خواب ہیں ان میں ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ جیسی ہستی بھی ہے ان قبور کو صحیح معنوں میں ریاض الجنۃ کہا جاتا ہے، اس میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں ان کی زیارت سنت ہے اور موجب برکت ہے اس بارے میں بے شمار احادیث نبوی موجود ہیں۔

معالم وآثار کی تیسری قسم سے مراد وہ مکانات، مقامات، راستے مساجد وغیرہ ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ سے کسی طرح نسبت ثابت ہے تمام سلف صالح ان مقامات کی زیارت کو موجب سعادت سمجھتے تھے۔ علامہ محمد بن اسحاق الفوکہی (۲۱۷-۲۷۵) نے اپنی کتاب (اخبار مکہ) میں ایک باب ذکر کیا ہے جس میں ان مقامات کا ذکر ہے جہاں پر جا کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ ان میں اس گھر کا ذکر ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی

پیدائش ہوئی تھی اس کو دار ابی یوسف کہا جاتا ہے بی بی خیزران خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ ماجدہ نے اس گھر کو مسجد بنایا اور چار دیواری کے حصے سے اس کو باہر کر دیا (اخبار مکہ ۴/۵)

ایک وہ گھر ہے جس میں آپ ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہتے تھے، یہ آپ ﷺ کی رہائش گاہ تھی، اس گھر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تمام اولاد رسول ﷺ سے ہوئی، اس مکان میں ان کی وفات بھی ہوئی تھی۔ رسول ﷺ ہجرت تک اس گھر میں مقیم تھے اور اس گھر ہی سے ہجرت فرما گئے تھے، اس کے بعد یہ مکان عقیل بن ابی طالب نے لے لیا ان سے امیر معاویہ نے خرید کر اس کو مسجد بنا دیا اور اس کی تعمیر کی تجدید کردی۔ اس گھر میں ایک پتھر کا بھی ذکر ہے۔ سلیم بن مسلم وغیرہ رجال مکہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس پتھر پر تشریف رکھا کرتے تھے اور اس کے پیچھے مشرکین کے نشانوں سے آپ اپنے آپ کو بچاتے تھے۔ یہ حملہ آپ ﷺ پر دار عدی بن الحمراء اور دار ابی لھب سے ہوتے رہتے تھے یہ پتھر ایک ہاتھ اور ایک بالشت لمبا ہے۔ (اخبار مکہ ۴/۸)

ان مقامات میں سے وہ مقام بھی ہے جو اجیاد صغیر میں ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ وہاں نماز پڑھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ (والقدرای من آیات ربہ) میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ سدرۃ المنتہی پر اور دوسری مرتبہ اجیاد میں اس کے چھ سو پر تھے جس نے پورے اُفق کو چھپا رکھا تھا۔

ان مقامات میں دار ارقم والی مسجد بھی ہے جو مسجد خیزران کے نام سے معروف ہے، یہ دار ارقم وہی مقام ہے جس میں ابتداء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سابقین اولین کے ساتھ مشاورت فرمایا کرتے تھے اور اس مقام میں حضرت عمر بن الخطاب نے اسلام قبول فرمایا تھا۔ ان مقامات میں مسجد عرفہ، مسجد الکبش، مسجد اعلیٰ، مکہ، مسجد نزد چاہ جسے بیر علیا کہا جاتا ہے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس مقام میں نماز پڑھی تھی قابلِ ذکر ہیں نیز ان مقامات میں غار ثور اور غار حراء تو بہت مشہور ہیں۔ یہ ان چند مقامات کا ذکر ہے

جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں ان آثار نبوی کو اس طاغوت آل سعود نجدی نے مسمار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگ اس کے ساتھ تبرک کرتے ہیں اور تبرک شرک ہے، یہ ایک نامعقول اور جاہلانہ دلیل ہے، اگر ان سے پوچھا جائے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور اس کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں کیا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ہوتے تو آپ تو ان کو اس بہانے قتل کرتے کہ لوگ ان کے بارے میں غلو کرتے ہیں۔

برین عقل و دانش بباید گریست

یہ آثار تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم یا صحابہ کرام کی طرف منسوب اشیاء کی علامات ہیں اگر بعض لوگ ان کے بارے میں غلو کرتے ہیں تو اس کا علاج ان آثار کو مٹانا نہیں۔

آل سعود تو اپنے باپ دادا کے آثار کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کی ہر چیز کو مقدس سمجھ کر محفوظ رکھتے ہیں، غیر ملکی مہمانوں کو دکھاتے ہیں اور ان کی تصویریں تحفہ میں دیتے ہیں، رابطہ عالم اسلامی کے اخبار العالم اسلامی کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ جمہوریہ فرانس کے سربراہ جان شیراک کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے جو کہ شاہی مہمان خانے کے قصر میں مقیم ہیں اس کے بعد خادم الحرمین الشریفین اپنے مہمان فرانسیسی سربراہ کے ساتھ ایک سرکاری پروٹوکول کے ساتھ مربع میں شاہ عبدالعزیز آل سعود کے قصر میں تشریف لے گئے، اس کے بعد بادشاہ معظم اور فرانس کے سربراہ نے شاہ عبدالعزیز کے قصر کا تفصیلی دورہ کیا جہاں پر انہوں نے شاہ عبدالعزیز کے دفاتر اور بیٹھنے کی جگہ دیکھی اور شاہ عبدالعزیز کی تاریخی تصویری دستاویز دیکھی دونوں نے ان مکاتب و مجالس اور تاریخی تصویروں اور قلعہ سے متعلق تفصیل شہزادہ سلمان بن عبدالعزیز سے سنی، انہوں نے قصر کی تاریخ اور ان کے اندر موجود آشیاء کے بارے میں بتایا، خادم الحرمین الشریفین نے مہمان سربراہ کو شاہ عبدالعزیز

کی تصویروں پر مشتمل ایک البم جس پر ان کے دستخط تھے تحفہ کے طور پر پیش کی نیز جناب شہزادہ سلمان بن عبدالعزیز گورنر ریاض نے محترم مہمان کو فرانسیسی میں لکھی ہوئی ایک کتاب بھی پیش کی جس کا نام ہے (ریاض ترقی اور تاریخ) نیز ایک دستاویزی فلم بھی پیش کی جو فرانسیسی زبان میں تھی اور شاہ عبدالعزیز کی ایک اصل دستاویز کی تصویر بھی پیش کی جو فرانسیسی زبان میں تھی جو ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۷ء فرانسیسی قونصل مقیم جدہ نے شاہ عبدالعزیز کو ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر لکھا تھا۔ (اخبار العالم الاسلامی ۱۳ مارچ ۲۰۰۶)

آپ اب اندازہ لگائیں کہ یہ طاغوتی خاندان اپنے آباؤ اجداد کی نشانیوں کے تحفظ کا کتنا خیال رکھتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے آثار اور نشانیوں کو کس بے دردی کے ساتھ پامال کرتے ہیں وا پنے باپ شاہ عبدالعزیز کے میز کرسی تلوار نیزہ اور عقال وغیرہ کو تو ایک مقدس یادگار کے طور پر سنبھالتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش والا گھر، قبور صحابہ اور اس کے کتبے وغیرہ بلڈوزر کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت یہود کے ایجنٹ ہیں اور اپنی ایجنٹی کرتے ہیں۔ دراصل یہ خادم الحرمین بلکہ خائن الحرمین ہیں۔

مدینہ منورہ کے آثار و معالم کو مٹانا:

مدینہ منورہ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے آثار سے بھرا ہوا ایک نورانی شہر ہے اس شہر میں آپ ﷺ کے آثار کا ذکر تو علماء امت نے مستقل تصنیفات میں کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور تاریخ کی کتاب (البدایہ والنہایہ) میں ایک مستقل باب آپ ﷺ کے آثار و معالم کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس کا عنوان ہے (باب آثار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم التی کان یختص بھافی حیاتہ) دیکھیے البدایہ والنہایہ ۲/۶ اور علامہ علی بن احمد السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی) کو اس موضوع کے لیے خاص کیا ہے وہ اس کے خطبے میں رقمطراز ہیں۔

میں نے اس میں ایک تحفہ کیمیاء دیکھا جو کسی اور چیز میں ہیں، نہ مختصرات میں اور مبسوطات (تفصیلی کتابوں) میں خاص طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حجرہ مبارکہ سے جو متعلق ہے اور اس کی شاندار معالم و آثار میں نے اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ کیا ہے۔ اور ان کے بارے میں معلوم کیا ہے اور یقین حاصل کرلیا۔ کیونکہ ہمارے زمانے میں جو پیش آیا تھا اس کا میں بعد میں ذکر کروں گا اور اس کی تعمیر جدید کے دوران جو خیال آیا تھا کہ قریب تھا کہ وہ گر جائے میں نے حجرہ کے محکم بنیادوں کے بارے میں بھی معلوم کیا اور تعمیر نو میں خود اس کے میدان میں کھڑے ہونے کا شرف حاصل کرلیا اور اس کی مٹی کی خوشبو سونگھ لی اور اس گرد و غبار سے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔

علامہ سمہودی نے یہ کتاب مدینہ منورہ کے آثار کے بارے میں لکھی ہے اس میں مدینہ منورہ کے مختلف نام ذکر کیے ہیں اس کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبر کی زیارت کی فضیلت کا ذکر کیا ہے آپ کے روضے کی مجاورت کا ذکر کیا ہے اور اسطوانہ حنانہ کا بھی ذکر کیا ہے، جہاں ممبر بننے سے پہلے آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔

آلِ سعود نے مدینہ منورہ میں جن آثار کو ملیا میٹ کیا ہے

اس میں چند اہم آثار مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہ کی قبر جو جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے انصاری تھے۔

۲۔ عثمان بن مظعون کی قبر جو سن ۳ ہجری میں وفات پائے تھے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی قبور ام کلثوم، رقیہ، اور زینب رضی اللہ عنہما مین گیٹ میں داخل ہونے کے بعد تیس میٹر کے فاصلے پر۔

۴۔ اہلِ بیت رسول ﷺ کی قبریں جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بیٹیوں کی قبور سے کوئی پینتالیس میٹر کے فاصلے پر ہیں، ان میں مندرجہ ذیل اہلِ بیت کی قبور ہیں، حضرت فاطمہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حسن بن علی، حضرت حسین کا سر مبارک، علی زین العابدین، محمد الباقر، امام جعفر صادق۔

۵۔ امہات المؤمنین کی قبور جو آپ ﷺ کے بیٹیوں کی قبور کے شمال میں کوئی آٹھ میٹر کے فاصلے پر واقع ہیں ان میں مندرجہ ذیل امہات المومنین کے مدفن شریف ہیں۔ حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت زینب بنت جحش رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما۔

۶۔ آل ہاشم کی قبریں جو امہات المومنین کی قبروں سے پانچ میٹر کے فاصلے پر شمال کی جانب ہیں ان میں مندرجہ ذیل شخصیات کی قبور ہیں، عقیل بن ابی طالب عبداللہ بن جعفر الطیار، ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب۔

۷۔ امام مالک اور ان کے استاد نافع کی قبریں۔

۸۔ سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، حنیس بن حذافہ اور فاطمہ بنتِ اسد کی قبریں۔

۹۔ شہداء حرہ کی قبریں۔ ۱۰۔ حضرت عثمان غنی کی قبر۔

۱۱۔ سعد بن معاذ کی قبر ۱۲۔ حضور کی پھوپھیاں، صفیہ اور عاتکہ کی قبر برا۔

دیگر معالم میں مندرجہ ذیل مقامات شامل ہیں

(۱) دارعمر مسجد نبوی کے قبلہ کی طرف پہلا گھر۔ (۲) بیت ابی بکر

(۳) دارعثمان (۴) دارابی ابوایوب

(۵) مصلی الرسول اللہ ﷺ (۶) دار کلثوم بن الہدم (۷) بیراریسو

اس کے ساتھ اس میں جنت البقیع کا ذکر کیا ہے جہاں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے محبوب ترین صحابہ مدفون ہیں اور ان کے نور چشم اولاد بھی مدفون ہیں اور دیگر ہزاروں صحابہ کرام اور صحابیات بھی دفن ہوئی ہیں، اس کی فضیلت میں تو یہ بھی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ان قبور کی زیارت کے لیے خود تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے اور اس مقبرہ میں وہ لوگ بھی مدفون ہیں جن کا جنازہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود پڑھایا تھا۔ ان سے بعض کو خود آپ ﷺ نے قبر

میں بھی اتار اتھا۔

لوگوں نے خیر القرون کے زمانے سے ان آثار کا خیال رکھا تھا ان کی حفاظت کی تھی وہ قبریں بنا چکے تھے اور گنبد بھی تعمیر کر دیئے تھے اور خاص طور پر اہل بیت رسول ﷺ کی قبور پر تمام اقدامات کا مقصد ان قبور کی حفاظت اور ان کی پہچان کو باقی رکھنا تھا چونکہ لوگ مشرق و مغرب سے ان قبور کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے اس لیے ان قبور کو بناتے تھے تا کہ ان کی پہچان کے بارے میں کسی کو کوئی دقت اور مشکل پیش نہ ہوتی کہ یہ معلوم ہو کہ یہ قبر فلاں اور فلاں ہستی کی ہے تا کہ وہاں پر ان کے لیے دعاء ہو جائے اور ان قبروں سے تبرک حاصل ہو جائے اس کے بعد ممالک اور پھر عثمانی ترکوں کے زمانے میں ان کی اور تجمیل و تزیین ہوئی جنت البقیع کی یہی رونقیں ۱۱۲۰ھ تک تھیں۔

1120ھ میں جب اس شہر پر نجدی طاغوت کا قبضہ ہوا تو انہوں نے ان مزاروں اور گنبدوں کو گرادیا اور سب کو زمین کے ساتھ ملیا میٹ کر دیا اس بارے میں ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ قبریں اور گنبدیں تعمیر کرنا بدعت ہے۔

اور جب **1344**ھ میں شاہ عبدالعزیز نے ایک بار پھر حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا تو باقی ماندہ گنبدوں اور قبروں کو بلڈوز کر دیا۔ اور قبروں کی جگہ صرف ایک پتھر چھوڑ دیا بالکل اس طرح کہ وہاں پر قبر کا کوئی نام ونشان ہی نہیں۔

شاہ عبدالعزیز کے اس اعتداء اور تجاوز سے عالم اسلام میں ایک ہنگامہ ضرور پیدا ہوا چونکہ ان دنوں میں عالم اسلام کا اکثر حصہ استعمار کے قبضے میں تھا اس لیے مصر افریقہ مغرب ترکی اور ہندوستان میں مسلمانوں نے چند مظاہروں قرار دادوں، خطوط اور ٹیلی گراموں کے سواء کچھ نہیں کیا تاہم ان ہنگاموں کا یہ اثر ضرور ہو گیا کہ شاہ عبدالعزیز روضۃ الاقدس کے گنبد خضراء کو گرانے سے باز رہا۔ پاکستان کراچی سے امام شاہ احمد نورانی نے نجدیوں کو چیلنج مناظرہ کے کئی خطوط ارسال کئے جس کا انہوں نے جواب نہیں دیا مگر امام نورانی پر پابندی لگادی۔

یہ تمام فسادات اور توڑ پھوڑ در حقیقت یہود و نصاریٰ کے اشارے پر ہوا تھا جن کی تمام تر کوششیں یہ ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ سے آثار نبوت کو ختم کیا جائے اور یہود و نصاریٰ کے اس منصوبے کو عملی شکل دینے کے لیے مذہبی لباس میں آل سعود کے طواغیت اور ابنِ عبد الوہاب میدان میں اترے، جن کو یہود و نصاریٰ کا تعاون حاصل تھا۔

دشمنانِ اسلام یہود اور نصاریٰ کے ساتھ آل سعود کی دوستی

ہم نے گزشتہ صفحات میں یہ بات ذکر کی ہے کہ آلِ سعود در اصل یہودی نسل سے ہیں یہ عراق میں آباد تھے اور ان کا دادا (مردخای) نے عراق چھوڑ کر ۸۵۱ھ میں جزیرہ عرب میں آباد ہوا تھا تاہم یہ خاندان اپنے آپ کو عبری النسل سے ظاہر کرتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ وہ ربیعہ مضر سے ہیں۔

نیز مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ کرتا تھا۔ (اور اب بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں) لیکن جب اس کی ماضی میں کوئی جھانکتا ہے اور حال کو دیکھتا ہے تو اس میں ان کے نزدیک کوئی شک نہیں رہتا ہے کہ اس خاندان کا خون پوست یہودیت سے ہے اس لیے کہ یہودیوں کے ستھ اور نصرانیوں کے ساتھ ان کی نہایت گہرے دوستانہ مراسم ہیں اور ان کے ہر پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں یہ خاندان پیش پیش ہوتا ہے۔ ذیل میں ان تعلقات کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرنا:۔

جب آل سعود اور استعمار میں معاہدہ ہو گیا تو آلِ سعود نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسلام کا نام استعمال کرنا شروع کیا۔ یقیناً ان کا مقصد اسلامی خلافت کا خاتمہ اور یہود کو فلسطین میں اپنی ریاست قائم کرنے کا موقعہ دینا تھا۔ نیز خلافت کے آثار کا خاتمہ اور حرمین شریفین سے اسلامی تراث کے آثار کا خاتمہ بھی ان کا ایک اہم ہدف تھا تا کہ جزیرہ عرب میں ان کی حکومت اور شہنشاہت کو کوئی چیلنج نہ کر سکے۔

آل سعود نے اسلام کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تا کہ یہ مقصد حاصل ہو جائے اور جو قتل و غارت گری وہ کرتے تھے اس کا جواز پیدا ہو جائے کیونکہ اپنے ان اعمال کو وہ جہاد کا نام دیتے تھے۔ جس طرح آج طالبان کر رہے ہیں یہ وہی چال ہے۔

جہاد اور آل سعود:

جب محمد بن سعود نے وہابیت قبول کر لی اور انکے اور ابن عبدالوہاب نجدی کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا پھر ابن عبدالوہاب نجدی اپنے پیروکاروں کو جمع کر کے انہیں جہاد کا حکم دیتے تھے یہ جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوتا تھا، ان مسلمانوں میں نجد، حجاز، مکہ مدینہ جدہ اور طائف کے قبائل اور باشندے اور عثمانی ترک اور اشراف مکہ سب شامل تھے وہ ابن سعود کے جھنڈے کے تحت لوگوں کو جہاد کی تلقین کرتے تھے اور قرب و جوار کے ملکوں اور قبائلی سرداروں کو وہابیت قبول کرنے اور ابن سعود کے زیرِ نگین رہنے یا جزیہ دینے کا حکم دیتے تھے اسی طرح انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا ان کے پاس وہابیت قبول کرنے یا قتل ہونے کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہیں تھا یہ طریقہ بالکل خوارج کا تھا۔ اور افغانستان میں طالبانی بھی وہی کر رہے ہیں۔

سعودی شاہی خاندان ایک خارجی فتنہ:

جب سعودی طاغوت اور وہابیت کے فتنے کا کوئی مطالعہ کرتا ہے تو تاریخ کے اوراق میں موجود فرقہ خوارج کے ساتھ ان کے ڈانڈے ملا سکتے ہیں آیئے کہ پہلے خوارج کے بارے میں بتا دیں۔

خوارج کون ہیں؟

علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب (الملل والنحل) میں لکھا ہے:

کہ ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے متفقہ امام کی اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے وہ خارجی کہلاتا ہے سب سے پہلے جن لوگوں نے خارجیت اختیار کی تھی انہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی تھی وہ ان کی قیادت میں جنگِ صفین میں شریک

تھے، لیکن انہوں نے خارجیت اختیار کر لی وہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ سے براءت کا اعلان کرتے تھے اور یہ براءت ان کے نزدیک ایمان کا حصہ تھا جس کے بغیر کسی کا نکاح بھی صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ نیز وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر اور امام المسلمین کے خلاف میدانِ جنگ میں نکلنا فرض سمجھتے تھے جب وہ کسی دینی معاملے میں مخالفت کرتا ہو۔

اب دیکھتے ہیں کہ طاغوت آل سعود اور نجدی وہابیوں پر خارجیوں کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے۔

ا۔ مسلمانوں کو کافر کہنا یہ بات معلوم ہے کہ جب مسلمان کلمہ توحید پڑھتا ہو اور وہ اہلِ قبلہ میں سے ہو تو اس کو کافر کہنا جائز نہیں جب تک کلمۂ کفر کا ارتقاب نہ کرے یا ضروریات دین میں سے کسی کا منکر نہ ہو جائے جیسے وہابیہ، دیابنہ اور شیعہ وغیرہ اس پر تمام امت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ جب تک اس مسلمان نے کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جو اس کے کفر کی دلیل ہو، مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا توحید کا انکار کر دے یا نبوت سے منکر ہو جائے یا قیامت کا منکر ہو جائے وغیرہ۔

اب دیکھیں کہ آل سعود خاندان اور وہابیوں نے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا، بلکہ یوں لگتا ہے جیسا کہ انہوں نے کفر کے کارخانے بنائے ہوں ان کارخانوں کو اصل کام مسلمانوں کو کافر کہنا ہے، یہ درحقیقت لوگوں کو کافر مشرک اور مبتدع کہنے کے امام ہیں، بہت جلد ایک مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کے نزدیک دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے، اور یہ مسلمان جو نظر آتے ہیں یہ سب مشرک اور کافر ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ جب کسی ایک آدمی کو کوئی غلط کام پر دیکھتے ہیں پوری قوم کے بارے میں وہی بات کرتے ہیں کہ یہ لوگ اس غلط کام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مثلاً اگر مصر میں ایک آدمی نے قبر کو سجدہ کیا تو یہ کہتے ہیں مصری کافر ہیں، اگر پاکستان میں ایک آدمی نے غیر اللہ سے مدد مانگی تو یہ کہیں گے پاکستانی مشرک ہیں یہ لوگ صرف اپنے آپ کو

مسلمان مانتے ہیں اور دیگر تمام مسلمانوں کے بارے میں یقین سے کہتے ہیں کہ کافر ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ان کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ اس وقت مسلمان دنیا میں شکست خوردہ کیوں ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کو نہیں آتی ہے تو سعودی طاغوتیوں کا جواب یہ تھا۔ دراصل کسی کافر نے مسلمان کو شکست نہیں دی بلکہ کافر نے کافر کو شکست دی ہے۔ (نعوذ باللہ) کیونکہ ان مسلمانوں نے شرک شروع کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین اور مذہب دونوں کو خراب کر دیا تھا ان میں بت پرستی کے آثار بالکل نمایاں ہیں تمام عالمِ اسلام میں یہی حال ہے۔ یہ لوگ نہ صرف بزرگوں اور پیروں پر عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ یہ تو پتھروں اور درختوں سے بھی برکتیں مانگتے ہیں، اس طرح یہ لوگ خوارج کے راستے پر چل کر لوگوں کو کافر بناتے رہے گناہ کبیرہ صرف خوارج یا طاغوتی وہابیوں کے نزدیک کفر ہے، حالانکہ اگر معاصی کفر ہوتے تو حدود و تعزیرات مرتکب کبیرہ کے لیے بے معنی رہ جاتی ہیں کیونکہ ایمان کے بعد کفر تو ارتداد ہوتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے، پھر دیگر سزاؤں کا کیا مقصد ہے؟ اور اسی طرح تو تمام مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانا پڑے گا، کیونکہ گناہوں سے معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علاوہ کوئی اپنے آپ کو پاک نہیں کہہ سکتا، ان طاغوتی آلِ سعود وہابیوں کے مذہب کی بنیاد ہی تمام مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانا ہے ابن عبدالوہاب نجدی کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کا شرک بہت سخت اور زیادہ خطرناک ہے، بت پرستوں کے شرک کے مقابلے میں کیونکہ وہ مشرکین تو خوشی کی حالت میں شرک کرتے تھے اور سختی میں ایک اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور یہ لوگ یعنی مسلمان جو شرک کرتے ہیں یہ تو ہر حالت میں شرک کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے رسالہ کشف الشبہات (57-72) میں عام مسلمانوں پر مشرک کا اطلاق چوبیس مرتبہ سے زیادہ کیا ہے، اس طرح ان کو کفار، بت پرست، مرتدین، منافقین، منکرین توحید، اللہ تعالیٰ کے دشمن اسلام کے مدعی، اہلِ باطل اور

اہلِ جہالت کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی اس کے مذہب میں داخل ہوتا تھا اگر وہ پہلے حج کر چکا ہوتا تو انہیں کہتے تھے کہ دوبارہ حج کرو، پہلا حج تو شرک کی حالت میں کیا ہے جو نامقبول ہے، اس طرح جو کوئی اس کے مسلک میں داخل ہوتا تو اس کو کلمہ شہادت پڑھا کر اس سے کہتا تھا کہ اب تم یہ کہو کہ تم پہلے مشرک تھے اور اب مسلمان ہو گئے ہو اور یہ کہ تمہارے والدین اس دنیا سے کافر جا چکے ہیں۔ نیز یہ کہو کہ فلاں فلاں (چند علماء و مشائخ کا نام لے کر) کافر ہیں، اگر وہ آدمی سب باتوں کے لیے تیار ہوتا تھا اور یہ اقرار کرتا فبہا ورنہ اس کو قتل کرتے تھے، ابن عبدالوہاب نجدی یہ بھی کہا کرتا تھا کہ گزشتہ چھ سو سال سے یہ امت کافر ہو چکی ہے وہ صرف اپنے پیروکاروں کو مسلمان سمجھتے تھے ان کے علاوہ کسی کو مسلمان کہنے سے اپنے پیروکاروں کو روکتے تھے۔ (دیکھو رسالہ خلاصۃ الکلام ص 229-230)

آج کے وہابی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں جس نے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ کر دی، وہ مشرک، جس نے یا رسول اللہ کہا وہ مشرک، جو مزارات پر چلا گیا وہ مشرک، اور طالبان بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ مسلمانوں کا کفر اصلی ہے ردت نہیں، انہیں مشرک اور ملحد کے نام سے بھی پکارتے تھے انبیاء اور اولیاء جن کا لوگ وسیلہ کرتے تھے ان کو بت اور الہ (خدا) اور خدا کے شریک کے نام دیتے تھے یہ اطلاق کوئی دس مقامات سے زیادہ اس نے کیا ہے۔ اس طرح ان لوگوں نے مسلمانوں کی نیتوں پر بھی حملہ کیا جب وہ لوگ جو کہ کسی نبی یا ولی سے محبت کا اظہار کرتے تھے یہ لوگ ان کو مشرک کہتے تھے، حالانکہ شرک کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل کی باتیں تو ایک اللہ کو معلوم ہوتی ہیں، یہ بات تو معلوم ہے کہ ایک اللہ عالم الغیب ہے مگر جن انبیاء اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا ہے لیکن ان طاغوتی وہابیوں کی ان باتوں سے یہ اندازہ ہوتا تھا جیسا کہ یہ اپنے علم غیب ثابت کر رہے ہیں۔

اب آپ خود اندازہ لگالیں یہ آل سعود کا طاغوتی خاندان اور نجدی وہابیوں کا ٹولہ اہل قبلہ کو کافر بنانے میں کتنا آگے جاچکا ہے۔ ان لوگوں کا یہ سلسلہ اور تحریک مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت سے کم نہیں ہے، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کو عملی جامہ پہنانا ہے، خاندان سعود یہود و نصاریٰ کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے راستہ ہموار کرتے تھے جس میں وہ کہتے تھے کہ ہماری کوشش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک مکہ کی فضاؤں میں صلیب نصب نہ ہوجائے اور مکہ و مدینہ میں جمعہ کے بجائے اتوار کا تقدس قائم نہ ہوجائے۔ آج کے طالبان امریکہ کے ذریعے ہی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے امام محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی خبیث روح کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔

سعودی جامعات یا تکفیر کے کارخانے:

سعودی طاغوتی خاندان نے جزیرۂ عرب میں کئی جامعات قائم کیے ہیں۔ مثلاً جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ اور جامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض، یہ جامعات جو کردار ادا کرتے ہیں وہ دین کی خدمت اور دین کی تدریس نہیں بلکہ دینی علوم کی تدریس سے زیادہ یہاں پر تکفیر مسلمین کا کام ہوتا ہے۔ ان جامعات میں ایسے عناصر داخل ہیں جن کا کام مسلمانوں پر کفر کا ٹھپہ لگانا ہے اور کچھ بھی نہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک طالب علم نے ایم اے کا تھیسز لکھا ہے (ماتریدیہ) کے عنوان سے اور پی ایچ ڈی کا تھیسز لکھا ہے (اشعریہ) کے عنوان سے یہ دونوں رسالے بعد میں کتابی شکل میں چھپ گئے ہیں اور سعودی وزارت اوقاف کی طرف سے دنیا میں مفت تقسیم ہورہی ہیں، ماتریدیہ کے عنوان سے جو رسالہ چھپ گیا ہے اس کو جو نیا نام دیا گیا ہے وہ (عداء الماتریدیہ للعقیدۃ السلفیہ و تاریخہم و مذہبہم فی الصفات الالھیہ) ہے آگے رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ میں ان ماتریدیہ پر رد کرنے کے سلسلے میں ایک بہادر، مجاہد، طاقتور جنگجو اور ایک نوجوان شیر ہوں (ص 22) کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابیت کا یہ بغل بچہ شمس السلفی امت مسلمہ کے اکثر علماء کو کافر کہتے ہیں بلکہ برصغیر

کے ممتاز علماء کا نام لے کر کافر کہتا ہے ان کے نزدیک امام رازی، امام غزالی، علامہ بیضاوی، شاہ ولی اللہ ہندوستان میں مشائخ اور پاکستان میں توحید کے علمبردار بھی کافر تھے۔

ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ سعودی خاندان اور انکے شہزادوں سے معلوم کریں کہ کیا تمہارے خاندان نے یہ جامعات اسلامیہ اس امت مسلمہ کو کافر بنانے کے لیے قائم کیے ہیں؟ اور ان جامعات کا ہدف اور مقصد امتِ مسلمہ میں تفریق کا بیج بونا تھا۔ کیا یہ تمہارا موقف ہے؟ اگر آپ کا یہ موقف نہیں ہے تو اس قسم کے رسالے لکھنے، چھاپنے اور دنیا میں مفت تقسیم کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ سب کچھ سوچی سمجھی سازش کے تحت ہورہا ہے یہ سب کچھ وہ نہایت ہوشیاری سے ایک جارحانہ انداز میں کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں بے اتفاقی پیدا کرنا:

یہ تو ثابت ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم ﷺ کی رسالت، قرآن کریم کی از جانب اللہ ہونے اور آخرت پر یقین رکھنے میں متفق اور متحد ہیں کوئی مسلمان عقیدہ توحید اور عقیدہ ایمان سے باہر نہیں نکلتا ہے البتہ فقہی طور پر مسلمان مختلف فقہاء امت کے پیروکار ہیں تو جیسے حنفی مالکی شافعی اور حنبلی اس طرح مسلمانوں میں مختلف سلاسل صوفیہ رائج ہیں جیسے شاذلیہ، نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ وغیرہ۔ لیکن ان فقہی اور صوفیانہ اختلاف کے باوجود مسلمان، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں متحد و متفق ہیں اور زمین کے کسی کونے میں جب اسلام کے خلاف کوئی سازش تیار ہورہی ہوتو مسلمان بیک آواز اس کی سرکوبی کے لیے تیار ہوجاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(انما المؤمنون اخوۃ) بے شک مومن بھائی ہیں۔

لیکن آل سعود طاغوتی خاندان اور اس کے وہابی ٹولے کی تمام کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کی جائے تاکہ مسلمان ایک دوسرے سے دور ہوں یوں ان میں وحدت اور اتفاق نہ ہو، چنانچہ ان لوگوں کا ایک حربہ یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جو کسی امام کی تقلید

کرتا ہے یہ اسے مشرک کہتے ہیں اور اگر کوئی کسی صوفی سلسلے سے وابستہ ہے تو ان کے نزدیک وہ مشرک سے بھی بدتر ہے، نیز جو لوگ انبیاء وصالحین کے وسیلے کے قائل ہیں ان کو بھی یہ لوگ مشرک قرار دیتے ہیں۔ سعودی اسکولوں کالجوں اور جامعات میں ایک اسپیشل مضمون (توحید) کے نام سے پڑھایا جاتا ہے اس مضمون کے پڑھانے کا مقصد ان طلبہ کا (برین واش) یعنی عقل دھونا ہوتا ہے تاکہ ان کے دماغوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ یہ تمام مسلمان جو اسلام کے دعویدار ہیں مشرق ومغرب میں یہ سب کافر ہیں اور درست عقیدہ اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک یہ لوگ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب (التوحید) یا اس کی (فتح المجید) یا (تیسر العزیز الحمید) نہ پڑھ لیں، جب تک یہ سعودی توحید کوئی نہیں پڑھتا ہے اور نہیں اپناتا ہے تب تک وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، اس تمام پروگرام کا مقصد ہی یہ ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق کی کوئی تحریک یا کوشش کامیاب نہ ہوجائے، ظاہر ہے جب تمام مسلمان آپس میں دست وگریباں ہوجائیں اور ایک دوسرے کو مشرک اور کافر قرار دینا شروع کردیں تو کیسے متحد ومتفق ہوسکتے ہیں، علماء سلف کے اندر ایک تسامح ہوتا تھا راجح اور مرجوع کا اختلاف ہونے کے باوجود یہ لوگ امت کو متحد رکھتے تھے، لیکن اس طاغوتی فتنہ نے مسلمانوں میں اس رواداری کو ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے میں تبدیل کردیا، دراصل یہ لوگ یہود ونصاریٰ کے اس پلان کے مطابق کام کرتے ہیں جو کہ (مسٹر ہمفر) انگریزی جاسوس کی ڈائری میں ذکر کیا گیا ہے، بلکہ یہ اختلاف تو اب اس حد تک پہنچ گیا کہ خود مسلمان ایک دوسرے کی تباہی پر خوش ہوجاتے ہیں ان لوگوں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ کفار نے مسلمانوں کو شکست نہیں دی بلکہ کافروں کو شکست دی ہے۔

بہرحال اس سلسلے میں مسلمانوں سے جتنی کوتاہی ہورہی ہے وہ اپنی جگہ ایک جرم ہے، لیکن یہ طاغوتی خاندان جس سازش کے تحت مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلا ہوا ہے اس میں ان کے پاس کوئی عذر نہیں، جو نوجوان طاغوتی قوتوں کے پیچھے پیچھے جارہے

ہیں ان کو یہ نصیحت ہے کہ یہ لوگ ان کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں، یہ طاغوتی خاندان ان کے جذبے کو اپنے ناپاک مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، کیا آپ یقین نہیں کرتے کہ آئمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کی کتابوں کو چھوڑنے کا کا یہی مقصد ہوسکتا ہے۔؟

وہ اس امت کے مہربان تھے اور سلف صالح یہی تھے، ان لوگوں کی اس دیدہ دلیری سے امت مسلمہ میں دیگر کئی فتنے پیدا ہوگئے، جیسے سلمان رُشدی کا فتنہ یا ڈنمارک اور یورپ میں توہینِ رسالت پر مبنی کارٹونوں کا فتنہ، اور افغانستان میں امریکی طالبانی فتنہ اور جاہلی پیروں کا شدید فتنہ، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس قسم کے فتنوں سے نجات دلائے اور ان کو اتحاد واتفاق اور اخوت نصیب فرمادیں۔ آمین۔

وہابی مذہب اور آل سعود کی عملیات پر عالمِ اسلام کے علماء کا ردِعمل:

حرمین شریفین میں آل سعود کے ظلم وجبر اور بے ادبی کی خبریں، جب عالمِ اسلام میں پھیل گئیں تو مسلمانوں میں بہت سخت بے چینی پھیل گئی، برصغیر پاک وہند میں تو حالات بہت خراب تھے کہ برطانوی استعمار کا قبضہ تھا یہ مسلمان چند مظاہروں اور قراردادوں کے سواء کچھ نہیں کرسکتے تھے تاہم یہ مظاہرے نہایت جذباتی ماحول میں ہوتے تھے، چنانچہ دہلی لاہور بمبئی اور حیدرآباد میں بڑے بڑے مظاہرے ہوئے اور قراردادیں پاس ہوتیں کہ آل سعود کی حرمین الشریفین اور مقابر صحابہ واہل بیت کی توہین مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہے اور سب نے اعلان کیا کہ وہ اس مفسدانہ عمل کا مقابلہ کریں گے، انہوں نے آل سعود کے نام ایک سخت مکتوب ارسال کیا اور انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کردیا۔ بالکل اسی طرح مظاہرے دیگر مسلم شہروں میں بھی ہوئے جن میں دمشق، طہران، کابل اور قاہرہ بھی شامل ہیں۔ ہندوستان میں خلافت کمیٹی نے قرارداد پاس کی اور ایک برقیہ سعودی خاندان کی طرف بھیج دیا برقیہ میں لکھا تھا کہ مسلمان حاجی جو کہ بیت اللہ الحرام کے قرب و

جوار میں مقیم تھے جن میں کوئی بیس ہزار انڈونیشیا، ہندوستان اور الجزائر کے تھے وہ وہابیوں نے قتل کر دیئے اور اس دن وہابی طائف شہر میں داخل ہو گئے اور وہاں کے باشندوں پر بے حد ظلم و تشدد کیا جس کا بیان زبان قلم سے ممکن نہیں وہاں پر عبداللہ بن عباس کی قبر کو بھی مسمار کر دیا، اور پھر عام لوگوں کا قتل عام کر دیا۔ (دیکھئے نگارشاتِ محمد علی)

ایرانی حکومت نے تحقیق کے لیے ایک وفد بھیج دیا اس وفد کی رپورٹ میں جو باتیں شامل تھیں ان میں مندرجہ ذیل باتیں بھی تھیں۔

روضہ رسول کے گنبد خضراء پر پانچ گولیاں لگی ہیں سعودی بادشاہ عبدالعزیز نے اس کے جواب میں علماء ہندوستان کو ایک خط لکھا جس میں اس نے لکھا تھا۔

مدینہ منورہ کی تمام قبریں اور مزارات بالکل محفوظ ہیں اور انہیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ البتہ جو کچھ مکہ مکرمہ میں ہوا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان قبور اور مزارات کو دوبارہ تعمیر کریں گے اور سعودی حکومت نے روضہ اطہر اور مسجد ابی قبیس کی دوبارہ تعمیر شروع کی ہے۔

شاہ عبدالعزیز کا یہ خط بھی ایک دھوکہ تھا آل سعود نے بعد میں تمام گنبدیں گرا دیں قبروں کو مسمار کیا اور تمام تاریخی اور اثری مقامات کو ملیامیٹ کر دیا۔

علماء نے انکے خلاف فتوے دیئے مختلف ممالک میں ان کے فقہی مذہب کے علماء نے وہابیت کے بارے میں یہ فتوے جاری کر دیئے کہ وہابیت ایک گمراہ فرقہ ہے جو توحید کے نام سے کام کرتا ہے اور آل سعود ہی دینِ اسلامی کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں ان کی غرض صرف اسی ملک یا اپنا اقتدار قائم کرنا ہے تاکہ استعماری منصوبے اور یہودی خواہش کو عملی جامہ پہنایا جائے، اس سلسلے میں کئی علماء نے وہابیت کے خلاف قلم بھی اُٹھایا اور سینکڑوں کتابیں تالیف کی گئیں ان میں چند اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ ابن مرزوق نے ایک کتاب لکھی (رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور جاہل وہابی)

۲۔ علامہ سلیمان کردی شافعی نے کتاب لکھی (الصواعق الالہیہ فی الرد علی الوہابیہ)

۳۔ علامہ عبداللطیف الشافعی جو کہ ابن عبدالوہاب کے استاد تھے نے وہابیت کے خلاف ایک کتاب لکھی (تحریر الجہاد والمدی الاجتہاد)

۴۔ علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی نے ایک کتاب لکھی اس کا نام تھا۔ (الصواعق والرعود) اس کتاب پر علماء حلف بغداد اور احساء کی تقریظات بھی ہیں۔

۵۔ علامہ محمد بن عبدالرحمن بن حفائق حنبلی نے ایک کتاب لکھی (تہکم المقلدین لمن ادعی تجدد الدین) انہوں نے یہ کتاب ابن عبدالواہاب کو ارسال بھی کی لیکن وہ اس کا رد نہ کر سکے۔

۶۔ (السیوف الثقال) کے نام سے بیت المقدس کے ایک عالم نے کتاب لکھی۔

۷۔ علامہ عطاء مکی نے ایک کتاب (الصارم الہندی فی عنق النجدی) کے نام سے لکھی۔

۸۔ علامہ سید علوی بن الحداد نے (السیف الباتر لعنق المنکر علی الاکابر) کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اسی منصف نے ایک دوسری کتاب (مصباح الانام وجلاء الظلام) کے نام سے لکھی۔

۹۔ علامہ ابراہیم میرغنی نے ایک کتاب لکھی (تحریض الاغبیاء) کے نام سے اس میں وہابیت پر نہایت عالمانہ طریقہ سے رد کیا تھا۔

۱۰۔ علامہ سید عبدالرحمن جو کہ احساء کے رہنے والے تھے اس نے ایک قصیدہ قافیہ لکھا جس میں ۶۸ بیت تھے یہ پورا قصیدہ رد وہابیت میں لکھا تھا۔

۱۱۔ علامہ عبدالوہاب بن برکات نے وہابیت کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا۔

۱۲۔ علامہ احمد بن علی القبانی الشافعی نے بھی رد وہابیت پر ایک کتاب تصنیف کی تھی۔

۱۳۔ علامہ عبداللہ بن عیسی المریسی نے رد وہابیت میں ایک رسالہ لکھا تھا۔

یہ چند کتابوں اور ان کے مصنفین کے نام ہیں جو اس زمانہ میں وہابیت کے رد عمل کے طور پر ان علماء حق نے لکھے تھے اور اسی زمانے میں مذاہب رابعہ سے متعلق بہت بڑے علماء

نے وہابیت اور انکے عقائد پر اپنے فتوے بھی جاری کر دیئے تھے، جن میں ایک فتویٰ کا متن اور اس کی تصدیق کرنے والے علماء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ وصی احمد سنی حنفی	۲۔ قاضی شیخ احمد،	۳۔ محمد عادل	۴۔ مفتی محمد علی
۵۔ محمد عبداللہ الحسینی الواسطی	۶۔ محمد عبدالحق	۷۔ احمد منصور علی	۸۔ خوشا جانباز محمد عمر
۹۔ محمد منشا	۱۰۔ فقیر محمد حسین	۱۱۔ محمد نصر الدین	محمد نذیر
۱۳۔ محمد اسماعیل	۱۴۔ محمد عبدالغفور خان	۱۵۔ محمد قاسم	۱۶۔ الٰہی بخش
۱۷۔ محمد عبدالنبی	۱۸۔ محمد عبدالروف	۱۹۔ فتح الدین	۲۰۔ عبدالعزیز
۲۱۔ عبداللہ	۲۲۔ احمد علی	۲۳۔ محمد غریب الدین	۲۴۔ عبداللہ جان
۲۵۔ سید محمد اسماعیل	۲۵۔ محمد گلاب	۲۷۔ محمد محسن علی	۲۸۔ محمد شہید آران
۲۹۔ حافظ محمد عبدالحق	۳۰۔ حکیم الرشید	۳۱۔ محمد عبدالکریم	۳۲۔ حاجی محمد جی
۳۳۔ محمد غریب الدین	۳۴۔ احمد کریم	۳۵۔ عبدالحکیم	۳۶۔ فیض اللہ
۳۷۔ عبدالرشید	۳۸۔ احمد حسین	۳۹۔ مجد الدین	۴۰۔ نور الٰہی
۴۱۔ محمد عبدالرحمٰن	۴۲۔ محمد اسحاق	۴۶ محمد میر	

علماء لدھیانہ کے دستخط

۴۷۔ ابوالبشیر عبدالعلی القادری	۴۸۔ محمد عبدالرحمٰن پانی پتی	۴۹۔ محمد عبدالرحمٰن عبدالقادر	۵۰۔ محمد احمد بن ابو العلا بدر الدین
۵۱۔ عبدالعزیز بن عبدالسلام	۵۲۔ محمد حبیب الرحمٰن اللہ یانوی	۵۳۔ الٰہی بخش	۵۴۔ حیدر علی
۵۵۔ محمد عبدالرحمٰن معین الاسلام	۵۶۔ محمد یعقوب غلام رسول	۵۷۔ مظاہر الحق	۵۹۔ محمد عزیز الرحمٰن

وہابیت کے خلاف علماء حق کے فتوے:

ایک مشہور عالم دین علامہ وصی احمد محدث سورتی نے علماء کرام کے سامنے ایک
استفسار پیش کیا اور ان سے ان وہابیوں کے بارے میں پوچھا جو نام تو قرآن وسنت کے
لیتے ہیں لیکن کام وہی کرتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو سعودی عرب کے وہابیوں
نے حرمین شریفین کے اندر جو اعمال کیے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ درحقیقت قرآن و
سنت کے پیروکار نہیں بلکہ دشمن ہیں نیز وہابیت کا عقیدہ بھی اہل سنت والجماعت کے عقیدہ
کے خلاف ہے ان وہابیوں نے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچایا اور یہ اعلان کیا تھا کہ گنبد خضراء کو
مسمار کر دیں گے اور اگر عالمی طور پر مسلمانوں کا پریشر ان پر نہ ہوتا تو وہ کب کے یہ کام
کر چکے ہوتے جیسا کہ انہوں نے سرزمین وحی میں تمام آثار نبوت مٹا دیئے ہیں اب صرف
کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے، زمین پر ان کا آثار کا کوئی وجود نظر نہیں آتا ہے۔
علامہ وصی احمد نے یہ استفتا ہندوستان کے تمام علماء اہل سنت والجماعت کو پیش کر دیا
کہ وہ اس سلسلے میں اپنی آراء پیش کر دیں، چنانچہ مندرجہ ذیل فتویٰ انہیں نے صادر کر دیا۔
وہابی غیر مقلد ہیں اور وہ چاروں آئمہ متبوعین میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو بھی نہیں مانتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ فقہ اسلامی سنت رسول کے خلاف ہے اور آئمہ کرام کی تقلید شرک ہے اور
وہ متبدع تھے، ان تمام باتوں میں وہابیہ کے ڈانڈے خوارج سے ملتے ہیں اس میں شک
نہیں کہ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے اور ان کا دین اسلام اور اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نیز
وہابی صوفیاء کی تکفیر بھی کرتے ہیں، جن کا تصوف کے سلسلوں سے تعلق ہوتا ہے اور کہتے
رہتے ہیں کہ یہ تصوف سب فریب اور دھوکہ ہے یہ تمام باتیں ان وہابیوں کی گمراہی اور بے
راہ روی کی دلائل ہیں نیز یہی وہابی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن
سے اللہ تعالیٰ بری ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت ثابت کرتے ہیں اور (استوی علی

العرش) میں استواء حقیقی کا معنی لیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قدم وجہ اور نزول حقیقی بالکل اسی معنی میں ثابت ہیں جو دیگر جگہوں میں ان سے مراد لیا جاتا ہے، یہ سب حشویہ اور مجسمہ کے عقائد ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ۲۰ رکعت تراویح بدعت ہے اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ (یا شیخ عبدالقادر الجیلانی) وہ مشرک ہے انبیاء اور اولیاء کی روحانی قوت کے منکر ہیں ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے لیے سفر کرنا جائز نہیں یہ لوگ سعدی جامی اور حافظ جیسے مشائخ کی تکفیر کرتے ہیں نیز ان وہابیوں نے حرمین شریفین کے اندر جو غلط اقدامات کیے ہیں وہ بہت ناپسندیدہ اعمال ہیں، انہوں نے وہاں گھروں کو مسمار کرنا لوگوں کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جیسے اقدامات کیے ہیں۔

پھر ان لوگوں کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ ان وہابیوں کا ایمان اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں ان کے ساتھ اختلاط جائز نہیں نہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز ہے اور ضروری ہے کہ ان وہابیوں کو مساجد میں نہ آنے دیا جائے کہ ان کا وجود مسجد میں فتنہ پیدا کرنے کا سبب ہوسکتا ہے اور مشہور صوفی مفسر علامہ سہیل بن عبداللہ تستری نے فرمایا ہے جس آدمی کا ایمان پختہ عقیدہ توحید درست ہو تو وہ کسی متبدع کے ساتھ تعلق قائم نہیں رکھے گا نہ ان کے ساتھ بیٹھے گا نہ ان کے ساتھ کھائے گا نہ پیئے گا، بلکہ ان کے ساتھ عداوت اور دشمنی رکھے گا اور جو آدمی متبدع کو خوش آمدید کہے گا وہ ایمان کی حلاوت سے محروم ہوگا مو اور جو آدمی کسی متبدع سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کرے گا۔

اور طحطاوی حاشیہ درمختار کتاب الذبائح میں ہے طائفہ ناجیہ آج مذاہب اربعہ کے اندر جمع ہوگیا ہے وہ حنفی مالکی شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص ان سے خارج ہے وہ اہل بدعت میں سے ہے جو جہنمی ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں کہ وہ اپنے عقیدے کے اعتبار سے مسلمان نہیں ہیں اور علامہ شافعی نے ردالمحتار میں لکھا ہے ہمارے زمانے کے وہابیوں کا اتباع ایسا ہے جیسا خوارج کا اتباع جو کہ حضرت علی کے زمانے میں نکل آتے تھے۔

(ردالمحتار ج۳ ص ۳۰۹)

جید عالم...... عظیم انسان

ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایسے عظیم عالم اور بڑے شخص تھے ان کی اندوہناک اور المناک شہادت پر اپنے ہی نہیں غیروں نے بھی آنسوؤں کا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ ممتاز عالم دین تو تھے ہی لیکن وہ ایک عظیم اور آج کے دور میں سچے، انتہائی روایتی اور ایک شخصیت تھے کہ ان کے بچھڑ جانے کے بعد ان کا خلاء کبھی پورا نہیں ہوگا۔ میری ان کی نصف صدی کی نیازمندی تھی، ان کے والد گرامی حضرت مفتی محمد حسین نعیمی مجھ سے بڑی شفقت اور محبت کرتے تھے۔ مجھے ان کی صحبت میں بیٹھنے، ان سے علم حاصل کرنے کا شرف و اعزاز حاصل ہوا۔ عام طور پر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے عالم دین کی اولاد ان جیسی بڑی عظیم نہیں ہوتی، لیکن علامہ سرفراز نعیمی اپنے والد گرامی کے صحیح اور سچے جانشین تھے۔ والد کا علم و فضل، سادگی، دین و مذہب سے انتہائی محبت اور موقف پر چٹان کی طرح ڈٹے رہنا سب سے بڑھ کر عشق رسول انہیں وراثت میں ملا تھا۔ انہوں نے ساری زندگی انتہائی سادگی سے بسر کی، کبھی بھی کسی عہدے کی آرزو نہیں کی اور نہ ہی سرکار و دربار سے وابستہ ہوئے، اگرچہ میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف سے ان کا قریبی تعلق تھا۔ وہ میاں نواز شریف کے بچپن کے ساتھیوں میں سے تھے۔

مرحوم میاں شریف کا مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سے عقیدت و احترام کا ایک دیرینہ رشتہ تھا۔ مولانا نعیمی چوک دالگراں کی جامع مسجد میں خطیب تھے۔ ان دنوں میاں شریف کی سرائے سلطان میں رہائش تھی، جہاں میاں نواز شریف، شہباز شریف کی علامہ سرفراز نعیمی سے دوستی اور تعلقات کا آغاز ہوا اور محبت کا یہ رشتہ آخری وقت تک قائم رہا، میاں نواز شریف دو بار وزیراعظم اور شہباز میاں وزیراعلیٰ پنجاب رہے اور اس وقت بھی ہیں، ان کی خواہش رہی کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی علمی خدمات سے استفادہ کیا جائے، لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کبھی بھی ان کی ایسی کسی پیشکش کو قبول نہیں کیا اور نہ ہی کوئی سرکاری مراعات حاصل کی، جب وزیراعلیٰ پرویز الٰہی نے قرآن بورڈ قائم کیا تو ان کی خواہش تھی کہ ڈاکٹر نعیمی

کوکورس کا سربراہ بنایا جائے، لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں سرکاری عہدہ لینا پسند نہیں کرتا۔ آج بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جن کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں ہیں، ٹھاٹ باٹ ہیں لیکن ڈاکٹر شہید درویش صفت شخصیت تھے۔ ان کے پاس ایک پرانی موٹر سائیکل تھی جس پر وہ زندگی بھر سفر کرتے رہے، ان کا تعلق اہلسنّت (بریلوی) مسلک سے تھا، لیکن تمام مسالک میں مقبول ومحبوب تھے۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کا تعلق جمعیت علماء پاکستان سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اہلسنت قائد ملت اسلامیہ امام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی، ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے بڑی محبت کرتے تھے، اور جامعہ نعیمیہ کی تقاریب میں شریک ہوا کرتے۔ مولانا نورانی جب لاہور تشریف لاتے تو جامعہ نعیمیہ جایا کرتے اور ڈاکٹر صاحب بھی ان سے ملنے جاتے تھے اور یہ دونوں قائدین ان کی دینی علمیت اور کردار کے معترف بھی تھے، اگرچہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا کسی سیاسی جماعت سے عملاً تعلق تو نہیں تھا لیکن دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے ملک میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد میں ہمیشہ شریک رہے۔ یہ ان کا ایک بڑا دینی کارنامہ ہے کہ انہوں نے 22 دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور جب توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا فتنہ برپا کیا گیا تو جناب ڈاکٹر نعیمی کی قیادت میں سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا جس نے حکومت کو بھی احتجاج کرنے پر مجبور کر دیا۔ آج جب ملک دہشت گردوں کے شدید بحران سے دوچار ہے اس وقت جن علماء کرام ومشائخ عظام نے آگے بڑھ کران کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا اور رائے عامہ کو ہموار کرنے میں کردار ادا کیا۔ ان میں ڈاکٹر نعیمی قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے سوات، مالاکنڈ میں فوجی آپریشن کی بھرپور حمایت کی اور اسے ملک کے استحکام کی جنگ قرار دیا۔ ملک میں نئی نسل کی دینی تربیت کے لیے مولانا محمد حسین نعیمی نے جامعہ نعیمہ قائم کر کے جس مشن کا آغاز کیا تھا اسے ڈاکٹر سرفراز شہید نے اسی جذبہ ولگن سے جاری رکھا، اس وقت لاہور میں ان کے 11 مدارس موجود ہیں اور دوسرے شہروں میں بھی بہت سے مدرسوں کا ان سے الحاق ہے، جہاں دینی تعلیم کے علاوہ جدید تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

جامعہ نعیمہ میں آئی ٹی کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا۔ میاں طارق شفیع نے شورکوٹ میں شوگر ملز کے ساتھ ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اس کے قیام وانتظام کی ذمہ داری لی۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید میں وہ تمام انسانی اقدار وروایات موجود تھیں جن سے آج کا نوجوان محروم ہے۔ وہ ایسے بڑے آدمی تھے جنہوں نے دین کی ترویج واشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ وہ دین کی سربلندی اور وطن کے استحکام کے لیے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس طرح ملک ایک جید عالم، دردمند انسان اور محبت کرنے والی شخصیت سے محروم ہو گیا۔

آخر میں ان کے ہونہار صاحبزادے مولانا راغب نعیمی سے دلی اظہار تعزیت اس یقین کے ساتھ کہ وہ اپنے شہید والد گرامی کے مشن کی تکمیل تک نظریہ پاکستان کے تحفظ اور استحکام وطن کی جدوجہد میں اسی جذبے، لگن کے ساتھ شریک رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب شہید کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (آمین)

اس سے قبل: پنجاب ہی کے ضلع قصور میں حضرت علامہ مولانا محمد اکرم رضوی کو دن کی روشنی میں شہید کر دیا گیا تھا، مجرم گرفتار بھی ہوئے جن کا تعلق وہابی جہادی تنظیم سے تھا۔ مگر وہ چند دنوں کے بعد رہا کر دیئے گئے، کشمیر میں کتنے ہی صوفیوں اور سنی عالموں کو دن کے اجالے میں گولیوں سے بھون دیا گیا، اس کے علاوہ 13 اپریل 12 ربیع الاول 2006ء کراچی کے نشتر پارک میں ٹھیک اس وقت جب کہ اجتماع میلاد کے لوگ نماز مغرب ادا کر رہے تھے، نمازیوں کو دھماکے کے ذریعے شہید کر دیا گیا، اسی میں تقریباً 50 سے زیادہ شہید ہوئے اور 100 افراد شدید زخمی ہوئے، جب کہ تا حال مساجد ومدارس اور خانقاہوں میں مسلسل مسلمانوں کے اجتماعی قتل ہو رہے ہیں، یا اللہ آخر یہ کون سا جہاد ہے، اور یہ کیسی حکمرانی ہے۔، کہ جس میں اہل وطن کے مال، جان اور عزت تک کا تحفظ نہیں ہے۔"

فرقہ واریت پھیلانے کی امریکی سازش کو جمعیت علمائے پاکستان نے ناکام بنادیا

جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے آل مذہبی پارٹیز قومی کانفرنس مورخہ 14 مئی 2009ء کو لاہور میں منعقد ہوئی جس میں ملک کی 17 مذہبی جماعتوں نے شرکت کی۔

''(۱) جمعیت علمائے پاکستان کے صاحبزادے ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، پیر اعجاز ہاشمی، قاری زوار بہادر، علامہ سید شبیر احمد ہاشمی، چودھری محمد یعقوب، ڈاکٹر جاوید اعوان، علی حیدر نور خان نیازی، ایم پی اے (۱) جماعت اسلامی پاکستان سید منور حسن، قاضی حسین احمد لیاقت بلوچ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (۳) جمعیت علماء اسلام (ف) مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر (۴) اسلامی تحریک پاکستان کے علامہ سید ساجد علی نقوی، اور دیگر (۵) جمعیت علماء اسلام (س) مولوی اجمل قادری اور دیگر (۵) مرکزی جمعیت اہلحدیث پروفیسر ساجد میر، (۶) مرکزی جماعت اہلسنت کے پیر میاں عبدالخالق آف بھرچونڈی شریف (۷) جمعیت علماء جموں کشمیر کے پیر عتیق الرحمٰن (ایم ایل اے (۸) جمعیت علماء پاکستان نفاذ شریعت کے خان سلیم اللہ خان (۹) کاروان اسلام مفتی محمد خان قادری (۱۰) تنظیم المدارس کے ڈاکٹر سرفراز نعیمی (۱۱) وفاق المدارس کے مولانا فضل الرحیم، (۱۲) وفاق المدارس شیعہ کے علامہ قاضی نیاز حسین نقوی، (۱۳) تحریک منہاج القرآن والے ڈاکٹر رفیق عباسی، (۱۴) اسلامی شریعہ کونسل مولانا زاہد الراشدی (۵) جمعیت اہلحدیث مولانا ابتسام الحق ظہیر (۱۶) تذکرہ اسلاف کونسل پاکستان مولانا اکرم کشمیر، (۱۷) پاکستان امن کونسل مفتی صفدر علی، اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے وزیر اعظم کی

A-P.P.C میں J.U.P کا فوجی آپریشن کی مخالفت کی اور کہا کہ مزارات، خانقاہوں، دینی مدارس، مساجد، امام بارگاہوں کی بے حرمتی کی ہم شدید اور سخت مذمت کرتے ہیں، اور ملک بھر میں امام بارگاہوں، اسکولوں، مسجدوں، سیکورٹی فورسز نہتے عوام پر خودکش حملوں کی سخت مذمت کرتے ہیں، طالبان کے بعض گروپ بھارتی اور امریکی ایجنڈے کی تکمیل کررہے ہیں. جس کی ہم سب مذمت کرتے ہیں. یہ سب کھیل مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی بہت بڑی شازش ہے. جس کو ہم کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے، تمام شرکاء نے اس کی حمایت کی۔

ابرِ رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

یہ صدی غلبہ اسلام کی صدی ہے

قول نائب مجدد الف ثانی

مجدد امام شاہ احمد نورانی صدیقی

سانحہ نشتر پارک کی آزادانہ تحقیقات ہو جاتیں تو یہ سانحہ کبھی رونما نہ ہوتا.

واشنگٹن مسلمانوں میں جذبہ جہاد سرد اور اپنے مخالفین کو ختم کرنا چاہتا ہے

ہم مشرف کے کیے کو آج تک بھگت رہے ہیں. پاکستان میں بلیک واٹر

نامی امریکی تنظیم کے ایجنٹ بھی آ گئے ہیں، لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے، دہشت گردی، فائرنگ اور خودکش حملوں کے ایک نہ رکنے والے سلسلے نے ملکی سالمیت کے حوالے سے ہر کسی کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے، پشاور کے خودکش حملے سے ابھی سنبھل نہ پائے تھے کہ جامعہ نعیمیہ لاہور کے منتظم اعلیٰ علامہ سرفراز نعیمی کو ایک خودکش حملے میں شہید کر دیا گیا۔ دوسری جانب نوشہرہ میں آرمی سپلائی ڈپو کے نزدیک مسجد میں خودکش دھماکے سے قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، ملک میں ہونے والے ان خودکش حملوں کے پیچھے کون کون سے عناصر ہو سکتے ہیں یہ جاننے کے لیے امت نے ملٹری انٹیلی جنس اور آئی ایس آئی کے سابق ڈی جی معروف عسکری دانشور لیفٹیننٹ (جنرل ر) حمید گل سے گفتگو کی جو پیش خدمت ہے۔

س:: جنرل صاحب مساجد پر حملے اور اب دارالعلوم نعیمیہ میں خودکش حملے کے نتیجے میں مولانا مفتی سرفراز نعیمی کی شہادت کے پیچھے کون سے عناصر کارفرما ہو سکتے ہیں؟

ج: مجھے ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر شدید صدمہ ہے، ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کے ساتھ میرے بہت اچھے دیرینہ مراسم تھے، میں ڈاکٹر صاحب کا بہت احترام کرتا تھا اور وہ جہاد کے مخالف بالکل بھی نہیں تھے، اگر کسی کے ذہن میں یہ ہو کہ وہ جہاد کے خلاف تھے تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہے، بلکہ جب افغانستان پر امریکی حملہ ہوا تھا تو سب سے زیادہ احتجاج جامعہ نعیمیہ نے کیا تھا اور انہوں نے اس حملے کے خلاف ایک اجتماع جامعہ میں منعقد کیا تھا جس میں، میں بھی شریک ہوا تھا۔ یہ امریکہ کی گھناؤنی اور خطرناک سازش

ہے جس کے تحت پاکستان کو فرقہ واریت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

س: آپ نے کہا کہ یہ ایک گھناؤنی سازش ہے، اس سازش کا پس منظر ہے؟

ج: میں نے کچھ عرصہ پہلے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن کی یہودی اسکالر اور زلمے خلیل زاد کی بیوی شرل برنارڈ (Chyral Bernard) نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا. امریکہ کی تمام خفیہ کارروائیاں اسی مقالے کی روشنی میں ہو رہی ہیں، اس مقالے میں واضح اشارے دیئے گئے تھے کہ مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے کون کون سے طریقے اختیار کیے جائیں، مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو بے اثر کر دیا جائے، مسلمانوں کی فرقہ وارانہ تقسیم پر اس مقالے میں بھرپور طریقے سے جائزہ لیا گیا ہے اور مسلم معاشرے کے اندر فرقہ وارانہ تقسیم کا نہایت گہرائی سے جائزہ لیا گیا تھا۔ اسی کو مسلم معاشرے کی تحلیل کے منصوبے کے لیے استعمال کیا گیا۔ شرل برنارڈ نے مسلمانوں کو چار طبقات میں تقسیم کیا تھا۔ پہلے طبقے میں بریلوی، دوسرے میں دیوبندی اور اہل حدیث اور تیسرے میں شیعہ مکتبہ فکر کے تمام مسلمانوں کو شامل کیا، جب کہ چوتھا طبقہ لبرل مسلمانوں پر مبنی تھا جو کسی بھی مسلک پر عمل نہیں کرتا، لبرل مسلمانوں کے بارے میں شرل برنارڈ کی رائے تھی کہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ لہذا یہ کچھ نہیں کر سکتے البتہ باقی تین مسلمان طبقات کو آپس میں متصادم کرانے کے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں، اس وقت پاکستان میں یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے، خاص طور پر شمال مغربی علاقے اس منصوبے کا ہدف ہیں، اس کھیل میں ضروری نہیں کہ فرقہ ورانہ عصبیت رکھنے والے ہی ہوں کوئی دوسرا بھی ہو سکتا ہے، اگر کھلی آنکھ اور کھلے ذہن کے ساتھ تحقیقات کی جائے تو اس کھیل کے اصل کھلاڑی سامنے آئیں گے۔

س: کیا یہ کھیل کے تحت پہلی کارروائی تھی۔؟'

ج: نہیں اس کا آغاز سانحہ نشتر پارک سے کیا گیا تھا، اس امریکی منصوبے کے تحت

2006ء میں نشتر پارک میں سنی تحریک کی پوری قیادت کو ختم کیا گیا تھا اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے لبرل مسلمانوں کو استعمال کیا گیا تھا۔ جس کی قیادت پرویز مشرف کر رہے تھے۔ اس واقعے مین 51 مسلمان شہید ہوئے تھے اور ان کی شہادت کے لیے اس قدر مقدس دن کا انتخاب کیا گیا تھا اور ایک مقدس اجتماع کو نشانہ بنایا گیا تھا، اسی وقت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اب یہ نیا سلسلہ شروع ہوگا۔ اس وقت مجھے پاکستان کے دشمن اپنے دو مقاصد میں کامیاب نظر آ رہے ہیں، جس کا ادراک کرنا چاہیے، سابقہ اور موجودہ حکومت نے سانحہ نشتر پارک کی کوئی تحقیق نہیں کی، اسے سرد خانے میں ڈال دیا، باوجود اس کے کہ بہت احتجاج ہوتے رہے لیکن اس مسئلے پر حکومت کے کان پر کوئی جوں تک نہیں رینگی، اب بات حد سے بہت آگے نکل گئی ہے اور وہ دو بڑے مقاصد میں کامیاب نظر آتے ہیں ایک تو اس مقالے کی روشنی میں امریکیوں کا مقصد تھا کہ پاکستانی فوج کو پاکستان کے قبائلیوں کے ساتھ لڑا دیا جائے، میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑتا۔ کہ کون غلط ہے کون صحیح ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکی عناصر قبائلیوں کے اندر سرایت کر گئے اور امریکی شیطانی منصوبے کے تحت اس کے ایجنٹوں نے ان کے اندر اپنے پورے قدم جما لیے ہیں، ایک بار بار یہ کہتا رہا۔ ہوں کہ پاکستان میں بلیک واٹر نامی تنظیم کے لوگ بھی آ گئے ہیں اور انہوں نے یہاں پر اسپائیڈ گروپ بھی قائم کیے اور ڈکٹیٹر پرویز مشرف کی موجودگی میں انہوں نے سب کچھ کیا اور انہیں اس نے اپنا کام پھیلانے کی پوری آزادی دی۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکیوں نے اپنی اسپیشل فورسز کے یونٹ بھی پاکستان میں داخل کیے، اس کے علاوہ را، موساد اور افغانستان کی سابق کمیونسٹ انٹیلی جنس نے اپنا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے، ان ایجنسیوں نے اپنا پہلا نیٹ ورک کراچی میں قائم کیا اور سابقہ دور میں لاہور میں بھی یہ نیٹ ورک قائم کر لیا، مجھے تو اسی نیٹ ورک کا یہ شاخسانہ لگتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ پرویز مشرف نے دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں امریکہ کا آلہ کار بننے کا جو

فیصلہ کیا یہ اسی کرنی کا پھل ہے، ہم مشرف کے کیے کو آج تک بھگت رہے ہیں کہ 30 لاکھ افراد اسی پالیسی کے نتیجے میں آج بے گھر ہیں۔ اس سے نجات کے لیے ہم سب کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا، اور بہت کوشش کرنا ہوگی۔ اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے لیکن یہ بھی بڑی واضح حقیقت ہے، کہ حکومت اس ذمہ داری کو نبھانے میں ناکام ہو گئی ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اب یہ حکومت کے بس کا روگ نہیں رہا ہے۔ امریکہ کے یہی دونوں مقاصد تھے، یعنی فرقہ وارایت کا پھیلاؤ اور فوج کو عوام سے لڑا دینا اب اس مسئلے کے حل کے لیے علماء اور سول سوسائٹی کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ لیکن حکومت کسی کو بھی خاطر میں نہیں لا رہی، وہ اپنی ہی ڈگر پر چلی جا رہی ہے، وہ ایک ڈکٹیٹر کی غلط پالیسیوں کے تسلسل پر نہ صرف قائم ہے بلکہ اسے جاری رکھنے پر مصر ہے، ہم پر یہ حکومت جس ڈیل کی وجہ سے ہم پر مسلط کی گئی ہے اس ڈیل کو اب عوام کے اندر لانا ہوگا، یہ کام پارلیمنٹ کا ہے کیونکہ 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں عوام نے ڈکٹیٹر شپ کے خلاف ووٹ دیا تھا، اس کی پالیسیوں کو مسترد کیا تھا۔ ان انتخاب نے پارلیمنٹ تو قائم کی لیکن حکومت قائم نہیں کی۔ حکومت اسی ڈیل کے نتیجے میں آئی۔

س: بلیک واٹر تنظیم کس کی ایجنسی ہے؟

ج: بلیک واٹر سابق نائب امریکی صدر ڈک چینی کی ایجنسی ہے، اسے آپ ان کا گینگ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک پرائیویٹ ایجنسی ہے جس میں کرائے کے قاتل ہوتے ہیں جو اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ ہم پاکستان کے فوجیوں کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے تربیت دیں گے کیونکہ ڈک چینی نے اپنے نجی گینگ کو یہی قانونی لبادہ پہنایا تھا۔ جس کے جواب میں چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق کیانی نے کہا کہ ہمیں ایسے ٹرینرز یا اس قسم کی تربیت دینے والوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس سے پہلے پرویز مشرف کے دور میں ان کے کچھ لوگ آ چکے تھے لیکن جنرل کیانی نے انہیں دور کیا اور کہا کہ ہم ٹریننگ کی

ضرورت نہیں ہے، ہماری فوج تربیت یافتہ ہے، یہ عام باتیں جو صیغہ راز میں رہی ہیں ان کا منظر عام پر آنا اب ضروری ہے کہ اس ایجنسی کے کتنے ٹرینرز ہیں، کون ہیں، کہاں کہاں پر ہیں۔ ان کے پاس کون سے آلات اور ہتھیار ہیں ان تمام باتوں کو اور ان کے نیٹ ورک کو قوم کے سامنے لایا جائے۔ قوم کو دھوکے میں نہ رکھا جائے قوم کو تاریک راہوں پر نہ مارا جائے، میں یہ بھی کہوں گا کہ اس سانحہ سے بعض ایسے عناصر بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں جن کا دینی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر سانحہ نشتر پارک کی آزادانہ تحقیقات ہو جاتیں تو شاید یہ سانحہ بھی رونما نہ ہوتا۔ لیکن اس واقعے کی آڑ میں بہت سے سیکولر عناصری اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے شامل ہو جائیں گے حقیقت یہ ہے کہ ملک انتشار کا شکار ہو رہا ہے، ملک کو سنبھالنے کے لیے ضروری ہے کہ علمائے کرام اپنا کردار ادا کریں اور اسی کے لیے سنجیدگی کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارے آلہ کار بننے کی حیثیت کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور اس شراکت کو ختم کیا جائے کیونکہ اس وقت ڈرون حملے بھی جاری ہیں اور خود کش حملے بھی جاری ہیں۔

س: شرپسند عناصر کو کیسے ہمارے اندر داخل ہونے کا موقع مل گیا؟ ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں نے اس کا سد باب کیوں نہیں کیا؟

ج: پرویز مشرف نے سی آئی اے کو قبائلی علاقوں میں سرگرمی سے کام کرنے کی اجازت دے دی تھی، اور اپنی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو وہاں کام کرنے سے روک دیا تھا، یہ اس کے بھی اثرات ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکی ایجنٹ ہمارے اندر بری طرح داخل ہو چکے ہیں، ہم اپنے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھ کر بلکہ اس سے بھی آگے ہم ان کے غلام بن کر کام کررہے ہیں، طالبان کی بظاہر دشمنی کے رنگ میں جو یہ آواز بلند کررہے ہیں کہ اپنے اپنے علاقوں اور محلوں میں فورسز اور ٹیمیں لڑائی کے لیے تیار کریں، دراصل یہ بھی امریکی ایجنڈ ہیں کہ جس طرح طالبان مختلف گروہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ لڑرہے ہیں، اسی طرح پورے

ملک میں یہ بنائی ہوئی فورسز اور ٹیمیں اندرون ملک خانہ جنگی شروع کردیں۔ سرفراز نعیمی کی شہادت ایک ایسی علامت ہے جس سے لگتا ہے کہ امریکہ اپنے تمام سنجیدہ مخالفین کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

بدقسمتی تو یہ ہے کہ اب تک لاہور میں ہونے والی دہشت گردی کی تمام وارداتوں میں بھارت ملوث نظر آیا ہے، انہوں نے کہا کہ جامعہ نعیمیہ میں ہونے والی دہشت گردی فرقہ وارانہ کارروائی نہیں ہوسکتی، کیونکہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شخصیت ایسی نہیں تھیں، اکثر جگہ ہم لوگ اکٹھے ہوا کرتے تھے، مگر ان کی ذات میں ایک فرقہ پرست میں نے کبھی نہیں دیکھا، جب وہ فرقہ پرست تھے ہی نہیں تو پھر ان کا قتل فرقہ وارانہ کیسے ہوگیا۔ جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں وہ ان کے قتل کی اہمیت کم کررہے ہیں۔

علامہ سرفراز نعیمی کی المناک شہادت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لال مسجد اسلام آباد کے نائب خطیب مولانا عامر صدیق نے کہا۔ ''اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ علامہ ڈاکٹر سرفراز حسین نعیمی انتہائی معتدل مزاج اور قابل قدر عالم دین تھے، تمام مسالک فکر میں ان کا یکساں احترام کیا جاتا تھا۔ وہ مصلحت کے بغیر حق پر ڈٹ جانے والی شخصیت تھے، لال مسجد کے سانحے میں حضرت سرفراز حسین نعیمی ہمارے ساتھ رہے، ان کی شہادت بہت بڑا سانحہ ہے، موت العالم موت العلم ہے۔ یہ انتہائی قابل مذمت فعل ہے، ملک دشمن عناصر کی اس کارروائی سے مذہبی طبقے کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ ہم اس واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہیں اور آپس میں اتحاد و اتفاق پر زور دیتے ہوئے ہم تمام علماء سے گزارش کریں گے کہ اس طرح کے ملی سانحات سے بچنے کے لیے عملی اقدامات کریں، اگر ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب جیسی شخصیات کے ہمارے درمیان اس طرح اٹھ جانے پر بھی ہم نے ہوش کے ناخن نہ لیے۔

☆☆☆

دہشت گردی اور قتلِ ناحق کا حکم

مفکرِ اسلام حضرتِ علامہ مفتی منیب الرحمان کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں متعدد مقامات (مساجد، امام بارگاہیں اور پبلک مقامات وغیرہ) پر اندھا دھند فائرنگ کر کے یا بم بلاسٹ کر کے اجتماعی قتل کے واقعات ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض اشخاص پر خصوصی ہدف بنا کر حملے کیے جا رہے ہیں، جنہیں عرفِ عام میں (Target Killing) کہا جاتا ہے، بعض علمی، سماجی، ملی اور قومی شخصیات بھی اس کا ہدف بن رہی ہیں۔ اب ایک عرصے سے فکری ونظریاتی طور پر سیکولر، لبرل اور اسلام کو ناپسند کرنے والے افراد اس کا سارا ملبہ اسلام پر ڈال رہے ہیں اور ان کی رائے میں یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور اسلام کے نام پر جذباتی نوجوانوں کو ایسی کارروائیوں پر آمادہ کیا جاتا ہے اور ان کے ذہنوں میں یہ راسخ کر دیا جاتا ہے کہ گویا یہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے، تو جب تک اس مسئلے کے بارے میں اسلام کے شرعی احکام کو واضح نہیں کیا جائے گا، موجودہ دور میں اس کا ذمہ دار اسلام اور علماءِ اسلام ہی کو گردانا جاتا رہے گا، لہٰذا ازراہِ کرم ایسی کارروائیوں کا شرعی حکم بیان فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کے ذہنوں میں اسلامی تعلیمات کا حقیقی تصور واضح ہو۔

المستفتی

﴿مولانا محمد نصیر اللہ نقشبندی﴾

نیریاں شریف، آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام مسلمان محفوظ الدم ہیں، فقہی اصطلاح میں اسے ''محقون الدم'' اور ''مصون الدم'' بھی کہتے ہیں، یعنی بغیر کسی وجہ شرعی کے ان کا خون بہانا حرام ہے اور وہ شرعی وجوہ، جن کے سبب کسی مسلمان کا خون مباح ہو جاتا ہے، یہ ہیں۔

(الف) یہ کہ کوئی مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہو جائے۔

(ب) کسی کو ناحق قتل کرے۔

(ج) شادی شدہ زانی ہو۔

ان وجوہات کے سوا مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے۔ اور جو مسلمان ان وجوہ میں سے کسی ایک کا ارتکاب کر لے، تو وہ پھر ''محفوظ الدم'' نہیں رہتا۔ بلکہ ''مباح الدم'' ہو جاتا ہے، یعنی اس کی جان کی حرمت باقی نہیں رہتی، لیکن اس کے باوجود اس کو قصاص یا حد شرعی میں قتل کرنا عوام کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ اسلامی حکومت کا منصب اور اس کی ذمہ داری ہے، قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ: ''جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور (اللہ تعالیٰ نے) اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ النساء 93)

اس آیت کے تحت مومن کے قتل عامد (یعنی دانستہ کسی ایسی جان کو ارادۃً قتل سے تلف کرنے والا، جسے شریعت نے حرام ومحفوظ قرار دیا ہے) کو آخرت میں جہنم کی دائمی سزا، اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب عظیم کا سزاوار قرار دیا گیا ہے۔ پھر اس پر مفسرین وفقہاء نے بحث کی ہے کہ آیا اب ''قتل عمد'' کا مرتکب ابدی اور دائمی جہنم کی سزا کا حقدار ہے یا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، کیونکہ اگر یہ حکم مطلق اور قطعی ہے تو بظاہر یہ قرآن کی اس آیت سے متعارض ہے کہ:

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشآء

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ شریک ٹھہرانے کو تو (ہرگز) معاف نہیں فرماتا اور اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لیے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (النساء: 48)

تو اس استثناء کے عموم میں تو ''قتل عمد'' بھی آتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں آیات میں تطبیق کرتے ہوئے سورۃ النساء آیت نمبر 93 کی تفسیری بحث میں علامہ محمود آلوسی نے تفسیر

روح المعانی میں لکھا ہے۔

اگر اس آیت کو اپنے ظاہری مفہوم پر قائم رکھا جائے تو پھر مومن کے ''قاتل عامد'' سے مراد وہ قاتل ہوگا، جو اسے حلال سمجھ کر قتل کرے، تو پھر تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی یہ پھر محل نزاع ہے۔ (کہ وہ دائمی طور پر جہنمی ہی ہے) انہوں نے مزید لکھا کہ عکرمہ، ابن جریج اور مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت میں ''معتمدا'' کی تفسیر میں مستحلا'' کی قید لگائی ہے کہ جو حلال جان کر ''قتل عمد'' کا ارتکاب کرے۔

(روح المعانی جلد :5 ص :17 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)''

"عن عبداللہ بن مسعود قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ، الا باحدی ثلث بالنفس، والثیب الزانی، والمارق لدینہ التارک للجماعۃ"

ترجمہ: ''عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کہ جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی جان لینا سوائے تین وجوہ کے حلال نہیں ہے۔ (ایک) جان کے بدلے میں جان (یعنی اس نے ناحق کسی کو قتل کیا ہو اور قصاص میں اس کی جان لی جائے)، (دوسری) شادی شدہ زانی اور (تیسری) جماعت (کی متفق علیہ راہ) کو چھوڑ کر دین سے نکلنے والا (یعنی مرتد ہو جائے)، (مشکوۃ بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم)''

صحیح مسلم کتاب الایمان میں ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسق وقتالہ کفر

ترجمہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸ صحیح مسلم رقم الحدیث ۶۴)''

اس حدیث کی شرح میں علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی لکھتے

ہیں۔

ترجمہ: ''کسی کو ناحق قتل کرنے سے اہلِ حق کے نزدیک ایسا کفر لازم نہیں آتا، جس کے باعث وہ ملتِ اسلام سے خارج ہو جائے، جیسا کہ ہم نے متعدد مقامات پر پہلے بھی بیان کیا ہے، سوائے اس کے کہ وہ قتل ناحق کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے، تو کہا گیا ہے کہ حدیث کی تاویل میں کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ (اگر کفر کو اپنے حقیقی اصطلاحی معنی پر محمول کیا جائے) تو اس سے مراد وہ شخص ہے، جو حلال جان کر قتل ناحق کا ارتکاب کرے، (شرح نووی، جلد 1 ص 54)

فتاویٰ عالمگیری جلد نمبر 6 ص 3 پر ہے۔

'' ویقتل المسلم بالذمی''

ترجمہ ''اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر مسلم کی بھی جان اور مال محفوظ ہے اور اگر کسی مسلمان نے اس کو بغیر کسی وجہ شرعی کے قتل کر دیا تو وہ مسلمان بھی واجب القتل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والے تمام ایسے مسلمانوں (جو شرعی طور پر محفوظ الدم ہیں) اور ایسے تمام پابند آئین وقانون غیر مسلموں (جو پاکستان کے مستقل شہری ہیں یا بذریعہ ویزا آنے کی وجہ سے قانونی طور پر حکومتِ پاکستان کی امان میں ہیں اور جنہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کیا، جس سے وہ مباح الدم ہو گئے ہوں) کی جان و مال محفوظ ہے اور ان کو کسی وجہ سے شرعی کے بغیر ناحق قتل کرنا حرام ہے اور ان کو حلال اور جائز سمجھ کر قتل کرنا فقہاء احناف کے نزدیک کفر ہے اور ہر مسلمان، جو شرعاً محفوظ الدم ہے، کو بغیر کسی شرعی وجہ کے جائز سمجھ کر قتل کرنا تمام آئمہ کے نزدیک کفر ہے، فتاویٰ عالمگیری جلد 6 ص 3 پر ہے۔

'' القصاص واجب بکل محقون الدم علی التابید اذا قتل عمدا کذا فی الھدایہ''

ترجمہ ''جس جان کو شریعت نے ہمیشہ کے لیے محفوظ و محترم قرار دیا ہے، اسے عمداً قتل

کردیا جائے، تو قصاص واجب ہے، ہدایہ میں اسی طرح ہے۔''

لہذا جہاد سمجھ کر خودکش حملے کرنا، بم بلاسٹ کرنا، اور فائرنگ کر کے مساجد اور عوامی اجتماعات میں مسلمانوں کا قتلِ عام کرنا صرف حرام ہی نہیں ہے بلکہ حلال، جائز اور کارِ ثواب سمجھ کر یہ کام کرنا کفرِ صریح ہے۔ اور اگر وہ قتل کرنے کو شرعی طور پر حرام سمجھتے ہوئے مغلوب الغضب ہو کر ذاتی دشمنی کے تحت انتقام یا کسی اور نفسانی وجہ سے کسی مسلمان یا غیر مسلم ذمی (Legal & Law Abiding Non-muslim Citizen) کو قتل کردے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔

'' عن عبداللہ بن عمرو قال، قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس ''

ترجمہ ''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، (ناحق) انسانی جان کو قتل کرنا اور (ماضی کے بارے میں قصداً) جھوٹی قسم کھانا (سب کے سب) کبیرہ گناہ ہیں، (صحیح بخاری وصحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ، باب الکبائر)''

یہ مسئلہ ہم نے پاکستان کے تناظر میں لکھا ہے، جہاں حاکم بھی مسلمان ہیں، عوام کی غالب اکثریت بھی مسلمان ہے اور ملک آئینی طور پر ایک اسلامی جمہوری مملکت ہے، اور جہاں وقتاً فوقتاً افراد اور بعض صورتوں میں اجتماعات (مساجد، امام بارگاہوں اور پبلک مقامات) پر قاتلانہ حملے ہوتے ہیں، بم بلاسٹ کیے جاتے ہیں اور تاثر یہ دیا جارہا ہے کہ اس کے پیچھے دینی اور مذہبی محرکات کارفرما ہیں۔ اور بعض عناصر یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ دینی اور مذہبی رہنما یا تنظیمیں اپنے جذباتی کارکنوں کو اس قسم کی کارروائیوں پر ان کی ذہنی تطہیر (Brain Washing) کر کے ان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ بم بلاسٹ یا حملہ کر کے انسانوں کی جانیں لیں۔ انہیں آج کل عرفِ عام میں ''خودکش

حملے'' (Suicidal Attacks) کہا جاتا ہے اور یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ یہ کارِ خیر اور جنت کا راستہ ہے اور یہ بات اسلام کی بدنامی کا باعث بنتی ہے، لہذا ہم نے اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے شرعی حکم بیان کیا ہے، تاکہ اسلام کی پوزیشن واضح ہوجائے۔

البتہ وہ ممالک، جہاں غیر ملکی ظالمانہ اور جابرانہ قوتوں کا تسلط ہے اور کھلے میدان میں مظلوم اور مجبور عوام شدید ترین وسائل اور اسلحہ سے لیس ان غاصب طاقتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ یا جہاں مسلمانوں کو ان کے اپنے وطن میں ان کے مسلمہ انسانی، قومی، دینی، ملّی اور ملکی حقوق سے محروم کر کے انہیں محکوم اور غلام قوم کی حیثیت سے رہنے پر مجبور کیا گیا ہے، ان کے معروضی حالات اور احکام کی نوعیت الگ ہے، کیونکہ مسلمہ بین الاقوامی قوانین کے تحت اپنی وطنی، قومی، ملکی وملی آزادی کے لیے غاصب وقابض قوتوں سے برسرِ پیکار ہونا کبھی بھی جرم نہیں گردانا گیا، امریکا اور افریقہ کے بیشتر ممالک کی جدوجہد آزادی اور ہندوستان کی تحریکِ آزادی اس کی نمایاں مثال ہے۔ لہذا پاکستان اور ان مقبوضہ خطوں (جیسے کشمیر وفلسطین وغیرہ) کی معروضی صورتِ حال اور اس کے شرعی اور فقہی احکام کو باہم خلط ملط نہ کیا جائے۔

نوٹ: اس فتوے پر پاکستان کے تمام مسالک کے نامور علماء ومشائخ کے دستخط ہیں۔ جنہوں نے اس فتوے کی تائید وتوثیق وتصویب کی ہے۔

9 دسمبر 2004ء

مرتب

(مفتی منیب الرحمن)

چیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

(مہتمم دار العلوم نعیمیہ، کراچی)

اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری

چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ صدر بش نے اپنے ایک اعلان میں کہا: اسلام فاشٹ مذہب ہے۔ میڈیائی افراد نے اس فقرہ کو خوب ہوا دی، پھر کیا تھا دانشواران اور مفکرین کو فکری گھوڑے دوڑانے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اعتبار سے تحلیل و تجزیہ کیا جبکہ اسلامی مفکرین نے کبھی تنقیدی، کبھی تشریحی اور کبھی معروضی انداز اپنایا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا اس لئے فقرہ کو واپس لے بھی لیا جاتا تو بھی کوئی بات نہیں تھی۔

نوگیارہ کے بعد سے اس طرح کے اور بھی کئی فقرے مثلاً بنیاد پرستی (Fundamentlism)، تشدد پسندی (Extremism)، دہشت گردی (Terrorism) ریڈیکل ازم (radicalism) اور اسلام ازم (Islamism) اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ چسپاں کیے جانے لگے جن کا مقصد اسلاموفوبیاں کو ہوا دینا اور اسلام کے خلاف نفرت کے جذبات کو بھڑکانا ہے، ابھی حالیہ دنوں قبل صدر بش کے اس جملہ کو مزید تقویت دینے کے لیے ملکی سطح پر ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۷ء سے ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۷ تک امریکہ کی تقریباً ایک سو سے زائد یونیورسٹیوں کے طلبہ نے Islamo-Fascism Awarness week کے عنوان سے مسلمانوں کے خلاف پورا ہفتہ وقف کیا، پروگرام کی کامیابی کے لئے بڑے بڑے پوسٹرز اور چھوٹے چھوٹے فلائرز کا سہارا لیا گیا، پوسٹروں میں جلی حرفوں سے لکھا تھا'' کیا تم مسلمانوں سے نفرت کرتے ہو اگر یہ سچ ہے تو ہم بھی ہمارے ساتھ ہیں'' Hate Muslims so do we، اسلامک اویرنیس ہفتہ کا اہتمام متشدد یہودی طلبہ نے کیا تھا، ملک کی کئی معتدل یونیورسٹیوں نے اس پروگرام کا بائیکاٹ بھی کیا، بالخصوص جورج واشنگٹن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے اس پر سخت نوٹس لیا، یہ کہہ کر یونیورسٹی کی دیواروں پر آویزاں

پوسٹروں کو ہٹانے کا حکم دیا کہ ہم کسی مذہب یا فرد کے خلاف نفرت پھیلانے کے جذبہ کو فروغ دینا نہیں چاہتے۔ پروگرام کے اہم نکات یہ تھے: اسلام دہشت گرد مذہب ہے، عیسائیوں، یہودیوں، عورتوں اور ملحدین کے ساتھ سخت رویہ رکھنے کا حامی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اسلام مخالف عنوانات تھے۔ ہم اپنی اس تحریر میں غیر مسلم افراد خصوصیت کے ساتھ اہل کتاب کے ساتھ اسلام کی جو روش رہی ہے اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلامی اصول اور اسلام کے عصر اول کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کی بنیاد کبھی بھی ظلم و جور اور انتہا پسندی پر نہیں رہی اسلام نے اپنے عصر اول میں غیر مسلموں کا جس قدر لحاظ کیا وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں لکھا ہوا ہے عورتوں اور بچوں کے حقوق کی جس قدر رعایت کی اس کی مثال یورپ کے کسی دور حکومت میں نہیں ملتی، اسلام نے ہمیشہ بات چیت اور گفتگو کو اپنی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بنایا ہے۔

اہل کتاب سے حسن معاملہ کی تلقین: نبی اسلام ﷺ نے جب اسلام کی دعوت پھیلانے کی مہم شروع کی تو جزیرہ عرب میں دو محاذ پر بڑی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف عرب کے مشرکین اور کفار بلکہ خود قریش کے افراد کی دشمنی انتہاء کو پہنچ گئی اور دوسری طرف اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، ان تمام مخالفتوں کے باوجود قرآن کریم نے اہل کتاب کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کا مطالبہ مسلمانوں سے کیا۔ ان سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو خوش اسلوبی سے دور کرنے کی تلقین کی اور بات چیت کے ذریعہ معاملات حل کرنے پر زور دیا، ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن (القرآن ۲۹/۴۶) اہل کتاب سے معاملہ کا تصفیہ اچھے انداز میں کرو۔

غیر مسلموں سے جنگ و حرب کا قرآن کریم نے دفاعی تصور دیا ہے، اگر وہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں، مسلمانوں کے مال و متاع پر حملہ کریں تو اپنا دفاع کرنا ضروری قرار دیا اور عقل سے بالکل میل کھاتی ہوئی بات بھی ہے، مگر اہل کتاب کی جب بات آئی تو

ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی، کتنی عجیب بات ہے کہ منہاج زندگی اور نظریات کے واضح اختلاف کے باوجود اہل کتاب سے سکون زندگی حاصل کرنے کی اجازت دی جارہی ہے، ان سے شادی بیاہ کو مباح قرار دیا جارہا ہے۔جن کے ہاتھوں میں ہماری حیات کا مستقبل ہے ان سے نباہ کرنے کی سند فراہم کی جارہا ہے۔مراسم کی ادائیگی کے بعد یہودی اور عیسائی عورت کے خویش ہمارے بچوں کے خویش واقارب ہوں گے، ان سب کے بعد کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اسلام نے اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) سے دشمنی کی تلقین کی اور بنیاد پرستی کو ہوا دی ہے۔؟

ذمیوں کے ساتھ رواداری: شرکاء سیمینار نے حالت جنگ اور اسلامی معاشرہ میں ذمیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک پر بھی تبصرہ کیا اور اسلام کی روش پر جی کھول کر تنقید کی جبکہ حالت جنگ ہو یا حالت امن دونوں میں اسلام نے ذمیوں کو جو سہولت فراہم کی ہے اس کی بھی مثال ہمیں تاریخ میں نہیں ملتی، اس لئے اس مسئلہ پر بھی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ کسی حد تک مخالف نظریات کے شکوک وشبہات دور ہوسکیں۔

ذمی کی تعریف: ذمتہ کا مطلب عہد و میثاق ہے اور ''ذمی'' کا مطلب ایسا شخص جس کے ساتھ عہد وپیمان کیا گیا ہو۔ (لسان العرب ۱۲۔۲۲۳)

فقہاء کی اصطلاح میں ''ذمی'' اس غیر مسلم کو کہا جاتا ہے جو ایک معاہدہ کے تحت دار الاسلام کے زیر سایہ امن وامان کی زندگی گزارتا ہو ملخصا (شرح سیر کبیر ۱۔۱۴۰۔ بدائع صنائع ۵۔۲۸۱) عام حقوق میں مسلمان اور ان کے مابین کوئی تفریق نہیں کی جاتی، بادشاہ اسلام ان کے عقیدے اور شعائر کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے۔ شخصی معاملات میں انہیں اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، اسلام نے ان پر زکوۃ واجب نہیں کی جبکہ مسلمانوں پر زکاۃ ادا کرنا ضروری قرار دیا، اپنے ملک کے لیے فوجی خدمات انجام دینے پر بھی ان پر دباؤ نہیں ڈالا جاتا اگر وہ بہ طیب خاطر ان خدمات کو بجالانا چاہیں تو کوئی حرج

نہیں ملک کے دفاعی امور میں جو اخراجات آتے ہیں ان کا ادا کرنا ان پر ضروری قرار دیا گیا، وہ بھی صرف ان افراد پر جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہوں، چنانچہ عورتیں، بچے عاجز، بوڑھے، راہب اور ہر طرح کے مجبور لوگوں کو اس حکم سے خارج کر دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی طاقت سے زیادہ اسے مکلف کیا یا اس کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو یاد رکھو قیامت کے دن میں اس کا خصم رہوں گا۔ (الخراج للامام ابی یوسف، ص ۶۸ بیروت)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا، جنت کی خوشبو ستر برس میں ایک بار سونگھنے کو ملتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم کو یمن کا نمائندہ بنا کر بھیجا تو ''نجران'' کے باشندوں سے متعلق ایک معاہدہ تحریر کروا کر عمرو بن حزم کے حوالہ کیا، اس معاہدہ میں سب سے پہلے تقویٰ اور اتباع شریعت کی وصیت کی گئی ہے، نجران کے غیر مسلم باشندوں سے مال وصول کرنے کی مقدار کا ذکر کیا گیا اور پھر ان کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے، معاہدہ کا آخری پیراگراف آپ بھی پڑھئے اور اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری سے متعلق نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے لطف اندوز ہوئے:

اہل نجران اللہ تعالیٰ کے جوار اور محمد رسول ﷺ کے معاہدہ کے تحت آچکے ہیں، ان کی جان، مال جائیداد، دین و مذہب اہل وعیال، موجود اور غیر موجود اشخاص، معاملات اور جو کچھ بھی ان کے قبضے میں ہے اللہ ورسول ان سب کے ضامن ہیں کسی پادری کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے، نہ ہی کسی راہب اور کاہن کو ایذا دی جائے، ان کے ساتھ کوئی گھناؤنی حرکت بھی نہ کی جائے، زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ان سے سرزد ہوا اس کا بدلہ بھی نہ لیا جائے، انہیں کسی قسم کی تکلیف اور مشقت دینے سے گریز کیا جائے، فوج کا کوئی فرد بھی ان کے علاقہ میں داخل نہ ہو، کوئی شخص اگر اپنا حق طلب کرے تو بغیر کسی ظلم وزیادتی کے اسے آدھا دیا جائے۔

عیسائیت و یہودیت کی عالمی دہشت گردی و بربریت کا منہ بولتا ثبوت

مندرجہ ذیل تصویر جو آپ کو نظر رہی ہے یہ خانہ کعبہ کے ماڈل (شبیہ) پر تعمیر کی جانے والی ایک عمارت ہے جس کا نام یہودیوں نے ایپل مکہ رکھا ہے جس میں 24 گھنٹے شراب کے کاروبار کے ساتھ ساتھ ہروقت عریانی و فحاشی کا اعلان کیا گیا ہے اور یہ عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی انتہا پسندی و دہشت گردی اور بربریت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے مسلم حکمرانوں کی بے غیرتی کی بین دلیل بھی ہے جو اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کے دلال بنے ہوئے ہیں۔

جب سرمحشر وہ پوچھے گا بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

On October 10, 2006, an Islamic website posted a message alerting Muslims to what it claims is a new insult to Islam. According to the message, the cube-shaped building which is being constructed in New York City, on Fifth Avenue between 58th and 59th Streets in midtown Manhattan, is clearly meant to provoke Muslims. The fact that the building resembles the Ka'ba (see picture below), is called "Apple Mecca," is intended to be open 24 hours a day like the Ka'ba, and moreover, contains bars selling alcoholic beverages, constitutes a blatant insult to Islam. The message urges Muslims to spread this alert, in hope that "Muslims will be able to stop the project."

اسلام
اور
وائرسِ مسیحیت
طاہر القادری کا یہود و نصاریٰ سے فکری،
نظری اور عملی عقیدتوں کا اظہار
حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد بشیر القادری

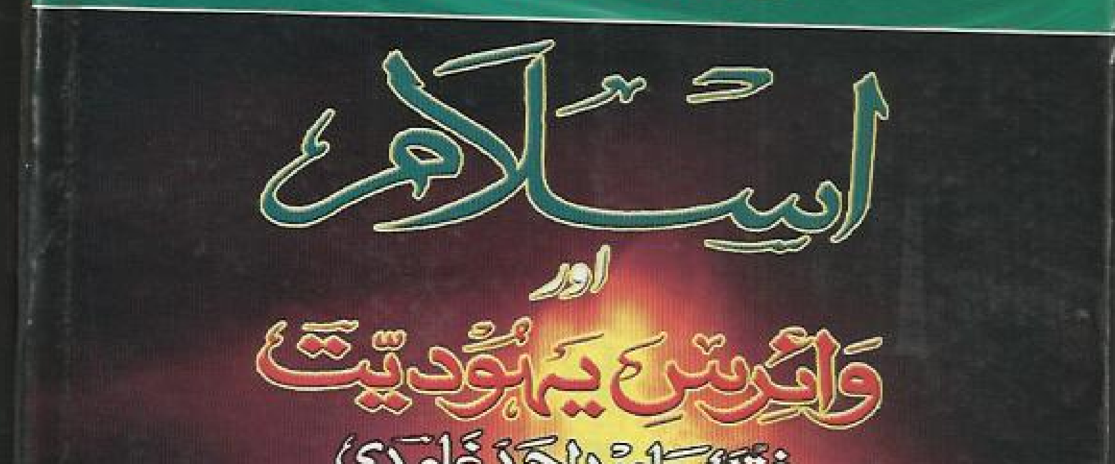
اسلام
اور
وائرسِ یہودیت
فتنۂ جاوید احمد غامدی
کے
فکری ارتداد کی خطرناک مہم
ایمان و عقیدے کی تباہ کاریوں کا آغاز
حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد بشیر القادری